بسم اللہ الرحمن الرحیم

وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ. (الزمر:۶۷)

اور انہوں نے اللہ کی قدر ہی نہیں کی جیسے اس کی قدر کا حق تھا۔

اِنَّکَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ ۝ (یٰسٓ:۳) بیشک آپ ﷺ رسولوں میں سے ہیں۔

تعلیم الایمان

قرآن مجید اور رسول ﷺ کی سچائی کو سمجھنے کا طریقہ

مصنف

عبداللہ صدیقی

(ریسرچ اسکالر آف ایمانیات)

زیر سرپرستی

☆مفتی محمد شعیب مظاہری ☆مفتی امتیاز احمد خان قاسمی نقشبندی

☆مولانا محمد یاسین قاسمی ملانوی ☆مولانا محمد کلیم الدین سلمان قاسمی

ناشر

عظیم بک ڈپو، نزد جامع مسجد دیوبند، یوپی (انڈیا)

حق طباعت غیر محفوظ

(بغیر کسی تبدیلی کی چھپوانے کی عام اجازت ہے)

نام کتاب:۔ قرآن مجید اور رسول ﷺ کی سچائی کو سمجھنے کا طریقہ

مرتب:۔ عبداللہ صدیقی

زیر سرپرستی:۔ مفتی امتیاز احمد خان قاسمی نقشبندی (ناظم جامعۃ المؤمنات نرمل)

مفتی محمد شعیب مظاہری (خطیب مسجد وزیر النساء احمد نگر، فرسٹ لانسر)

مولانا محمد یاسین قاسمی ملانوی (بانی و مہتمم جامعہ شاکرہ للبنات، عادل آباد)

مولانا محمد کلیم الدین سلمان قاسمی (خطیب مسجد عمر بن خطابؓ، نظام پیٹ)

سنہ طباعت:۔ ڈسمبر ۲۰۲۴ء مطابق جمادی الثانی ۱۴۴۶ھ

تعداد اشاعت:۔ 500

کمپیوٹر کتابت:۔ النور گرافکس، حیدرآباد دکن۔ 9963770669

ناشر:۔ عظیم بکڈپو، دیوبند، یوپی، انڈیا۔ 09997177817

موجودہ زمانے میں ایمانیات بہت کمزور ہے!

ایمان بالکتب اور ایمان بالرسالت کے لئے یقینِ کامل کا ہونا بہت ضروری ہے، اور یقین دلائل کے سمجھنے اور سمجھانے سے پیدا ہوتا ہے، اس کتاب میں قرآن اور رسالت پر شعوری اور پختہ ایمان پیدا کرنے کے لئے دلائل دے کر سمجھایا گیا ہے، اسے خود بھی پڑھیں' اپنی اولاد کو پڑھائیں اور سمجھائیں، رشتہ داروں اور دوست واحباب کو بھی پڑھنے کی ترغیب دیں، تاکہ وہ رسول اللہ ﷺ کی اتباع میں قرآن مجید پر عمل کرسکیں۔

دنیوی زندگی میں انسان کو نبوت کی ضرورت کیوں ہے؟

یہ ایک اہم سوال ہے، اس کو اس مثال سے سمجھئے۔ فرض کیجئے کہ ایک بہت بڑا محل ہے، اس میں بے شمار سجے سجائے کمرے' ہال' صحن' باغ' نہریں' رنگ برنگی روشنیاں، سواریاں' خوبصورت پرندے و دیگر جانور، عمدہ غذائیں اور نوکر و باندیاں وغیرہ سب کچھ موجود ہے، مگر اصل محل کا مالک نظر نہیں آرہا ہے، ایسی صورت میں اگر کچھ انسانوں کو امتحان کے واسطے ماں کے پیٹ سے اندھیرے سے اجالے کی طرف' محل میں بیہوشی کی حالت میں ڈال دیا جائے اور ہوش آنے کے بعد کچھ انسان مر کر غائب ہو گئے، تو ان باقی انسانوں کو کون بتلائے کہ یہ محل کس کا ہے اور وہ ان انسانوں کو اس محل میں کیوں رکھا ہے؟ اس کی مرضی کیا ہے؟ اور وہ انسان اس محل کی کونسی چیزیں استعمال کر سکتے ہیں اور کونسی استعمال نہیں کر سکتے؟ اب ان سوالات کے جوابات اور ان کو صحیح رہبری تین صورتوں سے ہو سکتی ہے۔

(۱) خود مالکِ محل' ان انسانوں کے سامنے آئے اور ان کو اپنی مرضی اور احکام بتائے اور محل میں زندگی گذارنے کا طریقہ اور مقصد بتائے۔

(۲) یا پھر وہ اپنے کسی نمائندہ کو بھیج کر ان انسانوں کی صحیح رہبری کرے۔

(۳) یا پھر وہ انسان خود اپنی عقل سے معلوم کرنے کی کوشش کریں۔

بالکل یہی حال اس دنیا کا ہے، اس دنیا کا مالک کسی کو نظر نہیں آتا، اس لئے کہ اس نے دنیا کو انسانوں کے لئے امتحان اور آزمائش کی جگہ بنایا ہے، اس لئے وہ خود انسانوں کے سامنے آکر اپنی پہچان نہیں کرواتا، اور نہ ان کو سامنے بٹھا کر اپنی مرضیات اور احکام بتلاتا ہے، اس لئے پہلی صورت اس دنیا میں ممکن نہیں۔

اسی طرح تیسری صورت سے بھی انسان مجبور و محتاج ہے، اپنی مرضی اور عقل و فہم سے

وہ دنیا کو اور اس کے مالک کو پہچان نہیں سکتا، اور نہ زندگی کا مقصد خود سے جان سکتا ہے؟

اب اس کی رہبری کا صرف ایک ہی راستہ ہے دوسری صورت، وہ یہ کہ اس کائنات کا مالک خود اپنے کسی نمائندہ کو بھیج کر اپنی پہچان کرائے اور انسانوں کو زندگی کا مقصد بتلائے اور اپنے احکام سے واقف کرائے، یہی شکل انسانوں اور جنوں کے لئے اس امتحان گاہ میں آسان اور امتحان لینے کے قابل ہے۔

اب انسان پر دو حالتیں ہیں، ایک تو وہ مالک کے نمائندہ کو پہچانے اور نمائندے کی اطاعت کرتے ہوئے مالک کی مرضیات پر چلے اور کامیاب ہوجائے، یا پھر مالک کے نمائندہ کا انکار کرکے جی کی خواہشات پر دنیا و آخرت کی زندگی کو ناکام بنالے۔

اس بحث کا خلاصہ یہ نکلا کہ چونکہ اللہ تعالیٰ نے دنیا کو امتحان و آزمائش کی جگہ بنا کر ایمان بالغیب کا مطالبہ کیا ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ کے نظر نہ آنے کی وجہ سے اللہ کی پہچان' اللہ کے احکام معلوم کرنے اور اللہ کی بندگی و غلامی کرنے کے لئے اللہ کے نمائندے ہی کی ضرورت ہے، اس کے بغیر انسان اس دنیا میں کامیاب زندگی' اپنے مالک کی مرضی کے مطابق نہیں گذار سکتا۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جس طرح اس نے تمام دوسری مخلوقات کو جبلی ہدایت دے رکھی ہے، اور وہ بغیر کسی کتاب' بغیر کسی استاد اور بغیر کسی مدرسے کے اپنی اپنی ذمہ داریوں کو ادا کرتے رہتے ہیں، اسی طرح وہ تمام انسانوں کو بھی ہدایت دینا چاہئے تھا، ان کے اندر وہ ہدایت پیوست کردینا چاہئے تھا۔

اس طرح اگر ہر انسان کے اندر پیدائشی طور پر ہدایت و رہنمائی پیوست کر کے رکھ دی جاتی تو پھر انسان کی آزادی بھی ختم ہوجاتی اور انسان کو ترقی کا موقع بھی نہ رہتا، اور وہ دوسری مخلوقات کی طرح لگے بندھے قانون کے تحت مشین کی طرح کام کرتا رہتا، جیسے مچھلی، مرغی، گھوڑا بکری وغیرہ کرتے ہیں۔

دنیا کو انسان کے لئے امتحان کی جگہ بنا کر اس کو ہدایت و رہنمائی باہر سے حاصل

کرنے کے قابل رکھا، تا کہ انسان اس ہدایت کی روشنی میں اپنی پسند اور چاہت کے ساتھ اللہ کی اطاعت و غلامی کرے، انسان کو زبردستی اور جبری اطاعت کے لئے مجبور نہیں کیا گیا؛ بلکہ اختیار و آزادی کے ساتھ اطاعت کرنے کے قابل رکھا گیا۔ اس مضمون کو سمجھنے کے لئے ہماری کتاب ''وحی یا مذہب کی ضرورت کیوں؟'' ضرور پڑھئے۔

اب پھر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ہزاروں لاکھوں انسانوں کے لئے ایک ہی انسان کا انتخاب کر کے اللہ تعالیٰ اس کو اپنا نمائندہ بناتا ہے اور آخری پیغمبر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو پندرہ سو سال پہلے آئے، اور قیامت تک وہی آخری پیغمبر رہیں گے، گویا کروڑہا انسانوں کے لئے ایک ہی پیغمبر کا انتخاب کیا گیا۔ ایسا کیوں؟ حالانکہ انسانی بستیوں اور انسانی ماحول کے لحاظ سے ہر ملک' ہر شہر؛ یہاں تک کہ ہر قوم اور قبیلے کے لئے الگ الگ نبی ہوئے ہیں؟ اتنے سارے انسانوں کی اصلاح ایک ہی نبی کے ذریعہ کیسے ہو سکتی ہے؟

یاد رکھئے! اللہ تعالیٰ ہر چیز پر ہر طرح سے مکمل قدرت رکھتا ہے، اس کی حکمت و مصلحت وہ خود جانتا ہے، انسانی عقل' مجبور و محتاج ہے، اس نے انسان کی عقل میں عجیب عجیب صلاحیتیں عطا فرمائیں اور انسان اللہ کی دی ہوئی صلاحیتوں سے ایسی ایسی ایجادات کیا اور کر رہا ہے جس پر انسانی عقل خود حیرت زدہ رہ جاتی ہے، انسان نے ٹی وی نام کی ایک چیز بنائی اور اس سے ایک ہی وقت' ایک ہی لمحہ میں لاکھوں کروڑوں انسانوں کو پوری دنیا کی خبریں' حالات اور تصاویر پہنچا رہا ہے، انسان نے ٹیلیفون نام کی ایک چیز بنائی، اس سے دنیا کے ایک کونے سے دوسرے کونے میں خود اپنا پیغام پہنچا سکتا ہے، انسان نے ایکسرے نام کی مشین بنا کر جانداروں کے جسم کے ظاہری حصوں کو چھوڑ کر اندرونی حصوں کا فوٹو لے سکتا ہے، اس نے ایسے کیمرے ایجاد کئے جس سے زمین پر بنے ہر گھر کے اندر کے حالات جان سکتا ہے، تو پھر اللہ تعالیٰ لاکھوں اور کروڑوں انسانوں کے لئے ایک انسان کا انتخاب کر کے اس کو اپنا نمائندہ بنا کر پیغمبر اور رسول بنا کر انسانوں کی ہدایت و رہبری کا انتظام نہیں کر سکتا؟ بیشک اس نے اپنی حکمت و مصلحت سے الگ الگ زمانوں

میں الگ الگ انتظامات کیئے، پھر آخر میں اس نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پندرہ سو سال پہلے اپنا رسول بنا کر اپنی آخری کتاب قرآن مجید دے کر بھیجا جو قیامت تک کے انسانوں کے لئے ہدایت ورہبری کے لئے ہیں اور رسول کی جگہ رسول کی امت کو ذمہ دار بنا دیا کہ وہ قول وفعل سے دنیا کی دوسری قوموں تک ہدایت پہنچائے۔

عہد الست کی یاد دہانی اور خلافت کی ذمہ داریاں ادا کرنے کے لئے پیغمبروں کو بھیجا گیا؛ تاکہ گمراہی سے بچیں

كَانَ النَّاسُ أُمَّةً وَاحِدَةً فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيِّيْنَ مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ وَأَنزَلَ مَعَهُمُ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِيمَا اخْتَلَفُوا فِيهِ وَمَا اخْتَلَفَ فِيهِ إِلَّا الَّذِيْنَ أُوتُوهُ مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنَاتُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ . (البقرہ:۲۱۳)

ترجمہ: (شروع میں) سارے انسان ایک ہی دین کے پیرو تھے، پھر (جب ان میں اختلاف ہوا تو) اللہ نے نبی بھیجے جو (حق والوں کو) خوشخبری سناتے اور (باطل والوں کو) ڈراتے تھے، اوران کے ساتھ حق پر مشتمل کتاب نازل کی، تاکہ وہ لوگوں کے درمیان ان باتوں کا فیصلہ کرے جن میں ان کا اختلاف تھا، اور (افسوس کی بات یہ ہے کہ) کسی اور نے نہیں بلکہ خود انہوں نے جن کو وہ کتاب دی گئی تھی، روشن دلائل آجانے کے بعد بھی صرف باہمی ضد کی وجہ سے اسی (کتاب) میں اختلاف نکال لیا۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو دنیا میں بھیجنے سے پہلے پوری نوعِ انسانی سے عہد لیا، أَلَسْتَ بِرَبِّكُمْ؟ ''کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟'' سب نے یک زبان ہو کر کہا: بلٰی۔ ''کیوں نہیں! بے شک آپ ہی ہمارے رب ہیں۔'' پھر اللہ نے یہ سمجھایا کہ میں ہی تمام کائنات کی مخلوقات کا مالک' خالق' رب اور حاکم ہوں، تم سب سوائے میرے کسی دوسرے کے بندے نہیں ہو، تمہارا اکیلا معبود میں ہی ہوں، میں تم کو دنیا میں کچھ اختیارات دے کر امتحان کے لئے بھیج رہا ہوں، تم خود مختار نہیں رہو گے، تم مجھے بغیر دیکھے مان کر میری ہی

اطاعت و بندگی کر کے میرے پاس آنا، میں مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کر کے تمہارے اعمال کی جانچ کروں گا، پھر کامیاب بندوں کو جنت میں جزا دوں گا اور ناکام کو جہنم میں سزا دوں گا، اس عہد کو یاد دلانے کے لئے میں دنیا میں اپنے نمائندہ پیغمبر کی شکل میں بھیجوں گا، جو تمہیں یہ عہد الست یاد دلائیں گے۔

یہ باتیں بندوں کے تحت الشعور اور وجدان میں بٹھادی اور دماغ کے یادداشت کی رگ کو عہد الست کے عہد کو امتحان کے لئے پھیکا کردیا، ابتداء والے انسان دنیا میں پوری روشنی میں پیدا کئے گئے تھے، پھر ان میں بگاڑ آیا۔

دنیا میں آنے کے بعد اسی عہد الست کی وجہ سے ہر انسان چاہے کسی مذہب اور علاقے کا ہو اللہ کی محبت اپنے اندر رکھتا ہے، اور اس کی معرفت کے لئے تڑپتا ہے، اللہ تعالیٰ نے اسی کی یاددہانی کروانے کے لئے پیغمبر اور وحی کا سلسلہ جاری رکھا؛ تاکہ انسان پیغمبر کی دعوت اور تعلیمات سے اپنے اندر کے تحت الشعور کے عہد کی یاد کو تازہ کرلے اور فطری و عقلی اعتبار سے اللہ کو پیغمبر کی دعوت پر پہچان کر اللہ ہی کی عبدیت و بندگی کرے؛ تاکہ کل آخرت میں کوئی بندہ یہ نہ کہے کہ ہم تو اللہ کی عبدیت و بندگی سے واقف ہی نہ تھے، یا یہ نہ کہے کہ ہمارے باپ دادا شرک کرتے تھے، ہم نے بھی ان کی پیروی کی، اس میں ہمارا قصور نہیں۔

تحت الشعور کیا ہے؟ اس کو آسان طریقے سے کیسے سمجھیں:

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ہم یہ کیسے سمجھیں کہ تحت الشعور کا یہ عہد ہمارے ذہنوں میں بیٹھا ہوا ہے؟ انسان بہت ساری باتیں اور اعمال کا علم بیرونی تعلیم و تربیت کے بغیر فطری طور پر اپنے تحت الشعور میں رکھتا ہے، جیسے شرم وحیاء کی وجہ سے شرمگاہوں کو چھپاتا ہے، اور بول و براز چھپ کر کرتا ہے، جانوروں کی طرح بغیر لباس نہیں رہتا، بہن کے ساتھ نکاح کرنے کو غلط اور برا سمجھتا ہے، بیوی اور بیٹی سے زنا کروانا برائی سمجھتا ہے، چوری کرنا، جھوٹ بولنا، مردار کھانا، جسم فروشی کرنا، ناپاک رہنا، جسم پر گندگی لگا کر پھرنا، گندگی میں ہاتھ ڈالنا، ماں باپ کی بے ادبی کرنا، یہ تمام اعمال وحی کی تعلیم کے بغیر فطرتاً غلط سمجھتا

ہے، جب اس کو صحیح تعلیم ملتی ہے تو فوراً مان کر ان تمام برے اعمال کو چھوڑ بھی دیتا ہے۔

اگر انسان کو پیغمبروں کے ذریعہ یاددہانی نہ کروائی جائے تو وہ فطری اندرونی پیاس بجھانے کے لئے مخلوقات میں خدائی طاقت کو دیکھ کر ان کو خدا سمجھ کر رب کا درجہ دے دیتا ہے، انہی چیزوں کی عبادت شروع کر دیتا ہے، اس لئے رسالت کے ذریعہ وحی نازل کر کے انسان پر حجت قائم کی جارہی ہے کہ وہ کل قیامت کے دن اپنی بے گناہی نہ پیش کریں۔

حضرت آدمؑ سے دین ایک ہی رہا، سچائی ایک ہوتی ہے کئی نہیں!

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن مجید کے ذریعہ جو دین پیش کیا وہ اسلام ہے، قرآن کہتا ہے کہ محمد بھی وہی دین لے کر آئے جو سابقہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام اپنے اپنے زمانوں اور علاقوں میں لائے تھے، حضرت محمد ﷺ کوئی نیا دین لے کر نہیں آئے، اور نہ ہی حضرت محمد ﷺ اسلام کے بانی ہیں، اسلام بحیثیت دین انسانوں کو اللہ کی طرف سے دیا گیا ہے۔

تمام پیغمبروں نے ہر زمانہ میں جو دین پیش کیا وہ اصل صرف یہ تھا کہ اے میری قوم کے لوگو! سوائے اللہ کے کسی غیر کی عبادت اور بندگی مت کرو، اور کہو! اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، کامیاب ہو جاؤ گے، اور آل عمران میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ”اور جو شخص اسلام کے علاوہ کوئی دوسرا مذہب لیکر آئے گا تو اسے اس کی جانب ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا، اور وہ آخرت میں نقصان اٹھانے والوں میں سے ہے۔“ ہم اللہ کے پیغمبر نبی اور رسول ہیں، ہم پر ایمان لاؤ اور اللہ کے نازل کردہ احکام پر زندگی گذارو، اور مرنے کے بعد تم کو اس دنیا کی زندگی کا حساب دینا ہے، اللہ نے تمام انبیاء کرامؑ کو عہد الست کا اقرار یاد دلانے اور زندگی گذارنے کی ہدایت ورہنمائی کے لئے بھیجا تھا کہ اللہ انسانوں اور جنات کو دوبارہ زندہ کر کے آخرت میں ان کی زندگیوں کا حساب لینے والا ہے۔

غرض دین کی اصل بنیادی تعلیم توحید، رسالت اور آخرت ہی تھی، عربی زبان میں

اسلام' اللہ کی عبدیت و بندگی کو کہتے ہیں، اسلام کے معنٰی ہیں اپنے آپ کو اللہ کی مرضی پر چلانا، چاہے اس کا نام کسی بھی زبان میں کچھ ہو، مگر اس کا معنٰی دین اسلام ہی ہوگا، حضرت محمد ﷺ بھی وہی دین اسلام کے نام سے لے کر آئے، ہر زمانے میں دین صرف اللہ کی عبدیت و بندگی' اسلام ہی تھا، اس دین کا نام اس وقت کی زبان یا قوم کی زبان میں الگ الگ رکھا گیا، یعنی توحید' رسالت اور آخرت، مگر ہر قوم کے حالات اور تقاضوں کے لحاظ سے دین ایک ہونے کے باوجود صرف شریعتوں میں تھوڑا سا فرق تھا، ہر زمانے میں جو لوگ اپنے اپنے بھیجے ہوئے پیغمبر پر ایمان لا کر اس زمانے کی شریعت کے حساب سے اللہ کی عبدیت و بندگی کئے' وہ مسلم تھے، اور ان کا دین اسلام ہی تھا، حضرت محمد ﷺ بھی وہی دین لے کر آئے، اپنی طرف سے کوئی نیا دین نہیں لائے، اور نہ اپنی کوئی الگ ایک نئی امت بنائی، آپ پچھلے انبیاء کرامؑ کی اور ان کی تعلیمات کی شہادت دئے اور ان کو اللہ کے نبی و رسول مان کر تصدیق کی۔

حضرت آدمؑ سے قیامت تک آنے والے انسانوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنی عبدیت و بندگی کے لئے پیدا کیا، اللہ تعالیٰ جب کائنات کی مختلف مخلوقات کو بامقصد پیدا کیا تو انسان کو بھی خاص مقصد کے تحت پیدا کیا گیا، انسان عیش و مستی اور نفس کی خواہش پر زندگی گذارنے کے لئے نہیں پیدا کیا گیا، جب انسان خود دنیا میں کوئی بھی کام یا عمل بے مقصد نہیں کرتا اور یہ انسان کی فطرت بھی ہے کہ وہ فضول اور بے مقصد کام نہیں کرتا، اور اگر کوئی گھر بناتا ہے تو اس کی دیکھ بھال کے لئے کوئی نوکر حفاظت پر مقرر کرتا ہے، اور اس نوکر کو گھر میں رہنے اور حفاظت کرنے کے احکام دیتا ہے، اس کو گھر میں اپنی مرضی کے مطابق رہنے کے لئے نہیں چھوڑ دیتا؛ بلکہ نوکر کو کچھ طریقے بتاتا ہے اور کہتا ہے کہ اس گھر میں اس طرح رہو۔ اس طرح انسان اگر کوئی جانور پالے اور وہ اُسے دودھ' انڈے اور دوسرے فائدے نہ دے تو انسان خود اس کے چارہ و پانی اور اس کی دیکھ ریکھ کو بوجھ اور بے فائدہ تصور کرتا ہے، اس جانور کو اپنے پاس رکھنا نہیں چاہتا، جب تمہارا کوئی نوکر نافرمان بن کر گھر میں رہنے لگے، یا جانور فائدہ مند نہ بنے تو تم اس کو ناکارہ اور بے فائدہ سمجھ کر بے مقصد نہیں پالتے۔

غور کریں کہ جب تمہارا مالک تمہارے لئے اتنی بڑی عظیم الشان کائنات بنا کر تمہاری پرورش کے خاص خاص انتظام کیا ہے، تو تم اس دنیا کے گھر میں بے کار و بے مقصد زندگی کیسے گذار سکتے ہو، اگر تم اس گھر میں رہتے ہوئے اس گھر کے مالک کو نہ مان کر یا اس کے ساتھ دوسروں کو بھی مالک کی طرح مان کر زندگی شرک و کفر میں گذارو گے اور مالک کے نمائندہ پیغمبر کا انکار کر کے اور ان پر نازل کی گئی کتاب کے احکام کے خلاف بغاوت کے ساتھ اس گھر میں رہو گے تو پھر عقل کا استعمال کرو کہ مالک تمہارے ساتھ کیا سلوک کرے گا؟ دوسری تمام مخلوقات جب اس کی مسلم وفادار اور فرمانبردار ہے تو تم بھی اللہ کو مالک مان کر اس کے پیغمبر کی اطاعت میں وفادار مسلم بندے بنو، اسی کے لئے پیغمبر اور کتاب کو نازل کیا جا رہا ہے۔

انسان و جن کے سوا کائنات کی ساری مخلوقات مسلم ہیں

وَلَهُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَلَهُ الدِّينُ وَاصِباً أَفَغَيْرَ اللّٰهِ تَتَّقُونَ o (النحل: ۵۲)

ترجمہ: اور آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے اسی کا ہے، اور اسی کی اطاعت ہر حال میں لازم ہے، کیا پھر بھی تم اللہ کے سوا اوروں سے ڈرتے ہو؟

کائنات کی تمام مخلوقات سوائے انسان اور جن کے اللہ کی مطیع و فرمانبردار ہے، وہ دن رات سوائے اللہ کے کسی کی عبدیت و بندگی نہیں کرتی، اس لئے جو مخلوق بھی اللہ کی عبدیت و بندگی کرتی ہے، وہ مسلم ہوگی اور اس کا ہماری عقل میں دین اسلام ہوگا، اس لحاظ سے کائنات کی ساری مخلوقات سوائے انسان اور جن کے مسلم اور فرمانبردار ہیں، ایک لمحہ کے لئے بھی اللہ کی نافرمانی نہیں کرتیں، وہ جبری اطاعت کے ذریعہ مسلم بنی ہوئی ہیں، انسان و جن کو اختیار سے اطاعت و بندگی کر کے مسلم بننا ہے، اپنی چاہت و پسند سے مسلم بننا ہے، اور ساری مخلوقات کے ساتھ مسلم بن کر رہنا ہے، جو انسان پیغمبر کا انکار کر کے اسلام کے خلاف چل کر مَن چاہی زندگی گذارے گا وہ اللہ کا باغی، نافرمان اور غیر مسلم بنا رہے گا۔

غیر مسلم یہ سمجھتے ہیں کہ حضرت محمد ﷺ اسلام کے بانی ہیں

مِلَّةَ أَبِيكُمْ إِبْرَاهِيمَ هُوَ سَمَّاكُمُ الْمُسْلِمِينَ مِن قَبْلُ وَفِي هٰذَا لِيَكُونَ الرَّسُولُ شَهِيدًا عَلَيْكُمْ وَتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ ۔ (الحج: ۷۸)

ترجمہ: اپنے باپ ابراہیمؑ کے دین کو مضبوطی سے تھام لو، اس نے پہلے بھی تمہارا نام مسلم رکھا تھا، اور اس (قرآن) میں بھی، تاکہ یہ رسول تمہارے لئے گواہ بنیں، اور تم دوسرے لوگوں کے لئے گواہ بنو۔

دنیا کے بہت سارے غیر مسلم کم علمی اور غلط فہمی کی وجہ سے یہ کہتے اور سمجھتے ہیں کہ حضرت محمد ﷺ اسلام کے بانی ہیں، اور وہ اسلام کا محمد اِزم کے نام سے ذکر کرتے ہیں، ہمیں ان کی غلط فہمی کو دور کرنے کے لئے انہیں سمجھانا چاہئے، کہ یہ بات بالکل غلط ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اسلام کے بانی نہیں ہیں، بلکہ اسلام کے آخری پیغمبر اور رسول ہیں، قرآن مجید ان کا بنایا ہوا کلام نہیں؛ بلکہ اللہ کا کلام ہے، جو فرشتہ کے ذریعہ اُن پر نازل ہوا، حضرت محمد ﷺ وہی دین لائے ہیں جو حضرت آدمؑ سے چلا آ رہا تھا، اور تمام پچھلے پیغمبروں نے لایا تھا، وہ کوئی نیا دین نہیں لائے، آپ ﷺ نے سارے انبیاء کرامؑ کی گواہی بھی دی ہے، اور آپ ﷺ نے اپنے دادا حضرت ابراہیمؑ کا اتباع کیا۔

انہیں سمجھایا جائے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کو زمین پر اتارا تو ان کو تاکید کی کہ تمہاری اولاد کا دنیا میں جو دین ہوگا اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ، وہ اسلام یعنی صرف ''اللہ ہی کی عبدیت و بندگی'' ہوگی، جس کا دنیا کے مختلف ملکوں کے انسانی زبانوں کے لحاظ سے ان کی زبان میں نام رہا، چنانچہ حضرت آدمؑ کے زمانے سے جب انسان دنیا میں پھیلتے گئے تو مختلف ملکوں اور قوموں میں تمام پیغمبر اللہ ہی کی عبدیت و بندگی اور غلامی کی دعوت یعنی اللہ ہی کی طرف بلاتے رہے، اور ہر زمانے میں کسی قوم اور ملک کا انسان جو صرف اللہ ہی کی عبادت و بندگی' پیغمبر کی تعلیمات کے مطابق کیا اور کرتا رہا وہ مسلمان یعنی اللہ کا مطیع و

فرمانبردار رہا اور اس کا دین صرف اللہ کی عبدیت و بندگی یعنی اسلام ہی تھا، سارے پیغمبروں نے آکر ایک ہی دعوت دی۔ یاقوم اعبدوا اللہ مالکم من الٰہ غیرہ ''اے میری قوم کے لوگو! اللہ کے علاوہ کسی کی عبادت و بندگی مت کرو، اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔'' **قولوا لا الٰہ الا اللہ تفلحوا۔** ''لاالٰہ الا اللہ کہو کامیاب ہو جاؤ گے۔''

اس لئے مسلمان کسی خاص قوم' ملک کے انسان کو نہیں کہتے بلکہ اللہ پر ایمان رکھ کر اللہ کو اپنا ایک واکیلا معبود مان کر اللہ ہی کی اطاعت و بندگی اور غلامی کرنے والے انسان کو مسلمان کہتے ہیں، اور اس کی صرف اللہ ہی کی اطاعت و بندگی کو اسلام کہتے ہیں۔

دنیا میں جتنے نبی اور رسول آئے وہ اپنے اپنے زمانے میں کوئی نئے دین کی بنیاد نہیں ڈالے اور نہ کسی نئے دین کی تعلیم دی، حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ نے بھی انسانوں کو بت پرستی سے روک کر خالص اللہ ہی کی عبادت و پرستی اور بندگی کی دعوت دی، ان کے جانے کے بعد ان کے جاننے والوں نے اپنے آپ کو یہودی اور نصاریٰ بنا ڈالا، اس لئے آخر میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی وہی دین لے کر آئے تو آپ ﷺ بھی اسی لڑی کے آخری ہیرے ہیں۔

تمام پیغمبروں کی تفصیل قرآن میں کیوں نہیں بتلائی گئی؟

وَرُسُلاً قَدْ قَصَصْنَاهُمْ عَلَيْكَ مِن قَبْلُ وَرُسُلاً لَّمْ نَقْصُصْهُمْ عَلَيْكَ وَكَلَّمَ اللّهُ مُوسَى تَكْلِيماً٥ (النساء:۱۶۴)

ترجمہ: اور بہت سے رسول ہیں جن کے واقعات ہم نے پہلے تمہیں سنائے ہیں، اور بہت سے رسول ایسے ہیں کہ ہم نے ان کے واقعات تمہیں نہیں سنائے، اور موسیٰؑ سے تو اللہ براہ راست ہم کلام ہوا۔

قرآن مجید میں ان ہی پیغمبروں کا زیادہ ذکر ہے جو عرب میں یا عرب کے آس پاس کے علاقوں میں آئے تھے، جن سے عرب زیادہ تر واقف تھے؛ تاکہ مشرکینِ عرب' یہود و نصاریٰ اور مجوسیوں کو جو عرب علاقوں میں یا اطراف میں آباد تھے اور یہود خاص طور

پر آخری پیغمبر کے آنے کی نشانیاں تلاش کرتے ہوئے مدینہ میں آباد ہو چکے تھے، اور فلسطین اور اطراف کے علاقوں میں حضرت اسحاقؑ، حضرت یعقوبؑ، حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ اور دیگر پیغمبروں سے اور مشرکین عرب واہل کتاب حضرت ابراہیمؑ و حضرت اسماعیلؑ سے بہت اچھی طرح واقف تھے، زیادہ تر انہی حضرات کا تذکرہ اور تعلیمات کو پیش کر کے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کو قبول کرنے کی دعوت دی گئی۔

یہی وجہ ہے کہ ساری دنیا کے پیغمبروں کے حالات اور ناموں کا تذکرہ قرآن مجید میں نہیں ہے، اور عرب دنیا سے ہٹ کر دوسری جگہوں کے پیغمبروں کو پیش کرنے کی ضرورت بھی نہیں تھی، حضرت ابراہیمؑ، حضرت یعقوبؑ، حضرت یوسفؑ، بنی اسرائیل، اصحابِ کہف، اصحابِ اخدود اور اصحابِ فیل وغیرہ کے واقعات سے یہ عرب اور اس کے اطراف کی قومیں اچھی طرح واقف تھیں، اس لئے سوائے تقریباً پچیس پیغمبروں کے اور ان میں بھی حضرت ابراہیمؑ، حضرت یعقوبؑ، حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ کے علاوہ دوسروں کے واقعات زیادہ تفصیل سے نہیں بتلائے۔

اور ان تمام پیغمبروں کی اتنی ہی تفصیل بتلائی گئی جتنی ان کی تعلیمات کے تحت قرآن اور حضرت محمد ﷺ کی دعوت کو سمجھنے میں آسانی ہو، اصحابِ کہف، اصحابِ اخدود، فرعون اور اصحابِ فیل کی نافرمانیوں اور قومِ عاد وقومِ ثمود کے واقعات کو اتنا ہی بیان کیا گیا جتنا انسانوں کی اصلاح کے لئے ضروری تھا، ان کے کھنڈرات بھی ان کے قریب موجود تھے۔

چونکہ قرآن مجید سب سے پہلے عرب کے بت پرستوں اور اطراف میں بسنے والی قوموں یہود و نصاریٰ سے مخاطب تھا، اور عرب ہی میں قرآن نازل ہو رہا تھا اس لئے دوسرے ممالک کی قوموں کے حالات' ان کی اطاعت اور نافرمانیوں کو نہیں بیان کیا گیا، جو لوگ اپنے علاقے کے لوگوں اور پیغمبروں سے واقف تھے ان ہی کے بارے میں تذکرے کئے گئے؛ تا کہ قرآن کے پیغام کو وہ آسانی سے سمجھ سکیں۔ قیامت تک آنے والے انسانوں کی اصلاح کے لئے جو بھی حالات ان پیغمبروں پر گذرے ہیں ان کی قوموں کے سلوک کو

پیش کر کے انسانوں کی تربیت و اصلاح کے لئے ذکر کیا اور سمجھایا گیا کہ حضرت محمد ﷺ بھی وہی پیغمبروں کی تعلیمات کی دعوت دے رہیں، ان کا دین بھی یہی اسلام تھا۔

حضرت ابراہیمؑ کی دعاء سے مشرکین عرب کو کیا سمجھایا گیا؟

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولاً مِّنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ إِنَّكَ أَنتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ o (البقرہ: ۱۲۹)

ترجمہ: اور اے ہمارے پروردگار! ان میں ایک ایسا رسول بھی بھیجنا جو انہی میں سے ہو، جو ان کے سامنے تیری آیتوں کی تلاوت کرے، انہیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دے اور ان کو پاکیزہ بنائے، بیشک تیری' اور صرف تیری ذات وہ ہے جس کا اقتدار بھی کامل ہے، جس کی حکمت بھی کامل۔

سورۃ البقرہ میں اللہ نے خاص طور پر خانہ کعبہ کی تعمیر کے وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام نے مل کر جو مشترکہ دعاء کی تھی، ان کی دعاء کو بیان کر کے یہ تعلیم دی کہ حضرت ابراہیمؑ نے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو پیغمبر بنا کر مبعوث کرنے کی اس وقت دعاء کی تھی، انہوں نے اللہ کے حکم سے حضرت ہاجرہؓ اور حضرت اسماعیلؑ کو فلسطین سے مکہ کی سرزمین پر کن جذبات اور تمناؤں کے ساتھ لا کر بسایا تھا، تمہارا باپ تمہارے لئے ان کو یہاں بسا کر کیا کیا دعائیں اللہ تعالیٰ سے کی تھیں' ان کا اللہ سے تعلق کیسا زبردست تھا اور ان کی فکر و عقائد کیا تھے اور وہ کیا چاہتے تھے، انہوں نے اس گھر کو توحید کا مرکز، نماز کا مرکز، حج کا مرکز بنایا اور اس گھر کو شرک سے پاک رکھا۔

مگر اب ہزاروں سال گذر جانے کے بعد انہی کی دعاؤں کے قبول ہونے پر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو انہی کی اولاد ہیں ان کو پیغمبر بنا کر تمہیں گمراہی سے بچانے کے لئے بھیجا گیا ہے، تو وہ بھی حضرت ابراہیمؑ ہی کی تعلیمات اور دین کے تحت تم کو خالص توحید اختیار کرنے اور شرک سے توبہ کرنے کی دعوت دے رہے ہیں، اور خالص اللہ ہی کی

عبدیت و بندگی سمجھا رہے ہیں، تو تم اپنے باپ حضرت ابراہیمؑ کو مانتے ہوئے ان سے نسبت دیتے ہوئے اپنے آپ کو ان کی اولاد سمجھتے ہوئے ان کے عقیدہ اور عمل کے خلاف شرک میں مبتلا ہو گئے اور ان کی اولاد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کر رہے ہو۔

حضرت ابراہیمؑ نہ یہودی تھے، نہ نصرانی؛ بلکہ وہ مسلمان تھے

يَـآ أَهْـلَ الْـكِتَـابِ لِـمَ تُـحَـآجُّـونَ فِيٓ إِبْرَاهِيْـمَ وَمَـآ أُنزِلَتِ التَّوْرَاةُ وَالإِنجِيْلُ إِلَّا مِن بَعْدِهٖ أَفَلَا تَعْقِلُوْنَo (اٰل عمران: ٦٥)

ترجمہ: اے اہل کتاب! تم ابراہیمؑ کے بارے میں کیوں بحث کرتے ہو، حالانکہ تورات اور انجیل ان کے بعد ہی تو نازل ہوئی تھیں؛ کیا تمہیں اتنی بھی سمجھ نہیں ہے؟

اسی طرح دنیا میں آج بھی لوگ حضرت ابراہیمؑ کو مانتے اور ان سے نسبت رکھتے ہیں، انہیں بھی سوچنا اور سمجھنا چاہیئے کہ حضرت ابراہیمؑ مسلم تھے، اور ان کی اولاد بھی مشرک نہیں تھی، ان کی اولاد حضرت اسحاقؑ، حضرت یعقوبؑ نے اپنی اپنی اولاد کو خالص اللہ واحد کی عبادت کی نصیحت کی، ان تمام پیغمبروں کی ساری جد و جہد اور لڑائی شرک کو مٹانے پر تھی، یہودیت اور نصرانیت تو حضرت ابراہیمؑ اور حضرت موسیٰؑ کے بہت صدیوں بعد ایجاد کر لی گئی، اس لئے اے لوگو! اگر تم حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ کو مانتے ہو تو ان کے عقائد اور ان کی سچی تعلیمات اور ان کی دعوت کو سمجھو تو تم بھی حضرت ابراہیمؑ کے صحیح ماننے والے بن سکتے ہو، اہل کتاب جو باوجود حضرت ابراہیمؑ کو اپنا پیشوا مانتے ہیں، ان کا احترام کرتے ہیں، وہ بھی ان کی فکر کے خلاف شرک میں گرفتار ہیں، ان کو بھی گویا حضرت ابراہیمؑ کے مجاہدے اور عقائد کو ذہن میں پیدا کرنا ہوگا۔

<u>ابرہہ اور اس کی فوج پر ابابیل کا عذاب آنے کے بعد عرب کئی سالوں تک بت پرستی چھوڑ کر اللہ ہی کو پکارتے تھے، بتوں کو بھول گئے تھے.................؟</u>

پیغمبروں کی دعوت کو قبول نہ کرنے کی اصل وجہ

كُلٌّ كَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ وَعِيدِ ٥ (قٓ:١٤)

ترجمہ: ان سب نے پیغمبروں کو جھٹلایا تھا، اس لئے میں نے جس عذاب سے ڈرایا تھا وہ سچ ہو کر رہا۔

قرآن یہ بتلاتا ہے کہ ہر زمانے میں پیغمبروں نے جب اپنی اپنی قوموں کو بت پرستی سے منع کر کے اللہ کے ساتھ شرک نہ کرنے اور اللہ واحد کی عبادت و بندگی کی دعوت دی تو مشرکین و کفار نے ان کی دعوت کا انکار کیا، انکار کا طریقہ کار بھی ایسا تھا کہ وہ دلیلوں، معجزوں کا جواب باوجود ضمیر کے ماننے کے پتھروں سے اور نعمتوں اور روحانی اخلاق کی تعلیم کا جواب نفرت اور گالیوں سے دیتے رہے، ان کو ذلیل کیا، مارا پیٹا، وطن سے بے وطن کیا، یہاں تک کہ بعض انبیاء کو قتل بھی کر ڈالا، یہی طریقے محمد رسول اللہ ﷺ اور ان پر ایمان لانے والوں کے ساتھ بھی آزمائے گئے، اور یہی سلوک پندرہ سو سالوں سے دنیا کے غیر مسلم ممالک میں حق کی دعوت دینے والوں اور حق پر زندگی گذارنے والوں کے ساتھ جاری ہے۔

شیطان کے بہکاوے میں آکر غیر ایمان والے اپنے معاشرے میں ایسے شخص کا وجود برداشت نہیں کرنا چاہتے جو خالص ایک اللہ کو مانتا ہو اور اسی کی بڑائی میں زندگی گذارتا ہو، جو ان کے عقائد اور اعمال کے بالکل برعکس ہو، جو ان کے سامنے اللہ کی بڑائی بیان کرتا ہو، اور خالص توحید اختیار کرنے، اللہ واحد کی طرف دعوت دیتا ہو، اور کفر، شرک اور اللہ کی نافرمانی و گناہ چھوڑنے، برائی سے دور رہنے اور نیکی کی دعوت دیتا ہو، جو ان کی برائی میں ساتھ نہیں دیتا، جو غلط کو غلط اور صحیح کو صحیح کہتا ہو، اسی طرح باطل نے ہمیشہ حق کی مخالفت کی۔

وہ اپنی دنیا پرستی اور شیطان کے بہکاوے میں گناہوں میں لذت اور مزہ دیکھ کر اندھیرے کو اندھیرا جان کر، ضمیر کی ملامت کرنے کے باوجود انکا ہمیشہ طریقہ یہ رہا ہے کہ ہم اندھوں میں جو آنکھ والا ہے وہ ہماری آنکھیں کھولنے کے بجائے وہ بھی ہماری طرح

اندھا بنا رہے، ہماری بداعمالیوں پر آنکھیں بند رکھے؛ ورنہ ہم اس کی آنکھیں پھوڑ دیں گے، تاکہ بصارت و بصیرت اور نورِ ہدایت جیسی چیزیں ہمارے اطراف اور ہمارے کانوں اور ضمیر تک نہ پہنچیں۔ باطل کبھی بھی اپنی مخالفت برداشت نہیں کرتا، شیطان انسان کو گمراہ کرکے باپ دادا کے دین کو یعنی باطل پرستی پر باقی رہنے کی ترغیب دیتا ہے، تاکہ انسان حق سے دور رہ کر پھر سے جنت میں نہ چلا جائے، یہ مخالفت قیامت تک جاری رہے گی، اس لئے ایمان والے ان حالات میں ناامید نہ ہوں، یہ باطل کے لئے ان کی اَنا کا مسئلہ ہے، یہ حق و باطل کی جنگ ہے، جو رہتی دنیا تک چلتی رہے گی۔

قرآن مجید میں اصحابِ اخدود کے واقعہ میں ایمان والوں کو محض ایمان قبول کرنے پر آگ میں جلا دیا گیا، فرعون نے بنی اسرائیل کے بچوں کا دو مرتبہ قتل عام کیا، مشرکین مکہ نے ایمان قبول کرنے والے صحابہؓ کو دردناک اذیتیں دیں؛ بلکہ شہید تک کر ڈالا، اصحابِ کہف کو محض ایمان قبول کرنے کی وجہ سے قتل کی دھمکیاں دی گئیں، بہت سے نبیوں کو قتل کر دیا گیا۔

بعثت سے قبل مشرکین مکہ نبی ﷺ کو صادق و امین مانتے تھے

پورے مکہ کے معاشرے میں رسول اللہ ﷺ کی ذاتی زندگی سب سے ممتاز اور الگ تھی، آپ ﷺ ہر قسم کے اعمالِ رذیلہ سے پاک تھے، دیانت داری و امانت داری میں آپ صادق و امین کے خطاب سے پکارے جاتے، فیصلوں اور جھگڑوں کے حل کے لئے آپ کو بلایا جاتا تھا، آپ ﷺ کی نبوت ظاہر ہونے سے ایک دن پہلے تک لوگ آپ ﷺ کو کریم ابن کریم اور رحیم ابن رحیم کہتے، قوم آپ ﷺ پر بھروسہ کرکے آپ کے پاس اپنی امانتیں لاکر رکھا کرتی تھیں، سب کو یہ معلوم تھا کہ آپ ﷺ امن پرست' حق پرست' سچائی کے علمبردار، قول و قرار کے پکے، وعدے کے سچے ہیں، اسی وجہ سے نبوت کے اعلان سے پہلے کسی نے آپ ﷺ کو نہیں جھٹلایا۔

حجر اسود کو کعبۃ اللہ کی دیوار میں نصب کرنے کے لئے قریش کے مختلف سرداروں

نے آپ ﷺ کو بڑا بنایا، آپ کی سرپرستی میں حجر اسود کو نصب کیا، نبوت کے فوراً بعد اپنے خاندان کے لوگوں کو صفا پہاڑی پر چڑھ کر اپنے تعلق سے سوال کیا تھا، تو سب نے ایک زبان ہو کر آپ ﷺ کے سچے ہونے کی گواہی دی تھی، اور آپ کی ہر بات پر اعتماد کرنے کا اظہار کیا تھا، مگر جیسے ہی آپ ﷺ نے نبوت کا اعلان کیا، تو یکایک قوم و خاندان کے انہی لوگوں نے آپ ﷺ کو جھوٹا کہنا شروع کر دیا، اور سمجھے کہ یہ جھوٹ بول رہے ہیں، اور خدا کا نام لے کر ہمیں اپنے باپ دادا کے دین سے منحرف کرنا چاہتے ہیں۔

انہوں نے یہ نہیں سوچا کہ جو انسان چالیس سال تک دنیا کے کسی معاملہ میں جھوٹ نہیں بولا، تو کیا وہ یکایک چالیس سال کے بعد خدا کا نام لے کر جھوٹ بات کیوں پیش کرے گا، پھر وہ بھی انسانوں کی فطرت کے مطابق صحیح عقیدہ، صحیح عمل اور صحیح فکر، دلیل کے ساتھ پیش کر رہا ہے اور انسانوں کی زندگیوں کو ہدایت کے نور سے منور کر کے پاک و صاف کرنا چاہتا ہے، اس میں اس کا اپنا کوئی ذاتی مفاد نہیں، خواہ مخواہ وہ جھوٹی تعلیم کیوں دے گا؟

عجیب بات یہ ہے کہ ایسی دعوت و تعلیم کو انسان کیسے جھوٹا کہہ سکتا ہے جس پر انسان کی عقل و فہم اور فطرت سچائی کی گواہی دے رہی ہے اور وہ دلیل کے ساتھ بات پیش کر رہا ہے اور جبکہ انسان دنیا کے مال و دولت کی خاطر تو جھوٹ بول سکتا ہے، مگر پیغمبر انسانوں سے نہ دنیا حاصل کرنا چاہتے تھے نہ اپنا ذاتی مفاد رکھتے تھے، پھر وہ جھوٹ کیوں بولیں گے؟

اخنس بن شریق نے ابوجہل سے پوچھا کہ سچ بتاؤ! محمد (ﷺ) کو تم سچا سمجھتے ہو یا جھوٹا؟ ابوجہل نے کہا: خدا کی قسم! محمد (ﷺ) ایک سچا انسان ہے، آج تک وہ کبھی جھوٹ نہیں بولا، اگر نبوت بھی انہی کے کنبے اور خاندان میں چلی جائے تو ہمارے پاس کیا باقی رہے گا؟

غرض یہ کہ جب تک رسول اللہ ﷺ نے ایمان کی دعوت دینا شروع نہیں کی تھی اس وقت تک ساری قوم آپ کو سچا جانتی اور صادق و امین کے لقب سے پکارتی تھی، مگر جیسے ہی نبوت کا اعلان کیا اور ایک اللہ کی عبادت کی تعلیم اور شرک کی نفی کی تعلیم دی تو ساری قوم دشمن بن کر جھٹلائی، ورنہ جھوٹا کہنے کی ہمت کسی میں نہیں تھی۔ انہوں نے مشورہ کر کے یہ

طے کیا کہ آپ کو جھوٹا کہنے سے قوم نہیں مانے گی، اس لئے یہ کہو کہ وہ جو کچھ پیش کررہے ہیں اُسے جھوٹ قرار دے دو۔

رسول اللہ ﷺ کی سچائی کا ثبوت

فَذَكِّرْ فَمَآ أَنتَ بِنِعْمَتِ رَبِّكَ بِكَاهِنٍ وَلَا مَجْنُونٍ ٥ أَمْ يَقُولُونَ شَاعِرٌ نَّتَرَبَّصُ بِهِۦ رَيْبَ الْمَنُونِ ٥ قُلْ تَرَبَّصُوا فَإِنِّى مَعَكُم مِّنَ الْمُتَرَبِّصِينَ ٥ أَمْ تَأْمُرُهُمْ أَحْلَامُهُم بِهَٰذَآ أَمْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُونَ ٥ (الطور: ۲۹ تا ۳۲)

ترجمہ: لہٰذا (اے پیغمبر!) تم نصیحت کرتے رہو، کیونکہ تم اپنے پروردگار کے فضل سے نہ کاہن ہو، نہ مجنون۔ بھلا کیا یہ لوگ یوں کہتے ہیں کہ "یہ صاحب شاعر ہیں جن کے بارے میں ہم زمانے کی گردش کا انتظار کررہے ہیں"۔ کہہ دو کہ "کرلو انتظار! میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کر رہا ہوں"۔ کیا ان کی عقلیں ان کو یہی کچھ کرنے کو کہتی ہیں، یا وہ ہیں ہی سرکش لوگ۔

اسلام نے مشرکین کو سمجھایا کہ جو انسان کل تک ان ہی کے قبیلے اور شہر میں پیدا ہوا، ان ہی کے درمیان بچے سے جوان ہوا، اور ان ہی کے سامنے ادھیڑ عمر تک پہنچا، جو کسی کے پاس تعلیم حاصل نہیں کیا، نہ کبھی توحید، رسالت اور آخرت کی بات کی، نبی بنائے جانے سے ایک دن پہلے تک بھی وہ نہیں جانتا تھا کہ وہ پیغمبر بنایا جانے والا ہے، جس طرح پہلے انبیاء انسان تھے، وہ بھی انسان ہی ہے، مشرکین کو عقل استعمال کرنے کی تعلیم دی گئی۔

دنیا کے کسی علاقہ میں کوئی اجنبی انسان یکا یک نمودار ہو کر نبی نہیں بنا؛ بلکہ جس طرح دوسرے انبیاء خود ان کی اپنی قوم میں پیدا ہوئے، یہ بھی تمہاری ہی قوم میں پیدا ہوئے، جس طرح دوسرے انبیاء کے اخلاق تمام معاشرے کے انسانوں سے اعلیٰ ترین ہوتے تھے، ان کے اخلاق کو تم اچھی طرح جانتے ہو، سارے معاشرے میں ممتاز ہیں، اور تم خود نبوت ظاہر ہونے سے پہلے ان کو صادق وامین کے لقب سے پکارتے تھے، پھر آخر کیوں ان کو جھٹلا رہے ہو؟

غور کرو کہ ایک ایسا انسان جو اُمّی ہے، کیا وہ اللہ کی ہدایت کے بغیر تم کو فطرت کے

مطابق صحیح عقائد، اخلاق و اعمال کی تعلیم دے سکتا ہے، ان کی گفتگو میں اور اللہ کے کلام میں کیا تم کو فرق نہیں معلوم ہوتا؟

غور کرو کہ ایک انسان اپنی دولت مند بیوی کے ساتھ خوشحال تاجر (بزنس مین) والی زندگی گذار رہا تھا، کیا وہ جان بوجھ کر تمہاری مخالفت کی مصیبت میں مبتلا ہوسکتا ہے؟ جبکہ اس دعوت میں ان کی کوئی نفسانی غرض نہیں ہے، تم کو صحیح راستہ بتلانے کے لئے اپنی تجارت چھوڑ دی، افلاس میں مبتلا ہو گئے، شعب ابی طالب میں تین سال بند ہو کر فاقوں میں مبتلا رہے، قوم دشمن بن کر بے عزتی کرتی ہے' گالیاں دیتی ہے' سارا ملک دشمن بن گیا، اگر وہ دنیا چاہتا اور اللہ کا پیغمبر نہ ہوتا تو خود غرض ہوتا، توڑ جوڑ کر کے اپنا الو سیدھا کر لیتا، نہ اس کو بادشاہی چاہئے' نہ دولت' حکومت و عورت اور سرداری چاہئے، صرف اور صرف تمہاری کامیابی اور بھلائی چاہئے، وہ تم سے کوئی معاوضہ لئے بغیر صرف تمہاری دنیا اور آخرت کو سنوارنا چاہتا ہے، پھر بھی تم بیوقوف بن کر اس کا انکار کر رہے ہو، ان کو صرف تمہارے خسارے اور نقصان کی فکر ہے۔ غور کرو کہ وہ جس چیز کی دعوت دے رہے ہیں اسی کے مطابق عمل کر کے زندگی کے لئے نمونہ اور مثال بنے ہوئے ہیں، ان کے قول و فعل میں تضاد نہیں، وہ تم سب کے لئے مثالی بنے ہوئے ہیں، کیا کوئی اُمّی انسان تم کو فطری اعمال کی تعلیم دے سکتا ہے؟ کچھ تو عقل سے کام لو۔

رسول ﷺ کو سچا جان کر بھی اُنہیں پیغمبر ماننے سے انکار کی وجہ

فَقَدْ لَبِثْتُ فِيكُمْ عُمُراً مِّن قَبْلِهِ أَفَلاَ تَعْقِلُونَ ٥ (یونس: ١٦)

ترجمہ: آخر اس سے پہلے بھی تو میں ایک عمر تمہارے درمیان بسر کر چکا ہوں، کیا پھر بھی تم عقل سے کام نہیں لیتے؟

انسانی تاریخ یہ بتلاتی ہے کہ ہر زمانے میں پیغمبروں کی دعوت قبول کر کے حق پر ایمان لانے میں حسب ذیل وجوہات رکاوٹ تھیں، اور آج ایمان و اسلام قبول کرنے

والوں کے لئے یہ چیزیں رکاوٹ بن رہی ہیں۔

قریش کے لوگ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں ہونے سے بنو اسماعیل کہلاتے تھے، جو تمام قبیلوں، تمام عربوں میں ان کا بڑا مقام تھا، اور پھر کعبہ تمام عربوں میں بت پرستی کا مرکز بنالیا گیا تھا، اور قریش چونکہ کعبۃ اللہ کے مجاور و خدمت گذار، مذہبی لوگ سمجھے جاتے تھے، اور پھر ابرہہ اور اس کی فوج پر اللہ کا عذاب آنے سے پورے عرب میں ان کا رعب و دبدبہ اور عزت بہت بڑھ گئی تھی، کہ لوگ سمجھے کہ غیبی قوت ان کے ساتھ ہے، چنانچہ قریش کے لوگوں کا مقام و مرتبہ ان کے نزدیک پیرزادوں، مرشدوں اور پنڈتوں جیسا تھا، گویا تمام عربوں میں وہ چودھراہٹ کا مقام رکھتے تھے، ہر جگہ ان کی حفاظت کی جاتی، عزت واحترام کیا جاتا، تواضع وانکساری سے سلوک ہوتا تھا، کوئی ان کو لوٹنے کی ہمت نہیں کرتا تھا۔

حج اور عمرہ کی وجہ سے عرب کے تمام قبیلوں سے ان کا تعلق بہت گہرا تھا، سارا عرب خوف اور ڈر اور بھوک میں رہتا، مگر قریش سکون، اطمینان اور بے خوفی کے ساتھ سارے عرب میں سفر کرتے، تجارت کے لئے جاتے اور سکون کی نیند سوتے تھے، چنانچہ چار محترم مہینے ہونے کی وجہ سے مکہ ایک بین الاقوامی تجارت کا مرکز بن گیا تھا، اور ہر علاقے کے لوگ خاص طور پر حج کے ایام میں یہاں آتے جاتے تھے۔ قریش کو تجارت وغیرہ کے لئے جن جن راستوں سے گذرنا تھا ان راستوں کے تمام قبائل سے قریش کے دوستانہ تعلقات اور معاہدات تھے، اور ان کے ساتھ سود کا کاروبار خوب چلتا تھا، جس کی وجہ سے اکثر قبائل کے تاجر اور سردار قریش کے تحت کاروبار میں جکڑے ہوئے تھے۔

ان تمام حالات میں رسول اللہ ﷺ کی دعوت توحید ان کو ایک طرف باپ دادا کی اندھی تقلید اور بیوقوفی و گمراہی کو ثابت کر رہی تھی، اور دوسری طرف رسول اللہ ﷺ کی دعوت کو قبول کرنے پر سارے عرب قبائل میں عزت، مقام و مرتبہ اور معاشی مفاد برباد ہونے کا اندیشہ نظر آرہا تھا، اور سمجھ رہے تھے کہ دوسرے قبائل میں ان کی عزت باقی نہیں رہے گی۔

چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے جب قرآن پیش کیا اور مختلف دلائل اور آفاق وانفس کی

نشانیوں سے سمجھایا تو باوجود وہ اپنے ضمیر و عقل اور فطرت سے محمد رسول اللہ ﷺ کی دعوت کو حق اور سچ جانتے ہوئے اور بت پرستی دراصل ہماری گمراہی ہے' باپ دادا کی اندھی تقلید ہے' سمجھ رہے تھے، جس کے لئے ہمارے پاس کوئی سند اور دلیل ہی نہیں، ہم اللہ کے ساتھ شرک میں مبتلا ہیں، جان گئے تھے، مگر اسلام کی توحید اور محمد بن عبداللہ (ﷺ) کو رسول مان کر دعوت قبول کرنا' ان کے نزدیک مذہبی چودھراہٹ اور معاشی بربادی کے لئے بہت بڑا خطرہ' گھاٹا اور خسارہ نظر آرہا تھا، وہ سمجھ رہے تھے کہ اگر محمد بن عبداللہ کی دعوت کو مان لیتے ہیں تو تمام عرب کی مخالفت مول لینا پڑے گا اور تمام عرب ہمارے دشمن بن جائیں گے، کعبۃ اللہ کی مجاوری سے ہاتھ دھونا پڑے گا، ڈر وخوف کے ساتھ زندگی گذارنا پڑے گا، اور سود کا کاروبار اور تجارت کے معاہدات اور تعلقات سب ختم ہو جائیں گے، ہمارے تجارتی قافلوں کو ان کے راستوں سے گذرنا مشکل ہو جائے گا اور قافلے لوٹ لئے جائیں گے، ہم بھی دوسرے قبائل کی طرح بھوک اور خوف کی نیند سوئیں گے، معیشت تباہ ہو جائے گی، اور تمام عرب قبائل قریش کو کعبہ کی مجاوری چھوڑنے پر مجبور کر دیں گے، ہماری چودھراہٹ اور مقام و مرتبہ سب ختم ہو جائے گا۔

یہی چیز ہر زمانے کے دولتمند' صاحبِ اقتدار اور اثر و رسوخ رکھنے والوں میں بھی شیطان نے پیدا کی، جس کی وجہ سے وہ حق کو حق جاننے اور ضمیر و فطرت کا اس کو ماننے کے باوجود اختیار نہیں کیا، جان بوجھ کر مخالفت کی اور مخالفین کا ساتھ دیا، اس طرح کے حالات قیامت تک انسانوں کے لئے آسکتے ہیں۔ حضرت ابوطالب نے بھی محض سرداری کی خاطر قوم کے طعنوں کے ڈر سے ایمان قبول نہیں کیا۔

قریش نے آخر کار تنگ آکر رسول اللہ ﷺ کو دین کی دعوت سے روکنے کے لئے مختلف حربے استعمال کئے، مادّی پیشکش کی اور دولت' حکومت' اقتدار و سرداری' حسین و جمیل عورت سے نکاح وغیرہ کا لالچ دے کر روکنا چاہا، یہاں تک کہ قرآن میں کچھ تبدیلی کر کے پیش کرنے کا مطالبہ بھی کیا، اس میں ناکام ہوئے تو ایمان قبول کرنے والوں کو لوٹا، مارا پیٹا' قتل تک کیا، پھر شعب ابی طالب میں بند کر کے بائیکاٹ کیا، آخر میں آپ ﷺ کو قتل

کرڈالنے کا منصوبہ بنایا، مگر رسول اللہ ﷺ نے ان کو سمجھایا کہ تم میری دعوت کو قبول کرلو، عرب اور عجم تمہارے تابع ہو جائیں گے، مگر محض دنیا کی لالچ کی چمک دمک اور مقام و مرتبہ اور اقتدار نے ان کو حق قبول کرنے سے روکے رکھا۔

قرآن مجید نے ان کو بڑی حکمت کے ساتھ سورۂ فیل اور سورۂ قریش کے ذریعہ عقل دی، ان دونوں سورتوں میں ان کو سمجھایا گیا کہ غور کرو آج تم کو جو عزت اور مقام و مرتبہ ملا ہے اور تم عزت وسکون کے ساتھ سارے عرب میں سفر کرتے ہو، سارا عرب بھوک وخوف کے ساتھ رات گذارتا ہے، اور تم بے خوف پیٹ بھر کھا کر سکون کی نیند سوتے ہو، یہ سب عطا اور عزت و مقام و مرتبہ کس کی وجہ سے ملا ہے......کس نے دیا؟

اللہ نے اس گھر کو اپنے پیغمبر حضرت ابراہیمؑ جو تمہارے باپ تھے' جن سے تم نسبت بتلاتے ہو، انہی سے تعمیر کروایا، اور تم کو حضرت ابراہیمؑ نے کن جذبات اور تڑپ کے ساتھ لاکر یہاں بسایا، جس کی وجہ سے تم کو اس گھر کی خدمت کا موقع ملا، یہ گھر حضرت ابراہیمؑ تعمیر کرتے وقت اس کو بتوں سے پاک رکھنے اور توحید کا مرکز بنانے کا جذبہ رکھتے تھے، وہ مشرک نہیں تھے، نہ یہودی تھے، نہ عیسائی؛ بلکہ مسلم اور میرے مطیع وفرمانبردار بندے تھے، انہوں نے اور ان کی اولاد نے توحید کی دعوت دی اور توحید ہی پر قائم رہے۔

آج تم ان کی نسبت اور تعلق میں اس گھر کی خدمت اور مجاوری کی وجہ سے پورے عرب قبائل میں عزت' مقام و مرتبہ اور فائدہ حاصل کر رہے ہو۔ سوچو اس گھر کے مالک نے ابرہہ اور اس کی فوج کو تباہ و برباد کر کے اس گھر کی حفاظت کیسے کی اور اس کو یہ مرکزیت کا مقام اور اتنا مقدس کس نے بنایا؟ لوگوں کے دلوں میں اس گھر کی عزت و احترام کس کی طرف سے ڈالی گئی؟ دنیا بھر کے پھل پھلاری' غذائیں کیا تمہاری تدبیر سے آرہی ہیں؟ کیا یہ تمہارے باپ حضرت ابراہیمؑ کی دعاؤں کی قبولیت سے اللہ عطا نہیں کر رہا ہے؟ اس بے یارومددگار وادی میں دنیا بھر کا مال وتجارت کا سامان کھچا کھچ جو چلا آرہا ہے، اور یہاں زمزم کے میٹھے پانی کا مسلسل انتظام کس نے کیا؟ کیا یہ تمہاری کوشش اور

منصوبہ ہے، یہ اللہ کی عطا اور دین نہیں؟ جس مالک نے اس گھر کو بنایا اور اپنے فضل وعطا سے اس گھر کو محترم بنایا اور دنیا بھر کی نعمتیں و برکتیں جس مالک نے یہاں رکھی جس کی خدمت سے تم کو عزت اور مقام و مرتبہ عطا فرمایا۔

آج محمد رسول اللہ ﷺ تم کو اسی گھر کے مالک رب اور آقا کی طرف دعوت دے رہے ہیں، تو تم محمد رسول اللہ ﷺ کا انکار کر رہے ہو، اور ان کا انکار کر کے گویا تم اس گھر کے رب کا انکار کر رہے ہو، اس گھر کو ابرہہ اور اس کے لشکر سے تم نے بچایا یا اللہ نے بچایا؟ جب وہ ابرہہ کی طاقتور فوج کو معمولی پرندوں اور کنکریوں سے ہلاک کر دیا تو تمہاری دولت' سرداری اور مقام وعزت اللہ کے سامنے کوئی حیثیت نہیں رکھتے، ابرہہ کے لشکر کی تباہی کو اپنی آنکھوں سے دیکھنے کے باوجود تم دنیا پرستی اور دنیا کی خاطر خدا پر نگاہ رکھنے اور خدا ہی سے عزت و ذلت کا عقیدہ رکھنے کے بجائے اس گھر کی خدمت کرتے ہوئے دنیا کے فائدے اٹھاتے ہوئے غرور و تکبر میں گھر کے مالک ہی کا انکار کر رہے ہو اور انکار کر کے سب سے پہلے تم ہی باغی بن رہے ہو، اور شیطان کے بہکاوے میں باطل خیالات رکھ کر شرک سے چپکے ہوئے ہو، جبکہ تمہارے باپ حضرت ابراہیمؑ کو شرک سے سخت نفرت تھی۔

سوچو جس مالک کے گھر کی نسبت سے تم کو یہ مقام ملا ہے، بھلا اسی خدا کے بھیجے ہوئے دین اور پیغمبر کی اطاعت و پیروی کرتے ہی تم برباد کیسے ہو جاؤ گے؟ دنیا کی وقتی عزت تھوڑی دولت اور چودھراہٹ کی خاطر تم حق کا انکار کر کے گمراہی میں مبتلا رہنا چاہتے ہو، کیا تمہارے پاس کوئی اس بات کی ضمانت ہے کہ تمہارا یہ مال' مقام و مرتبہ اور امن وسکون اس کے سوا کوئی دوسرا تمہیں دے سکتا ہے؟ وہ اگر یہ سب چھین لے تو کوئی تمہیں بچانے والا نہیں، وہی عزت کا دینے والا ہے اور وہی ذلت میں مبتلا کرنے والا ہے، سب کچھ اسی کے ہاتھ میں ہے، وہ اگر کسی کی حفاظت کرنا چاہے تو کوئی دوسرا نہیں جو اس کی حفاظت سے چھڑا سکے اور سہارا دے سکے، اگر وہ ابرہہ کے وقت مدد نہ کرتا تو تمہاری عزت اور شان وشوکت پورے عرب میں بربادی ہو جاتی، قرآن نے انہیں سمجھایا کہ یہ دنیا

کی زندگی چند روزہ ہے، حقیقی زندگی آخرت کی زندگی ہے۔

قرآن نے انہیں بار بار سمجھایا کہ دنیا کی چند روزہ مختصر زندگی کی خاطر ہمیشہ ہمیشہ کی زندگی کو برباد مت کرلو، دنیا کی زندگی میں انسان خواہ کتنا ہی مالدار ہو، کتنا ہی عیش و آرام اور عزت والا ہو، کتنا ہی مقام و مرتبہ والا ہو، بہر حال اسے مرنا ہے اور دنیا چھوڑنا ہے، اس مختصر و عارضی زندگی کی خاطر ہمیشہ ہمیشہ کا عیش برباد مت کرلو، عقلمند اور سمجھدار انسان اس قسم کا سودا نہیں کرتا، چند روزہ زندگی سے محبت نہیں کرتا، وہ چند روزہ زندگی کی تکالیف کو برداشت کر کے اللہ کی رضا حاصل کر کے آخرت میں ہمیشہ ہمیشہ کی کامیابی، سکون، راحت و عزت اور مقام و مرتبہ حاصل کرنا چاہتا ہے، اور دنیا کی زندگی کے مقابلے آخرت کو ترجیح دیتا ہے، کیونکہ وہ جانتا ہے کہ دنیا فانی اور مختصر ہے اور آخرت باقی ہمیشہ رہنے والی ہے، دنیا کا عیش کمتر اور عارضی ہے، آخرت کا عیش اعلیٰ اور ہمیشہ کا ہے، اس لئے انہیں سمجھایا گیا کہ صرف دنیا کی چند روزہ چمک دمک کی خاطر شرک کے مقابلے توحید کا انکار مت کرو اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاکر ان کی اطاعت کرو، ورنہ آخرت کی ہمیشہ کی زندگی میں تم کو اس کا بہت بُرا انجام دیکھنا پڑے گا، اس لئے آخرت کو دنیا پر ترجیح دو اور قربان کرو، دنیا کی معمولی متاع اور زینت ہمیشہ تمہارے پاس نہیں رہے گی، وہ اللہ جب چاہے اُسے دوسرے کو منتقل کر سکتا ہے، اس لئے آخرت کے مقابلے تم جو سودا کر رہے ہو، وہ گھاٹے، خسارے اور نقصان کا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں انسانوں کے چھ گروہ تھے

پہلا گروہ آزاد تھا، ماں باپ خاندان و قبیلے کی مخالفت کے باوجود، مال و دولت کی پرواہ نہ کر کے سب کچھ چھوڑ کر ایمان قبول کر رہا تھا، اور اپنے ماں باپ جائیداد سے محروم ہو رہا تھا۔

دوسرا گروہ غلاموں، کمزوروں، لونڈیوں، باندیوں، خدمت گذاروں اور مفلس لوگوں کا تھا جو اپنے سرداروں کی پرواہ نہ کر کے ایمان قبول کر رہے تھے، اس پر ان کے سرداران کو

ہر قسم کی سزائیں دے کر ان پر ظلم وزیادتی کر رہے تھے، یہاں تک کہ بعض کو قتل بھی کر دیا، ان کے پاس غلامی سے آزاد ہونے اور چھٹکارہ پانے کی استطاعت نہیں تھی، دوسرے مالدار لوگ خرید کر ان کو آزاد کر رہے تھے۔

تیسرا گروہ ان لوگوں کا تھا جو ایمان قبول کرنے اور ایمان کی مخالفت کرنے والوں کا غیر جانبداری سے جائزہ لے رہے تھے کہ آخر ان پر کیوں ظلم کیا جا رہا ہے اور ان کو کس بات پر ظلم وزیادتی کی جا رہی؟ ان کو کس چیز کی دعوت دی جا رہی ہے؟ اور ان کے سرداران کو کس چیز سے روک رہے ہیں؟ اس گروہ میں تکالیف اور مصیبتیں جھیلنے کی قوت نہیں تھی، وہ حالات سے حق کو پہچان رہا تھا، سچائی سمجھ رہا تھا، مگر مصیبت مول لینا نہیں چاہتا تھا، یہی گروہ جب اسلام کو غلبہ ملا تو جوق در جوق اسلام میں داخل ہو گیا، مگر ان کی کیفیت وہ نہیں تھی جو صحابہ کرامؓ کی تھی۔

چوتھا گروہ‘ وہ تھا جو باقاعدہ باہر سے آنے والوں‘ مسافروں اور حاجیوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دور رکھنا چاہتا تھا، اور رسول اللہ ﷺ اور آپ کی دعوت کو گمراہی و بے دینی بتلا رہا تھا، اسلام کی ہر طرح سے مخالفت کر رہا تھا، باپ دادا کے دین یعنی آبائی دین کو چھوڑنا نہیں چاہتا تھا، اور رسول اللہ ﷺ سے متاثر ہونے والوں کو گمراہ کرنا چاہ رہا تھا۔

پانچواں گروہ یہود کا تھا، مدینہ ہجرت کرنے کے بعد سب سے پہلے یہود میں تعصب‘ حسد‘ جلن اور غصہ پیدا ہوا کہ آخری نبی بنو اسماعیل میں کیوں آئے، بنی اسرائیل میں کیوں نہیں آئے؟ اُمّی انسان کو نبوت کیوں دی گئی؟ ان کے پاس آخری نبی کی نشانیاں اور پہچان سب کچھ موجود تھا، انہوں نے محض تعصب کی وجہ سے پیغمبر کا انکار کیا، حق کو مٹانا چاہا۔

چھٹا گروہ منافقین کا تھا، انہیں ایمان والوں کی ترقی و کامیابی پر حسد و جلن تھی، وہ یہود اور ایمان والوں‘ دونوں طرف سے فائدہ اٹھانا چاہتے تھے، عیسائی حضرت عیسیٰؑ کے غلو میں اور ان کے عقیدہ کے باطل ہونے پر رسول اللہ ﷺ پر ایمان نہیں لائے۔

اگر ہم جائزہ لیں گے تو قیامت تک انسانوں میں اسی طرح کے چھ گروہ ہو سکتے

ہیں جو مختلف وجوہات کی بناء پر یا تو حق کو پہچاننے کے بعد مجبور رہیں گے، یا تکالیف اور مصیبت میں مبتلا ہونا نہیں چاہیں گے، یا معاشی اعتبار سے مال و جائیداد اور مقام و مرتبہ سے محروم ہونا نہیں چاہیں گے، یا پھر ایمان قبول کر کے ظاہر نہیں ہوں گے، یا تکالیف جھیلتے رہیں گے، ظلم برداشت کرتے رہیں گے، یا پھر ضمیر کی آواز کے خلاف حق کو حق اور سچائی جان کر بھی اسلام کی مخالفت کریں گے، اور لوگوں کو گمراہ کر کے اسلام سے دور رکھیں گے۔

حضور ﷺ پر کسی سے علم حاصل کرنے کا الزام

حضور اکرم ﷺ کی زندگی کے دو پہلو مشرکین مکہ کے سامنے بالکل ظاہر تھے۔

(۱) رسول اللہ ﷺ بے پڑھے لکھے تھے، کسی سے تعلیم حاصل نہیں کی تھی۔

(۲) آپ ﷺ کے اخلاق کا کوئی آدمی مقابلہ نہیں کر سکتا تھا۔

مشرکین مکہ یہ بات اچھی طرح جانتے اور دیکھ رہے تھے کہ آپ ﷺ نے اپنی چالیس سالہ زندگی بکریاں چرا کر یا تجارت کے ذریعہ گذارے ہیں، لکھنا پڑھنا بالکل نہیں جانتے، کسی کے پاس تعلیم حاصل ہی نہیں کی اور نہ کسی ایسے انسان کی صحبت میں رہے جو پچھلی آسمانی کتابوں کا ماہر پیشوا تھا یا ان کتابوں پر گفتگو کرنا سکھاتا تھا، اور چالیس سالہ عمر تک آپ ﷺ نے نہ اپنے کسی رشتہ دار یا دوست احباب اور پڑوسی سے وحی کی باتوں کا کچھ تذکرہ کیا یا سمجھایا، یا وحی کی باتوں کی تحقیق و تیاری میں تھے، جیسے کسی انسان کو شاعر، مقرر، واعظ، ادیب، لیڈر یا استاد بننا ہو تو وہ ابتداء ہی سے اپنے ملنے والوں میں اس عنوان کی باتیں کرتا ہے اور اپنے اعمال سے اس کے اثرات ناقص انداز ہی میں صحیح ظاہر کرتا ہے، کبھی وحی کے چند الفاظ تک آپ ﷺ کی زبانِ مبارک سے ظاہر نہیں ہوئے، آپ ﷺ کو صرف بکریاں چرانے کا فن آتا تھا، کبھی آپ ﷺ نے پچھلی قوموں کے حالات، علم وادب میں ایمان، اعمال صالحہ یا اخلاق رذیلہ یا نیکی اور گناہ کی کوئی ادنیٰ سی بھی گفتگو نہیں پیش کی، اور نہ ایسے مباحثوں میں اور ماحول میں اٹھے بیٹھے یا شریک ہوئے، نہ آپ کے قریب

ترین دوست اور رشتہ دار بھی کبھی آپ سے اس فکر و تعلیم کے تذکرے سنے۔

سارا مکہ رسول اللہ ﷺ کو صادق و امین کہتا اور سچا مانتا تھا، جب انہوں نے آپ ﷺ کو جھوٹا کہا تو محسوس کیا کہ ہم ان کو جھوٹا ثابت نہیں کر سکتے، تو آپ ﷺ کی نبوت کے انکار کی ایک شکل یہ نکالی کہ کوئی شخص یا جن ہے جو محمد ﷺ کو یہ سب باتیں سکھا رہا ہے، حالانکہ مکہ تو کیا پورے عرب میں تو کیا دنیا کے کسی ملک اور شہر میں اس قابلیت کا کوئی ایک انسان بھی نہ تھا، جس کی طرف اشارہ کر کے یہ کہا جا سکتا کہ یہ محمد ﷺ کو قرآن مجید کی باتیں بتلا رہا ہے، پھر یہ بھی ہمیں غور کرنا چاہئے کہ اگر کوئی انسان اتنا قابل عرب معاشرے میں ہوتا تو وہ پورے معاشرے میں گمنام چھپا ہوا کیسے رہتا؟ مشہور و معروف ہو جاتا، وہ اتنا زبردست علم اپنے پاس رکھ کر خاموش نہ رہتا، پھر محمد ﷺ کے علاوہ دوسرے انسان یا مذہب کے بڑے بڑے عالم اس انسان سے فائدہ کیوں نہیں اٹھائے؟ جبکہ عرب کے سارے لوگ بڑے بڑے شعراء، مقررین، ادیبوں اور لیڈروں سے اچھی طرح واقف بھی تھے، اور ان سے اکثر لوگ فائدے اٹھاتے اور ان کے چیلے بنے ہوئے تھے، پھر جنات تو زیادہ تر عاملوں اور جادوگروں کے ساتھ رہتے ہیں، ہمیشہ ان کے شیاطین برائی اور گمراہی سکھاتے، وہ انسانوں کے خیر خواہ کیسے ہو سکتے ہیں؟ وہ تو انسانوں کے دشمن بنے ہوئے ہیں، اس لئے گمان اور وہم سے صرف الزام لگا دینے سے یہ بات کیسے ثابت ہو گی؟ یہ تو صرف ان کا وحی اور نبوت کے انکار کا ایک بہانہ اور الزام تھا۔

قرآن مجید کو جھٹلانے کا طریقہ اختیار کیا

بَلْ كَذَّبُوْا بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ فَهُمْ فِيْٓ أَمْرٍ مَّرِيْجٍ ٥ (سورۃ قٓ: ۵)

ترجمہ: دراصل انہوں نے سچ کو اسی وقت جھٹلا دیا تھا جب وہ ان کے پاس آیا تھا، چنانچہ وہ متضاد باتوں میں پڑے ہوئے ہیں۔

پھر جب مشرکین مکہ نے آپ کو جھوٹا ثابت کرنے میں ناکامی محسوس کی اور قوم کے

نہ ماننے کو جانا تو کہا کہ یہ تو سچے انسان ہیں، مگر یہ جو کلام پیش کررہے ہیں وہ جھوٹا کلام ہے، کلام کو جھوٹ کہہ کر انکار کردیا۔

لیکن ان کو کلامِ الٰہی کو بھی جھوٹا ثابت کرنے میں ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا، وہ یہ دیکھ رہے تھے کہ ان کے بڑے بڑے شاعر اور ادیب یا غیر عرب لوگ اس جیسا کلام پیش کرنے میں ناکام ہیں، صرف اتنا ہی نہیں بلکہ وہ اس کلام کو سن کر متاثر ہورہے ہیں۔

کعبۃ اللہ پر سورہ کوثر کو چیلنج کے طور پر لکھ کر لٹکا دیا گیا کہ اس جیسی ایک ہی سورۃ بنا کر لاؤ، تو خود انہی کا سب سے بڑا شاعر لبید بن عبادہ نے رات کے وقت آکر اس سورۃ کے ختم پر لکھ دیا کہ "ما ھٰذا کلام البشر"۔ یہ کسی انسان کا کلام نہیں ہے۔

وہ محسوس کررہے تھے کہ اس کلام کی فصاحت و بلاغت کا ہمارے شاعر اور ادیب مقابلہ نہیں کرسکتے اور کلام کی خطابت کا انداز ہمارے مقرر نہیں لاسکتے، ہر سننے والا متاثر ہوکر اس کا دیوانہ بن رہا ہے اور بغیر سنے نہیں رہ پاتا، اس کلام کی تلاوت اور لحن کے سامنے ہماری موسیقی ہیجان اور مردہ ہے، اس کلام کی تلاوت سے مردہ و بے جان روحانی مریض جاگ رہے ہیں، اس لئے انہوں نے باہر سے آنے والوں کو کان میں روئی یا انگلیاں رکھنے اور کلام کو سننے سے منع کیا تھا، لیکن مخالفت کرنے کے باوجود خود چپکے چپکے رات کے اندھیروں میں دیوار کی آڑ سے سردار ہونے کے باوجود سن کر لذت اور مزہ لیتے تھے، انہوں نے خاص طور پر حضرت ابوبکر صدیقؓ کو اپنے گھر کے صحن میں تلاوتِ قرآن بلند آواز سے کرنے سے منع کردیا تھا، اور کہا کہ اندرونی کمرے میں آہستہ تلاوت کریں، اس لئے کہ ہمارے بچے اور عورتیں سب متاثر ہورہے ہیں، اور آکر اطراف میں بیٹھ کر سن رہے ہیں۔

آج بھی جب یہ کلام ریڈیو، ٹی وی، انٹرنیٹ پر آڈیو یا ویڈیو میں پیش کیا جاتا ہے تو اس کی قراءت اور تلاوت کی آواز و لحن سے غیر مسلم باوجود کلام کے الفاظ کے معنٰی نہیں معلوم' صرف تلاوت ہی سے متاثر ہوکر روتے ہیں، ان کے آنکھوں سے آنسو خود بخود جاری ہوجاتے ہیں، یا انہیں بار بار سننے کو جی چاہتا ہے، دنیا کی کسی دوسری مذہبی کتاب کے

صرف پڑھنے میں بھی یہ کشش، اثر اور جاذبیت نہیں ہے، یہ صرف کلام الٰہی ہونے کی وجہ سے انسانوں کے لئے کشش اور جاذبیت ہے، اسی لئے یہ اس کی سچائی کا ثبوت ہے۔

کیا کھوٹے کلام میں یہ اثر ہوسکتا ہے؟ کیا جھوٹے کلام پر عمل کرنے سے برسوں کی جہالت و گمراہی دور ہوسکتی ہے؟ صلح حدیبیہ کے بعد جب مکہ کے مشرکین مدینہ آکر اپنے رشتہ داروں کے ساتھ رہنے لگے تو انہوں نے مسلمانوں کی زندگیوں میں زمین و آسمان کا فرق پایا، اور سوچا کل تک یہ لوگ زانی، شرابی، جواری، ڈاکو اور قاتل سب کچھ تھے، آج یہ اتنے بدل گئے ہیں کہ ہم ان کو فرشتے جیسا دیکھ رہے ہیں، ان میں اتنا بڑا انقلاب کیسے آگیا؟ یہ دراصل قرآن مجید کی تعلیمات کا اثر ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دی ہیں، ان تین سالوں میں جتنے مشرکین مکہ اور دوسری قبائل کے لوگ مسلمان ہوئے، شروع کے دس سالہ مکی دعوتی دور میں اتنے لوگ مسلمان نہیں ہوئے، اس لئے مشرکین کو قرآن مجید کو جھٹلانا بھی ثابت نہیں ہوا، وہ ناکام ہوگئے۔

مجنون کہہ کر پیغمبری کا انکار کیا گیا

مَآ أَنتَ بِنِعْمَةِ رَبِّکَ بِمَجْنُونٍ ٥ وَإِنَّ لَکَ لَأَجْراً غَيْرَ مَمْنُونٍ ٥ وَ إِنَّکَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيمٍ ٥ فَسَتُبْصِرُ وَيُبْصِرُونَ ٥ بِأَيِّكُمُ الْمَفْتُونُ ٥ (سورة القلم: ٢ تا ٦)

ترجمہ: اپنے رب کے فضل سے تم دیوانے نہیں ہو۔ اور یقین جانو! تمہارے لئے ایسا اجر ہے جو کبھی نہیں ہوگا۔ اور یقیناً تم اخلاق کے اعلیٰ درجے پر ہو۔ چنانچہ تم بھی دیکھ لوگے اور یہ لوگ بھی دیکھ لیں گے کہ تم میں سے کون دیوانگی میں مبتلا ہے۔

مجنون انسان کا حال دنیا کا کم سے کم عقل رکھنے والا جانتا ہے کہ وہ بے سوچے سمجھے کچھ بھی بکواس کرتا ہے، اس کی کسی بات میں نصیحت اور دلیل نہیں ہوتی، وہ خود ہوش میں نہیں رہتا، پھر رسول اللہ ﷺ جو دعوت اور تعلیم پیش کر رہے تھے، وہ فطرت اور عقل کے مطابق تھی، اس میں کسی قسم کی بکواس اور بے دلیل بات نہیں تھی کہ کل کچھ کہا ہو اور آج کچھ، ہمیشہ

ایک ہی دعوت دیتے رہے، پھر جو کچھ دعوت دے رہے تھے، باوجود تکالیف ومشکلات کے اس پر خود عمل کر کے بھی دکھا رہے تھے، بھلا مجنون ہوتے تو قول وفعل میں تضاد کیوں نہیں تھا؟ جاہل گمراہ بدکردار انسان کیا کسی مجنون کی تعلیم سے اعلیٰ تمدن اخلاق حسنہ سے آراستہ ہوسکتے ہیں، آپ ﷺ کی صحبتوں سے جو لوگ تربیت پا رہے تھے ان کی زندگی اور مشرکین کی زندگیوں میں رات دن اندھیرے اجالے کا فرق پیدا ہو رہا تھا، کل تک جو شراب' زنا' قتل وخون کا عادی بنا ہوا تھا، وہ انتہائی اعلیٰ اخلاق اور اعمالِ صالحہ اختیار کر رہا تھا، خدا کی بڑائی اور تعظیم میں زندگی گذارنے والا بن رہا تھا، اس کی بات چیت ملاقات' اہل وعیال کے ساتھ سکون انسانوں پر رحم محبت خیر خواہی کا جذبہ ان میں کیسے پیدا ہو رہا تھا، کیا یہ کسی مجنون انسان کی تعلیمات اور تربیت سے ہوسکتا ہے؟ کیا مجنون انسان' لوگوں کو عقل وفہم کی بات بتلا سکتا ہے، کیا مجنون انسان کسی کو تہذیب وتمدن سکھا سکتا ہے؟ یہ سوائے ہٹ دھرمی کے اور کچھ نہیں مجنون کہہ کر بہانہ بنا کر رسالت کا انکار تھا۔

پیغمبروں سے معجزوں کا مطالبہ کیا جاتا تو انہیں کیا جواب ملتا؟

إِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلاَفِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَآيَاتٍ لِّأُولِی الألْبَابِ o (ال عمران: ۱۹۰)

ترجمہ: بیشک آسمان اور زمین کی تخلیق میں اور رات دن کے باری باری آنے جانے میں اُن عقل والوں کے لئے بڑی نشانیاں ہیں۔

پچھلے زمانوں میں جب لوگ پیغمبروں اور کتابِ الٰہی کی سچائی کو جاننے کے لئے پیغمبروں سے معجزے دکھانے کا مطالبہ کرتے تھے، تو قرآن نے بار بار انسانوں کو کائنات کی مخلوقات میں غور وفکر کرنے کے لئے **تتفکرون، تعقلون، تتدبرون** کے الفاظ سے عقل سے کام لینے کی تعلیم دی ہے، اور سمجھایا کہ انسانوں کے اطراف خود اللہ کے بڑے بڑے معجزے ہیں، وہ ان پر غور وفکر کرلیں تو آسانی سے اللہ کی قدرت سمجھ میں آسکتی ہے،

نطفہ سے جانداروں کی پیدائش، مردے سے زندہ اور زندہ سے مردہ نکلنا، آلہ اور مشین کے بغیر جاندار کے پیٹ میں اعضاء بننا، سورج، چاند، زمین و آسمان، ہوا پانی، درخت، یہ سب اللہ تعالیٰ کے بڑے بڑے معجزے ہیں، انسان جس طرح سورج، چاند، ہوا، پانی، جانور، نباتات اور جمادات بنانے اور بغیر ستونوں کے سہارے کے آسمان جیسا وسیع و عریض چھت بنانے سے مجبور ہے، اسی طرح قرآن مجید جیسا معجزہ بنانے اور پیش کرنے سے بھی عاجز و مجبور ہے، اس جیسا معجزہ قیامت تک کوئی نہیں لاسکتا۔

کائنات کی مخلوقات کے مقابلے چمتکار اور غیر فطری چیزوں کو بتلانے کا مطالبہ کرنا عقلمند انسانوں کا کام نہیں، جب بھی پیغمبروں کے ذریعہ معجزے ظاہر کئے گئے تو انسان ان پر حق کی سچائی ماننے کے بجائے الٹا جادو کہہ کر انکار کر دیا اور شیطان نے ان کو اس طرح گمراہ کیا کہ وہ باغی بن گئے۔ رسول اللہ ﷺ سے بھی معجزہ ظاہر کرنے کا مطالبہ کیا گیا، اس کی تفصیل سورۂ بنی اسرائیل کی آیات ۹۰ تا ۹۳ میں بیان کی گئی ہے۔

ترجمہ: ’’اور وہ کہتے ہیں کہ ہم تم پر اس وقت تک ایمان نہیں لائیں گے جب تک تم زمین کو پھاڑ کر ہمارے لئے ایک چشمہ نہ نکال دو۔ یا پھر تمہارے لئے کھجوروں اور انگوروں کا ایک باغ پیدا ہو جائے، اور تم اس کے بیچوں بیچ زمین کو پھاڑ کر نہریں جاری کر دو۔ یا جیسے تم دعوے کرتے ہو آسمان کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے اُسے ہم پر گرا دو، یا پھر اللہ کو اور فرشتوں کو ہمارے آمنے سامنے لے آؤ۔ یا پھر تمہارے لئے ایک سونے کا گھر پیدا ہو جائے، یا تم آسمان پر چڑھ جاؤ اور ہم تمہارے چڑھنے کو بھی اس وقت تک نہیں مانیں گے جب تک تم ہم پر ایسی کتاب نازل کر دو جسے ہم پڑھ سکیں۔ (اے پیغمبر!) کہہ دو کہ سبحان اللہ! میں تو ایک بشر ہوں جسے پیغمبر بنا کر بھیجا گیا ہے، اس سے زیادہ کچھ نہیں۔‘‘

اب پیغمبروں کا سلسلہ بند ہو چکا ہے، معجزے تو ظاہر نہیں ہوں گے، اللہ نے انسانوں کو سائنس کے علم میں ترقی دے کر اپنی قدرت کو سمجھنے کا آسان موقع عطا کر دیا، اور غیر فطری چیزوں میں چمتکار دیکھنے کے بجائے کائنات کی چیزوں میں ریسرچ کر کے اللہ کی

قدرت کو پہچاننے کا آسان راستہ کی تعلیم دی اور غور وفکر کرنے کا سبق دیا، اللہ کو معجزات کے ظاہر کرنے میں کوئی مجبوری نہیں، وہ تو ہر چیز پر ہر طرح سے قادر ہے، پیغمبروں کا سلسلہ بند ہو جانے کے بعد اب حق کو سمجھنا اور ایمان لانا ہو تو عقل وفہم کا صحیح استعمال کرنے کی تعلیم دی گئی اور مخلوقات میں اپنی بہت ساری صفات کو ظاہر فرمایا، ان پر غور وفکر کرنے سے انسان سمجھ سکتا ہے کہ اللہ جیسی قدرت کسی میں نہیں، حق کو پہچاننے کے لئے معمولی چیزوں میں چمتکار دیکھنے کے بجائے اپنے اطراف بڑے بڑے عظیم الشان معجزے اللہ نے رکھے ہیں، تمہارا ضمیر اس کا انکار نہیں کرسکتا، وحی کی تعلیم میں کائنات کی نشانیوں میں وحی کی پاکیزہ زندگی میں اور نبی کے تربیت یافتہ لوگوں میں نورِ حق نظر نہ آئے تو پہاڑوں کے اڑنے، زمین کے پھٹنے مردوں کے قبروں کے نکلنے میں کیا نور اور روشنی پائیں گے۔

وَلَوْ أَنَّ قُرْاٰناً سُيِّرَتْ بِهِ الْجِبَالُ أَوْ قُطِّعَتْ بِهِ الْأَرْضُ أَوْ كُلِّمَ بِهِ الْمَوْتٰى بَل لِّلّٰهِ الْأَمْرُ جَمِيْعاً. (سورۃ الرعد: ۳۱)

ترجمہ: اور اگر کوئی قرآن ایسا بھی اُترتا جس کے ذریعہ پہاڑ اپنی جگہ سے ہٹادئے جاتے، یا اس کی بدولت زمین شق کردی جاتی (اور اس سے دریا نکل پڑتے) یا اس کے نتیجے میں مردوں سے بات کرلی جاتی، (تب بھی یہ لوگ ایمان نہ لاتے)، حقیقت تو یہ ہے کہ تمام تر اِختیار اللہ کا ہے۔

انسان فطرتاً اپنے بڑوں اور حاکم کی غلامی کرتا ہے

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ فَازَ فَوْزاً عَظِيْماً o (سورۃ الاحزاب: ۷۱)

ترجمہ: اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے، اس نے وہ کامیابی حاصل کرلی جو زبردست کامیابی ہے۔

دنیا کی اس زندگی میں انسان کی دو حالتیں ہیں، پہلی یہ کہ انسان جس ملک میں پیدا ہوتا ہے اس ملک کے بادشاہ کو اس ملک کا مالک مان کر زندگی گذارتا ہے، اگر وہ اپنے ملک کے بادشاہ کو مالک نہ مانے اور اس ملک میں رہنے والے کسی عام انسان کو بادشاہ مانے اور

اسی کی غلامی کرے تو یہ اس انسان کی غداری اور بغاوت کہلائے گی۔

دوسری حالت یہ ہے کہ دنیا کی انسانی حکومتیں اپنے ملک کے مختلف علاقوں میں اپنے نمائندہ حاکم یا گورنر کو مقرر کرتی ہے اور عوام کو پابند کیا جاتا ہے کہ وہ حکومت کو مان کر اس کے حاکم یا گورنر کی اطاعت میں حکومت کے قانون پر چلیں، اس اطاعت کو حکومت کے ساتھ وفاداری اور فرمانبرداری سمجھا جاتا ہے، اگر کوئی حکومت کو تو مانے اور اس حکومت کے منتخب کردہ نمائندہ کو نہ مانے اور نمائندہ کی نافرمانی کرتے ہوئے حکومت کے قانون کے خلاف چلے یا غیر قانونی انسان کے بنائے ہوئے غلط قانون پر چلے، یا حکومت کے قانون کا انکار کرے، یا زندگی گذارنے میں نفس کی مرضی اور چاہت پر چلے' تو یہ سب انسان کی حالتیں غداری' بغاوت اور نافرمانی مانا جائے گا۔ (مثال رہبری کے لئے ہے برابری کے لئے نہیں۔)

اسی طرح اللہ تعالیٰ ہی کائنات کا اکیلا مالک اور شہنشاہ ہے اور ہر مخلوق اسی کے ضابطے اور قانون زندگی پر چلتی ہے، اس نے انسان اور جن کو بھی اپنی اطاعت و غلامی میں زندگی گذارنے کے لئے پیدا کیا ہے اور دوسری مخلوقات کے مقابلے امتحان کی خاطر انہیں اپنی مرضی سے اطاعت و غلامی کی آزادی و اختیار دیا ہے اور اپنے نمائندہ پیغمبر کو بھیج کر انسان کو خود اپنی مرضی اور چاہت سے اپنے جسم اور زندگی کے ہر گوشے میں زندگی گذارنے کا ضابطہ اور قانون اپنے نمائندہ کے ذریعہ نازل کیا ہے، اور اسی کے مطابق دنیا کی زندگی میں زندگی گذارنے کا حکم دیا ہے، تو ایسی صورت میں اس کے پیغمبر کے لائے ہوئے ضابطے اور قانون کی پابندی وفاداری اور فرمانبرداری کرنا اللہ کی عبدیت و بندگی ہے۔

اللہ کے نازل کردہ قانون کو نہ ماننا اپنے خود ساختہ یا کسی گمراہ پیشوا اور رہنما کے ضابطے و قانونِ زندگی پر زندگی گذارنا اللہ کے ساتھ بغاوت' غداری اور کھلی نافرمانی ہے، اس لئے کہ ساری کائنات اللہ کی ملک اور حکومت ہے اور ساری کائنات پر اللہ کی حکومت ہے۔

دنیا کی انسانی حکومت میں اگر کوئی انسان حکومت کے نمائندہ کو نہ مان کر یا حکومت

کے قانون کے خلاف اپنے علاقے میں اپنا قانون نافذ کرے، اور حکومت کے نمائندہ کا انکار کرے تو یہ حکومت کا انکار ہوگا، تو حکومت ایسے انسان کو گرفتار کر کے جیل میں ڈال دیتی اور سزا دیتی ہے۔ انسان بھی اللہ کی زمین پر رہتے ہوئے اللہ کے آسمان کے نیچے سوتے ہوئے اللہ کی نعمتیں استعمال کرتے ہوئے اللہ کا بندہ وغلام ہوتے ہوئے، وہ اللہ کو نہ مانے؛ بلکہ اللہ کی جگہ کسی دوسرے کو اپنا مالک اور پروردگار مانے یا مالک کے نمائندہ کو نہ مانے یا مالک کی۔ ملکیت پر اپنا قانون نافذ کر کے زندگی گذارے تو یہ غداری اور بغاوت کہلائے گی، اگر کوئی ایسا کرے تو وہ اللہ کو بڑا کہتے ہوئے یا اللہ کو مالک مانتے ہوئے اللہ کو بڑا اور مالک نہیں مان رہا ہے، چاہے وہ زبان سے ہزار بار اللہ کو مالک اور بڑا ہی کیوں نہ مانے۔ اس لئے کہ اللہ کو مالک اور بڑا مان رہے ہو تو فطرتاً مالک کے نمائندہ پیغمبر کی نقل میں مالک کے نازل کردہ قانون زندگی کو اختیار کر کے زندگی گذارنا ایمان کی علامت اور وفاداری' فرمانبرداری' غلامی' عبدیت وبندگی ہے۔

اللہ تعالیٰ دنیا میں بظاہر نظر نہیں آتا اور انسان کو اپنے احکام وقانون بتلانے پیغمبر کو ذریعہ اور واسطہ بنایا، اور انسانوں کو پیغمبر کی اطاعت کرنے کا حکم دیا، اور سمجھایا کہ پیغمبر کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہوگی۔

جو انسان اللہ کی اطاعت کرنا چاہتا ہے وہ اس کے نمائندہ پیغمبر کی اطاعت کرے، ورنہ جس نے پیغمبر کی جان بوجھ کرنا فرمانی کرے وہ اللہ کی نافرمانی کہلائے گی۔ جس طرح انسانی حکومتوں میں گورنر خود حکومت کے قانون کا پابند ہوتا ہے اور عوام کو بھی حکومت کے قانون کی پابندی کا حکم دیتا ہے، اسی طرح پیغمبر بھی خود اللہ کے قانون کی پابندی کرتا ہے اور اللہ کے بندوں کو بھی اللہ کے احکام وقانون کی پابندی کا حکم دیتا ہے۔

دنیا کی زندگی میں انسان اپنے امیر' پیر ومرشد اور باپ دادا کی فطرتاً اطاعت کرتا ہے، نافرمانی سے ڈرتا ہے، پیغمبر تو ان تمام رشتوں سے بڑے ہیں، اس لئے ان کو مان کر ان کی اطاعت کرنا فطرتاً لازمی وضروری ہے۔

پیغمبر کی اتباع آنکھ بند کر کے کیوں کریں؟

اللہ تعالیٰ نے دنیا کے نظام کو چلانے کے لئے انسانی زندگی کے ہر شعبہ کے ماہرین پیدا کئے، انسان اور جانور کے علاج کے ماہر ڈاکٹر، عمارتوں کے ماہر انجینئر، تالابوں اور مشین بنانے کے ماہر انجینئر، ریسرچ کرنے والے سائنس دانوں کو پیدا کیا، اسی طرح وہ انسان کی روح پر محنت کرنے اور روحانیت سکھانے والے ماہر پیغمبروں کو بنایا۔

انسان کی یہ بھی فطرت بنائی کہ وہ ہر شعبہ کے ماہرین سے ہدایت حاصل کرتا ہے اور آنکھیں بند کر کے ان پر بھروسہ واعتماد کرتا ہے اور ان کے کہنے کے مطابق عمل کرتا ہے، اگر کوئی ڈاکٹر یہ کہہ دے کہ فلاں چیز آپ کے لئے نقصان دہ ہے تو اُسے کبھی نہیں کھاتا، یہ نہیں پوچھتا کہ کیوں نقصان دہ ہے، آخر وجہ کیا ہے؟ مجھے تو اس چیز میں بہت لذت ونشہ محسوس ہوتا ہے اور مستی پیدا ہوتی ہے، بلکہ اگر ڈاکٹر کہہ دے کہ شراب یا سگریٹ فوراً بند کرو، تو وہ فوراً بند کر دیتا ہے۔

اسی طرح اللہ نے انسان کی روحانیت کی حفاظت اور تندرستی کے ماہر پیغمبروں کو بناتا ہے اور ان کے ذریعہ انسان کو زندگی گذارنے اللہ کی معرفت کے ساتھ حرام وحلال کے ضابطے وقانون کا علم دیتا ہے، جس طرح انسان ڈاکٹر، وکیل، انجینئر اور سائنس دانوں کی بات پر آنکھ بند کر کے مکمل اعتماد کرتا ہے اور ان کے مشوروں ہی میں فائدہ تصور کرتا ہے، ان کے مشوروں کے خلاف چلنے میں نقصان کا عقیدہ رکھتا ہے۔

اسی طرح اللہ کے پیغمبر پر آنکھ بند کر کے مکمل اور کامل اعتماد اور بھروسہ کر کے پیغمبر کی ہدایات پر عمل کرے، تب ہی وہ دنیا میں اللہ کی رحمت میں رہتے ہوئے عزت دار اور برکتوں والی زندگی گذار سکتا ہے، اور ایمان کے ساتھ تقویٰ وپرہیزگاری کرتے ہوئے دنیا سے آخرت کی کامیاب زندگی گذار کر جا سکتا ہے، جب انسان کو مادّی زندگی کے ہر شعبہ میں ماہرین اور تربیت یافتہ انسانوں کی ضرورت ہے اور دنیا کی مادّی چیزوں میں جس طرح وہ ہدایت ورہنمائی کا محتاج ومجبور ہے تو روحانی اور آخرت میں کامیابی کی ضرورتوں کی

رہنمائی کیا اسے نہیں چاہیے؟ جبکہ اللہ تعالیٰ انسان کو دنیا کی مادی چیزوں کی رہنمائی کا پورا پورا انتظام کیا ہے، سمندروں، جنگلوں، ریگستانوں میں بھٹکنے سے بچایا، جسمانی بیماریوں میں حیوانات کی بیماریوں میں بچانے کے طریقے اور علم دیا ہے، تو پھر وہ انسان کی روحانی بیماریوں کو دور کرنے اور اسے اخلاقی زندگی میں صحت مند بنانے کے طریقے اور علم کیوں نہیں دے گا؟ بیشک اسی وجہ سے اس نے روحانیت کے ماہر پیغمبروں کا انتظام کیا جو انسانوں کی مادی ضرورتوں سے زیادہ سب سے بڑی ضرورت ہے، مادی چیزوں کا نقصان تو دنیا میں زندگی باقی رہنے تک ہی ہوتا ہے، مگر روحانی اخلاقی زندگی میں ناکامی اور نقصان دنیا کا بھی ہے اور آخرت میں ہمیشہ ہمیشہ کا ہے، اس لئے پیغمبر کا انکار کر کے ہمیشہ ہمیشہ کے گھاٹے اور خسارے سے محفوظ رہنا چاہیے۔

پیغمبروں کی سچائی کا ثبوت

أُبَلِّغُكُمْ رِسَالاَتِ رَبِّيْ وَأَنصَحُ لَكُمْ وَأَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لاَ تَعْلَمُونَ ٥ أَوَ عَجِبْتُمْ أَن جَآءَكُمْ ذِكْرٌ مِّن رَّبِّكُمْ عَلٰى رَجُلٍ مِّنكُمْ لِيُنذِرَكُمْ وَلِتَتَّقُوْا وَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ٥ (سورۃ الاعراف: ۶۲،۶۳)

ترجمہ: میں تمہیں اپنے رب کے پیغامات پہنچاتا ہوں اور تمہارا بھلا چاہتا ہوں، مجھے اللہ کی طرف سے ایسی باتوں کا علم ہے جن کا تمہیں پتہ نہیں ہے۔ بھلا کیا تمہیں اس بات پر تعجب ہے کہ تمہارے رب کی نصیحت ایک ایسے آدمی کے ذریعہ تم تک پہنچی ہے جو خود تم ہی میں سے ہے؛ تا کہ وہ تمہیں خبردار کرے، اور تم بدعملی سے بچ کر رہو، اور تا کہ تم پر (اللہ کی) رحمت ہو؟

پیغمبر کی سچائی کی دلیل یہ بھی ہے کہ ان کی ہر بات انسان کے عقل وفہم کو متاثر کرتی ہے، ضمیر اندر سے ان کی تصدیق کر کے انسان کو اپنی غلطی بیوقوفی کا احساس دلاتا ہے اور دنیا میں جو بھی حالات ہوتے ہیں، ان کی تمام باتوں پر گواہ اور سند ہوتے ہیں، جیسے رسول ﷺ نے مشرکین مکہ کے لئے فرمایا جو انہوں نے بائیکاٹ کا معاہدہ کعبۃ اللہ میں لٹکایا، اس کو

دیمک کھا گئی سوائے باسمہٖ تعالیٰ کے، معراج کے وقت بیت المقدس کے بارے میں جتنے سوالات کیئے وہ سب من وعن حضور اکرم ﷺ نے سچے جواب بتلائے۔

پیغمبر جن باتوں کی پیشین گوئی کرتا ہے اسی کے مطابق ظاہر ہوتی ہیں، حضرت عیسیٰؑ نے جتنی بشارتیں رسول اللہ ﷺ کے بارے میں بتلائیں وہ سب سچ ثابت ہوئیں، حضور اکرم ﷺ آئندہ آنے والے جن جن حالات کی پیشین گوئی فرمائی وہ سب انسان ہر زمانے میں ظاہر ہوتے دیکھ رہے ہیں، مثلاً آج بکریاں چرانے والے انسانوں کی عمارتیں آسمان سے باتیں کر رہی ہیں، قیامت کے قریب انسانوں کا قتل زیادہ ہوگا، عورتوں کی کثرت ہوگی، شراب کو نام بدل کر پیا جائے گا، سود عام ہوجائے گا، مسجدیں بھری ہوں گی، مگر خشیت سے خالی رہیں گی وغیرہ۔

غیر پیغمبر اس طرح سے پیشین گوئی نہیں کرسکتا، کاہنوں کی بہت سی باتیں غلط ہوتی ہیں، پیغمبر کے اخلاق اس معاشرے کے تمام انسانوں سے الگ اور اعلیٰ وعمدہ ہوتے ہیں، وہ اپنی طبیعت اور اعمال میں سب سے ممتاز اور الگ ہوتا ہے، وہ بچپن ہی سے بری عادتوں اور بدکرداری سے محفوظ ومعصوم رہتا ہے، وہ پیغمبر ظاہر ہونے سے پہلے ہی سے خودغرض اور مفاد پرست نہیں ہوتا؛ بلکہ سب کا خیر خواہ اور ہمدرد ہوتا ہے، کوئی کام صرف اپنے فائدہ کے لئے نہیں کرتا، کمزور' مظلوم اور ضرورتمند ومحتاج لوگوں کا ساتھ دیتا ہے، نہ کوئی کام نام ونمود اور شہرت وعزت حاصل کرنے کے لئے کرتا ہے، وہ اپنے اور غیر کا تعصب نہیں رکھتا، ہمیشہ انصاف اور عدل کی بات کرتا ہے، اس کو دولت جمع کرنے کی یا لوگوں پر حکومت کرنے کی آرزو اور تمنا نہیں ہوتی، نہ کوئی اُسے لالچ دے کر اس کو اپنی دعوت سے روک سکتا ہے۔

وہ اللہ سے ڈرتا ہے اور اللہ ہی سے نفع ونقصان کا عقیدہ رکھتا ہے، اور اللہ ہی سے مدد مانگتا ہے، وہ اکیلا معاشرے میں کھڑا ہوکر باطل کے خلاف حق کی دعوت دیتا ہے، وہ اپنی محنت اور دعوت پر یا تربیت پر کوئی معاوضہ نہیں لیتا، سب کا بے لوث خیر خواہ بنا رہتا ہے، لوگوں کو اپنے سے تعلق پیدا کروا کر اللہ سے جوڑتا ہے، خود بھی اور انسانوں کو بھی اللہ ہی کی

بڑائی میں چلنے کی تعلیم دیتا ہے، گذرے ہوئے انبیاء علیہم السلام کی مخالفت نہیں کرتا، ان کی تصدیق وتائید کرتے ہوئے ان کی تعلیمات کے خلاف چلنے والوں کی اصلاح کرتا ہے۔

پیغمبروں کے قول وفعل میں تضاد نہیں ہوتا، وہ جو کہتا ہے خود اس پر عمل کرتا ہے، وہ صرف انسان کی کامیابی ونجات کے لئے محنت کرتا ہے اور لوگوں کی جہالت اور ظلم و زیادتی کو برداشت کر کے تکلیف جھیلتا ہے، عام انسانوں کی طرح بچپن سے بے شعور، کم عقل اور غلطیاں کرنے والا نہیں ہوتا، اس کی عقل وفہم' سوچ وخیالات اور جذبات و اخلاق سب کچھ اپنے معاشرے کے انسانوں سے بہت ہی اعلیٰ اور عمدہ ہوتے ہیں، ان کو دیکھنے ہی سے یہ معلوم ہوجاتا ہے کہ یہ عام انسان نہیں، جیسے کچرے میں ہیرا چمکتا ہے، عام انسان غلط دیکھ سکتا ہے، غلط سن سکتا ہے، غلط سوچ سکتا ہے، اپنے تجربہ اور عمر کے لحاظ سے تجربہ حاصل کر کے آہستہ آہستہ درست ہوتا ہے، مگر اللہ تعالیٰ پیغمبر کی شروع ہی سے حفاظت کرتا ہے اور غلط سوچنے' غلط سمجھنے اور گمراہ ہونے سے بچائے رکھتا ہے، وہ گمراہی سے سچائی کی طرف نہیں آتا؛ بلکہ شروع ہی سے حق پرست اور سچا وعقلمند ہوتا ہے، فطرتاً نفرت اور اچھائی کو پسند کرنے والا ہوتا ہے۔

پیغمبر توحید کی دعوت ایسے فطری انداز میں دیتا ہے کہ انسان ضمیر سے عقل وفہم سے اُسے مان لیتا ہے، مثلاً قرآن انسانوں سے کہتا ہے کہ تمہارے بنائے ہوئے معبود ایک مکھی تک نہیں بنا سکتے، مکھی اگر کوئی چیز ان کے سامنے سے لے جائے تو چھڑا بھی نہیں سکتے، ان سے مانگنے والا بھی کمزور اور وہ بھی کمزور، تم جس سے دعاء مانگ رہے ہو اس کی مثال ایسی ہے کہ پانی سے کہو تمہارے منہ تک خود بخود آجائے وہ کبھی نہیں آئے گا، آخرت پر سمجھاتا ہے کہ زمین کو ہر گرما میں مردہ بنا کر بار بار اللہ زندہ کرتا ہے۔

وحی کے تعلق سے سمجھاتا ہے کہ اگر تم سچے ہو تو اس جیسی ایک سورۃ بنا لاؤ، وہ انسانوں کو سمجھاتا ہے کہ کیا اندھا اور آنکھ والا برابر ہو سکتے ہیں؟ مردہ وزندہ اور اندھا و بینا برابر نہیں ہوتے۔ اس کتاب (قرآن) کو نہ ماننا گویا تم اندھے اور مردہ ہو، چلتی پھرتی لاش

کی مانند ہو، اندھیرے میں اندھوں کی طرح بھٹک رہے ہو۔

سمندروں میں سفر کرتے وقت تم پر مصیبت آ جائے تو کس کو پکارتے ہو، وہاں سب باطل معبودوں کو بھول کر صرف اللہ واحد کو پکارتے ہو، پھر خشکی پر آ کر کفر کرتے ہو، معبودانِ باطل کا شکر ادا کرتے ہو۔

نبوت ورسالت اور وحی انسان کی فطری ضرورت ہے

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُولُهُ أَمْراً أَن يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ وَمَن يَعْصِ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالاً مُّبِيناً o (سورة الاحزاب: ٣٦)

ترجمہ: اور جب اللہ اور اس کا رسول کسی بات کا حتمی فیصلہ کر دیں تو نہ کسی مؤمن مرد کے لئے گنجائش ہے نہ کسی مؤمن عورت کے لئے کہ ان کو اپنے معاملے میں کوئی اختیار باقی رہے، اور جس کسی نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی وہ کھلی گمراہی میں پڑ گیا۔

انسان کو اللہ تعالیٰ دنیا کی اس امتحان گاہ میں اپنی عبادت واطاعت کے لئے پیدا کیا، اور وہ بندہ ہونے کے ناطے فطری طور پر اپنے مالک ہی کی عبدیت و بندگی کرنا اس پر لازم ہے، بندہ ہو کر اپنے آقا کی غلامی میں زندگی گذارنا لازم ہے، دنیا میں سب سے بڑا اور پہلا امتحان یہ ہے کہ وہ اپنے مالک کو بغیر دیکھے پہچانے، اس کی معرفت حاصل کرے، پھر اسی کی اطاعت و بندگی کرے، اگر انسان کو اپنے مالک کی وحی کے ذریعہ صحیح معرفت نہیں ملے گی تو اس کا عقیدہ خراب ہو کر اس کی اطاعت و بندگی مخلوقات سے جڑ جائے گی اور وہ اپنے مالک کی مرضیات کے خلاف زندگی گذارے گا۔ اس لئے انسان کو سب سے پہلے اللہ کی پہچان حاصل کرنا ضروری ہے، اس کے بعد زندگی کے ہر شعبے میں اللہ کی مرضی کے مطابق اطاعت و بندگی کرنے کے لئے اپنے مالک کے احکام وحی سے معلوم ہونا بھی ضروری ہے، تب ہی اس کی عبدیت و بندگی خالص اللہ کے لئے ہوگی۔

انسان اپنی عقل وفہم سے خود بخود اللہ کی معرفت حاصل نہیں کر سکتا، اس لئے کہ

اللہ اس کو نظر نہیں آتا، پھر اپنی عقل وفہم یا دنیا کے علوم سے اللہ کی مرضیات کہ وہ کن کن کاموں کے کرنے کا حکم دیا ہے اور کن کن کاموں سے روکا ہے، کونسی چیزیں اس کے لئے حلال رکھی گئیں اور کونسی چیزیں حرام رکھی گئیں معلوم نہیں کرسکتا، اگر انسان کے پیشوا اور فلسفی اس کو اپنی عقل وفہم سے اللہ کا تعارف کروائیں گے اور زندگی کا ضابطہ اور قانون بنا کر دیں گے تو وہ انسان کے لئے گمراہی اور نقصاندہ ثابت ہوگا، اس لئے کہ ہر انسان ان کے بتلائے ہوئے علم سے متفق نہیں ہوسکتا، اس لئے کہ انسان خود انسان کی فطرت کے تقاضوں سے واقف نہیں ہوتا، اور پھر انسان خود جب اللہ کو نہیں دیکھے ہیں تو خدا کا خیالی تعارف کیسے کرواسکتے ہیں، وہ جو بھی ضابطہ اور قانون بنائیں گے، اس میں تعصب‘ یکطرفہ انداز اپنے ماننے والوں کی طرفداری‘ مخالف لوگوں پر ظلم اور فطرت کے خلاف ہوگا، وہ انسان کے لئے قابل عمل نہ ہوگا، ناقص و ناکارہ اور غلط علم ہوگا، اس میں وہم و گمان اور اندازے کی باتیں زیادہ ہوں گی۔

اس لئے یہ بات ضروری ہے کہ جب دنیا انسانوں کے لئے امتحان کی جگہ ہے اور اللہ تعالیٰ نے بغیر دیکھے پہچان کر اللہ کو ماننے کی شرط رکھی ہے تو اللہ تعالیٰ انسانوں میں سے اپنے کسی خاص بندہ کو منتخب کرکے خود اپنا تعارف اور پہچان کروائے اور انسانوں کا خالق ہونے کے ناطے سارے انسانوں کی فطرت کے مطابق ضابطہ اور قانون‘ پیغمبر پر کتاب نازل کرکے عطا کرے۔

اللہ تعالیٰ‘ انسانی بادشاہوں کی طرح مجبور محتاج اور عاجز نہیں

دنیا کا انسانی بادشاہ جو وقتی اور مختصر مدت کے لئے حکومت کرتا ہے وہ معمولی عزت و شان وشوکت رکھتے ہوئے شہروں اور گاؤں میں عوام کو جمع کرکے خود آکر اپنے احکام اور قوانین براہ راست عوام کو نہیں سناتا، بلکہ وہ اپنے کسی وزیر یا خاص نمائندہ سے کسی کو واسطہ بنا کر پہنچاتا ہے، اللہ تعالیٰ تو شہنشاہِ کائنات ہے، اس کا تقابل کسی انسانی بادشاہ سے نہیں کیا

جا سکتا۔ (مثال رہبری کے لئے برابری کے لئے نہیں) اس کی بادشاہت وقتی و عارضی نہیں، وہ ہر چیز پر ہر طرح سے قادر ہے، بغیر کتاب، بغیر اسکول و مدرسہ، بغیر استاد کے وہ تو سوائے انسان و جن کے ہر ایک مخلوق کو فطری ہدایت دے کر اپنی پہچان کروا کر زندگی کا ضابطہ اور قانون ان کی فطرت میں ودیعت کر کے پیدا کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ بڑا حکیم و دانا ہے، اس کے مقام و مرتبہ اور منصب کے لحاظ سے ہر انسان اس کے سامنے جا کر بات نہیں کر سکتا، جب اس نے دنیا کو امتحان گاہ بنایا ہے تو اپنی حکمت و مصلحت سے انسانوں ہی میں سے عمدہ و اعلیٰ قسم کے انسانوں کو منتخب کر کے ان کو پیغمبر بنا کر ان پر وحی کے ذریعہ انسانوں کی ہدایت کا انتظام کیا ہے اور انسانوں کی فطرت کے مطابق زندگی کا ضابطہ و قانون نازل کیا ہے؛ تاکہ انسان اپنے مالک کو صحیح پہچان کر اس کے قانون کے مطابق زندگی کے ہر شعبے میں اسی کی خالص عبدیت و بندگی کرے، اگر وحی، نبوت اور رسالت کا طریقہ نہ رکھتا تو انسان شیطان کے حوالے ہو کر اپنی آخرت برباد کر لیتا، اور زندگی کے ہر شعبے میں شیطان کی ترغیبات پر گمراہی میں زندگی گذارتا اور دنیا سے ناکام چلا جاتا، اس لئے وحی، نبوت اور رسالت انسانوں اور جنات کے لئے فطری ضرورت ہے۔

جس طرح انسان کے لئے ہوا، پانی اور غذاء ضروری ہے اور وہ ان چیزوں کا مرنے تک محتاج رہتا ہے، اس کے بغیر جسم کی حفاظت نہیں کر سکتا، اسی طرح نبوت اور رسالت اور وحی الٰہی، پانی اور غذاء سے زیادہ اہم اور ضروری ہے، ان کے بغیر وہ اپنی روحانی اور اخلاقی زندگی میں زندہ نہیں رہ سکتا، چلتی پھرتی لاش بن کر بیمار رہتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی معرفت، منشاء اور مرضیات کو معلوم کرنے کا واحد اور صرف ایک ہی راستہ ہے، وہ صرف اللہ کے منتخب پیغمبر و نمائندہ ہے، ان کے علاوہ انسانوں کے گمراہ پیشوا اور مذہبی رہنما انسانوں کی اس فطری ضرورت کو پورا نہیں کر سکتے، انسانوں کے گمراہ پیشوا انسانوں کو موت کے حالات، میدانِ حشر کے حالات، جنت و دوزخ کے حالات وہاں کی نعمتیں اور سزاؤں کی تفصیل بالکل نہیں بتلا سکتے، تخلیق آدم نہیں سمجھا سکتے، فرشتوں کی حقیقت نہیں

بتلائیں تو غلط تعلیم دے کر دیوی دیوتا بنا دیتے ہیں، شرک اور توحید صحیح نہیں سمجھا سکتے۔

نبی اور رسول' اللہ کے خاص منتخب بندے ہوتے ہیں، وہ اللہ کے نمائندہ بن کر زمین پر رہتے ہیں اور اللہ ان پر فرشتوں کے ذریعہ وحی نازل کرتا ہے، پیغمبر انسانوں تک وحی الٰہی پہنچا کر اللہ کے احکام سے واقف کرواتے ہیں، اور زندگی گذارنے کا طریقہ سکھاتے ہیں، فرشتے چونکہ نور سے پیدا کئے گئے ہیں، وہ وحی الٰہی (قرآن مجید) جو نور ہے' اللہ سے بغیر یاد کئے نور ہونے کے ناطے اخذ کرتے ہیں اور پیغمبر جو بشر ہوتے ہیں ان کا دل نورانی ہوتا ہے' ان میں جذب کر دیتے ہیں، پیغمبر کو بھی یاد کرنے اور پڑھنے کی ضرورت نہیں۔

انسان کو وحی پر عمل کرنے لئے ماڈل اور نمونہ چاہئے

يَآ اَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُونُوۡا مَعَ الصّٰدِقِيۡنَ ٥ (سورۃ التوبہ: ۱۱۹)

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سچے لوگوں کے ساتھ رہا کرو۔

اللہ تعالیٰ انسان کو نقّال بنا کر پیدا کیا ہے، چنانچہ انسان کی اولاد بھی ماں باپ کی نصیحت اور لکچر سے زیادہ ان کے عمل کو دیکھ کر نقل کرتی ہے۔

انسان کی فطرت بھی اللہ نے ایسی بنائی کہ وہ کوئی عمل' کوئی ہنر صرف خود سے کتاب پڑھ کر نہیں سیکھتا؛ بلکہ کسی استاد سے کتاب کا علم حاصل کرتا ہے اور اس کے عمل کو دیکھ کر اس علم پر عمل کرتا ہے، اور ہنر میں کوئی ڈاکٹر صرف کتاب پڑھ کر علاج نہیں سیکھتا اور نہ کرتا؛ بلکہ سینئر ڈاکٹر کے ساتھ پریکٹس کر کے اس کو مریض کا علاج کرتا ہوا دیکھ کر نقل میں علاج کرنا سیکھتا ہے، جونیئر وکیل سینئر وکیل کے ساتھ رہ کر پریکٹس کرتا اور وکالت سیکھتا ہے۔

انسان کی یہ بھی ایک عادت ہے کہ وہ اگر چوروں کے ساتھ رہے تو چوری کرنا سیکھتا ہے، غنڈوں کے ساتھ رہے گا تو دادا گیری' ظلم وزیادتی وغیرہ سیکھتا ہے، لیڈروں کے ساتھ رہ کر لیڈری سیکھتا ہے، نیک اور صالح لوگوں کے ساتھ رہ کر نیک اور صالح بنتا ہے، ناچ گانے والوں کے ساتھ رہے تو ناچ گانے کا عادی بنتا ہے، انسان نے پرندہ کو ہوا میں اڑتا ہوا دیکھ کر

ہوائی جہاز بنالیا، مچھلی کو پانی میں تیرتا ہوا دیکھ کر پانی کے جہاز بنا لئے، خود بھی پانی میں تیرنا سیکھ گیا، اللہ نے انسانوں کی فطرت کے مطابق پیغمبروں کو انسان و جنات کے لئے وحی کا علم سمجھانے اور اس پر عمل کرنے کے لئے استاد و نمونۂ تقلید بنا کر دنیا میں پیدا کیا، یعنی انسانوں کو وحی الٰہی کا علم ان سے سمجھ کر اس کے مطابق اپنی عبدیت و بندگی کا نمونۂ عمل بتلانے رکھتا ہے، تاکہ انسان و جنات پیغمبروں سے علم سیکھ کر ان کی نقل میں وحی الٰہی پر عمل کریں۔

یہ ضرورت بھی انسان کی عین فطرت کے مطابق ہے، جس سے وہ پیغمبر ہی کی طرح نقل کر کے اللہ کے احکام پر چلتا ہے، مثلاً نماز کا حکم ملنے کے بعد طریقۂ نماز کا جاننا ضروری ہے، جس طرح پیغمبر نے نماز کے ذریعہ اللہ کی عبادت کی' ویسے ہی ہر ایمان والا نقل کر کے نماز ادا کرے، اگر پیغمبر کو نماز کا ماڈل اور نمونہ نہ بنایا جاتا' تو ہر انسان ایمان قبول کرنے کے بعد اپنے نفس کے بتائے ہوئے طریقے پر نماز ادا کر لیتا، کوئی نماز میں رکوع نہ کرتا، کسی نماز میں سجدہ نہ ہوتا، کسی کی نماز صرف قیام کی ہوتی، پیغمبر' ماڈل اور نمونہ ہونے کی وجہ سے کسی میں یہ ہمت نہیں کہ وہ نماز' روزہ' زکوٰۃ' حج' طہارت' وضو' غسل' سلام اور اسی طرح مردوں کی تدفین وغیرہ اپنے اپنے طریقوں اور اپنی سوچ کے مطابق کریں، ہر وہ عمل جو پیغمبر کے طریقے سے ہٹ کر کیا جاتا ہے وہ مردود ہو جاتا ہے، اس لئے پیغمبر' انسانوں کے لئے استاد اور نمونۂ تقلید ہوتا ہے جو فطرت کے مطابق ہے، اگر کوئی پیغمبر کا انکار کر کے زندگی گذارے تو وہ اپنی فطرت کے خلاف چل رہا ہے۔ مگر انسان چڑیا اور مچھلی کی طرح نقل تو کر لیتا ہے، لیکن پیغمبر کا انکار کر کے صحیح انسان نہیں بن رہا ہے۔

پیغمبر اور قرآن مجید' انسان کے لئے کیا مثال ہے؟

اللہ تعالیٰ انسانوں کو یہ توفیق دیا ہے کہ وہ جو بھی نیا مشین بنائے اس کا صحیح استعمال کرنے کے لئے باقاعدہ کیٹلاگ (Catalogue) بنایا جائے اور اس کیٹلاگ کے مطابق مشین کو استعمال کرنے کے لئے ایک ماہر انجینئر و استاد بنایا جائے جو استعمال کرنے

والوں کو اس کا صحیح استعمال کرنا بتائے۔ (مثال رہبری کے لئے ہے، برابری کے لئے نہیں)

اللہ تعالیٰ نے انسانی مشین بنایا ہے تو اس کی روحانی اور اخلاقی تربیت و رہنمائی کے لئے قرآن مجید کو انسان کی تربیت کا کیٹلاگ بنایا ہے، اور اس کیٹلاگ پر عمل کرنے کے لئے اس کے ساتھ پیغمبر کو رکھا۔ پیغمبر کے ذریعہ اس کتاب الٰہی پر انسان عمل کرنا سیکھتا ہے۔

دنیا میں جو انسان کتابِ الٰہی اور پیغمبر سے ہٹ کر انسان کی رہبری اور تربیت کرنا چاہے تو تاریخ انسانی بتلاتی ہے کہ وہ انسانوں کو گمراہی کی طرف لے گئے، جس طرح دنیا کا مشین بنانے والا کمپنی کا کیٹلاگ کے مطابق عمل نہ کرے تو دنیا کی مشین بھی برباد ہو جاتی ہے، وہی حال وحی الٰہی اور پیغمبر کی تعلیمات کے خلاف ذہن و دماغ سے انسان کی رہبری نہیں کی جا سکتی۔ اس لئے رجال اللہ کے ساتھ کتاب اللہ بھی ہونا ضروری ہے، رجال ہے کتاب نہیں، یا کتاب ہے رجال نہیں، تو انسان و جنات کو صحیح رہبری نہیں مل سکتی۔

وحی الٰہی کے بغیر انسان اندھا ہے

قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْأَعْمٰى وَالْبَصِيرُ أَمْ هَلْ تَسْتَوِي الظُّلُمَاتُ وَالنُّورُ. (الرعد:١٦)

ترجمہ: کہو کہ کیا اندھا اور دیکھنے والا برابر ہو سکتا ہے؟ یا کیا اندھیرے اور روشنی ایک جیسی ہو سکتی ہے؟

مَا كُنتَ تَدْرِي مَا الْكِتَابُ وَلَا الْإِيمَانُ وَلٰكِن جَعَلْنَاهُ نُوراً نَّهْدِي بِهِ مَنْ نَّشَآءُ مِنْ عِبَادِنَا. (سورة الشوریٰ:٥٢)

ترجمہ: تمہیں اس سے پہلے نہ یہ معلوم تھا کہ کتاب کیا ہوتی ہے، اور نہ یہ کہ ایمان کیا ہے، لیکن ہم نے اس (قرآن) کو ایک نور بنایا ہے جس کے ذریعہ ہم اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتے ہیں ہدایت دیتے ہیں۔

اللہ نے دنیا کو انسانوں اور جنات کے لئے امتحان کی جگہ بنایا ہے، اور اللہ کو ذات کے اعتبار سے بغیر دیکھے غیب پر ایمان لانے اور اس کی عبدیت و بندگی کی شرط رکھی ہے، اور پھر ماننے نہ ماننے کی آزادی و اختیار دیا ہے، اور بہت ساری چیزوں کو اللہ کی یا اپنی

مرضی پر استعمال کا امتحان رکھا، چنانچہ امتحان ہی کی خاطر بہت ساری چیزوں کو انسانوں کے فائدے کے لئے حلال کیا اور نقصان سے بچانے کے لئے حرام کیا، پھر زندگی گذارنے کے لئے صحیح ضابطہ اور قانون وحی الٰہی کے ذریعہ پیغمبر پر نازل کیا۔

دنیا میں منزل کے اعتبار سے دو راستے جنت اور دوزخ کے رکھے؛ تا کہ انسان اپنی پسند سے جس راستے کو چاہے اختیار کرلے، اور دونوں راستوں کی کامیابی و ناکامی کی تعلیم دی، شیطان کے مکر و فریب سے بچانے کے لئے پیغمبر کے ذریعہ صحیح راستے کی ہدایت کا انتظام کیا؛ تا کہ انسان آخرت میں کامیاب ہوجائے۔

ایسی صورت میں کامیاب زندگی گذارنے کا ضابطہ اور قانون' فلسفی یا کوئی پیشوا نہیں دے سکتا، چنانچہ ہر زمانے میں انسانوں نے انسانوں کے لئے جو بھی ضابطہ اور قانون بنایا وہ انسانوں کے لئے فساد' گمراہی اور بربادی والے راستے تھے، اور آج بھی جو لوگ پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا اور قرآن کا انکار کر کے من چاہی زندگی گذار رہے ہیں یا اپنے گمراہ پیشواؤں کی رہبری میں چل رہے ہیں' وہ فساد کے حوالے ہوچکے ہیں، اور شیطان کی جماعت کے فرد بنے ہوئے ہیں، وہ اللہ کو مانتے ہوئے اللہ کی پہچان ہی صحیح نہیں رکھتے، اور جاہلانہ رسوم و رواج کو مذہب سمجھے ہوئے ہیں، دین کے خلاف بدعات و خرافات کے شکار ہوگئے ہیں، وہ آخرت کی تیاری سے بہت دور زندگی گذار رہے ہیں، انسان' انسان کی ساری جسمانی و روحانی ضرورتوں کی ہدایت نہیں دے سکتا۔

دنیا کی زندگی میں کفر' شرک، فسق و فجور اور منافقت کے اندھیرے پھیلے ہوئے ہیں، ان اندھروں سے نکلنے کے لئے وحی الٰہی کی روشنی اور نور چاہئے، جس طرح انسان آنکھیں کھلی رکھ کر دن کے اجالے میں سورج کی روشنی سے دیکھتا ہے اور ہر اچھی بری چیز کو پہچانتا ہے، وہ بینا کہلاتا ہے، آنکھیں رکھ کر سورج کی روشنی کے باوجود آنکھیں بند رکھے تو وہ اندھا بن کر گویا اندھیرے میں چلے گا، اور گندگی کے گڑھے میں گرے گا۔

اسی طرح پیغمبر پر نازل ہونے والی وحی الٰہی قرآن مجید کو نہ مانے اور وحی سے دور

رہے تو عقل وفہم اور دنیا کی تعلیم رکھتے ہوئے اندھا ہی اندھا بنا رہے گا، جس طرح جوان ہونے کے بعد عقل وفہم آتا ہے تو عقلمند بنتا ہے، اسی طرح وحی الٰہی کی روشنی میں علم حاصل کر کے روحانی طور پر باشعور بن جاتا ہے اور اس کا شمار بینا یعنی دیکھنے والوں میں ہوگا۔

جس طرح دنیا کی زندگی میں اندھا اور آنکھ والا برابر نہیں ہو سکتے، رات اور دن برابر نہیں ہو سکتے، خوشبو اور بدبو برابر نہیں ہو سکتے، مردہ اور زندہ برابر نہیں ہو سکتے، اسی طرح پیغمبر پر ایمان لا کر وحی الٰہی کی روشنی و نور میں زندگی گذارنے والے اور پیغمبر اور وحی کا انکار کرنے والے ہرگز برابر نہیں ہو سکتے۔

جس طرح آنکھیں کھلی رکھنے والا روشنی میں سانپ کو نہیں پکڑتا، گندگی کے گڑھے میں نہیں گرتا اور غلاظت نہیں کھاتا، اسی طرح ایمان اور غیر ایمان والوں کا حال ہے، پیغمبر کو ماننے اور نہ ماننے والوں کا حال ہے، پیغمبر کو نہ ماننے والا آنکھ رکھ کر وحی کا انکار کر کے دل کی آنکھوں سے اندھا ہو کر سانپ کو لکڑی سمجھ کر پکڑتا ہے، بول و براز کو شہد اور حلوا سمجھ کر چاٹتا ہے، اس کے برعکس ایمان والے وحی الٰہی کی روشنی میں صحیح اور غلط کو پہچان جاتے ہیں، حرام کو حرام اور حلال کو حلال سمجھ کر اللہ کی مرضیات پر چلتے ہیں اور قانون الٰہی پر چلنے میں ہی کامیابی تصور کرتے ہیں اور دنیا سے آخرت بناتے اور سنوارتے ہیں۔

پیغمبر نہ آتے تو کتاب اللہ انسان کو نہ ملتی، اللہ کی پہچان نہ ہوتی اور نہ فطری اعمالِ صالحہ کی تعلیم ملتی، نہ جنت اور دوزخ کا راستہ معلوم ہوتا، سوائے پیغمبر کے کوئی دوسرا انسان رہبری نہیں کر سکتا، اس لئے پیغمبر اور وحی الٰہی کے بغیر انسان اندھا ہے۔

جو انسان پیغمبر کا انکار کرتا ہے، یا ان کی تعلیمات سے فائدہ نہیں اٹھاتا، یا پیغمبر کی ضرورت محسوس نہیں کرتا' وہ دنیا کی تعلیم کے لحاظ سے بڑے سے بڑا' پڑھا لکھا ہونے کے باوجود اپنی بنیادی ضرورتیں تک صحیح انداز میں پوری نہیں کر سکتا، باوجود پیشاب کو ناپاک اور گندگی جاننے کے جسم اور کپڑوں کو لگائے پھرتا ہے، چوہا، بلی، کتا اور سانپ وغیرہ کھاتا ہے، نیم برہنہ رہتا ہے، حلال وحرام کی تمیز نہیں رکھتا، پتھروں' جانوروں' درختوں' بتوں'

دیوی دیوتاؤں، یہاں تک کہ انسانی شرمگاہوں کی بھی عبادت کرتا ہے، اس لئے انسان پیغمبر اور وحی الٰہی کا محتاج ہی محتاج ہے۔

وحی الٰہی اور پیغمبر کے بغیر اللہ کی صحیح پہچان حاصل نہیں ہو سکتی

وَعَلَى اللّٰهِ قَصْدُ السَّبِيْلِ وَمِنْهَا جَآئِرٌ وَلَوْ شَآءَ لَهَدٰكُمْ أَجْمَعِيْنَ ۝ (النحل: ۹)

ترجمہ: اور سیدھا راستہ دکھانے کی ذمہ داری اللہ نے لی ہے، اور بہت سے راستے ٹیڑھے ہیں، اور اگر وہ چاہتا تو تم سب کو سیدھے راستے پر پہنچا دیتا۔

دنیا انسانوں اور جنات کے لئے امتحان و آزمائش کی جگہ ہے، اللہ تعالیٰ یہاں کسی کو ذات کے اعتبار سے اس کی سر کی آنکھوں سے نظر نہیں آتا، دنیا میں اللہ نے ایمان لانے کے لئے ایمان بالغیب کی شرط رکھی ہے، ایسی صورت میں اللہ کی صحیح پہچان اور تعارف انسان اپنی عقل و حواس سے یا اپنے پیشواؤں کی تعلیم سے حاصل نہیں کر سکتا، اللہ تعالیٰ نے وحی نازل کر کے اپنے پیغمبر کے ذریعہ رہنمائی فرمائی اور اپنی صفات کے ذریعہ صحیح تعارف و پہچان کروائی، اگر انسان وحی اور پیغمبر کو نہیں مانے گا تو دنیا کی مختلف مخلوقات میں نفع و نقصان دیکھ کر ان کو خدا جیسا سمجھے گا، اور ان کی پوجا اور پرستش شروع کر دے گا، چنانچہ انسانوں کی یہی گمراہی ہر زمانے میں ہوئی، جو لوگ پیغمبروں کا انکار کئے اور وحی کی تعلیمات سے فائدہ نہیں اٹھایا وہ درختوں، جانوروں، پہاڑوں، دریاؤں، دولت، کھیت، انسان، جنات، سورج، چاند، ستاروں وغیرہ کو خدا جیسی صفات رکھنے والا سمجھ کر خدا کو برائے نام مانے اور مخلوقات سے ہی رجوع ہو کر ان کی عبادت و پرستش میں لگے رہے، جن لوگوں نے پیغمبروں کی تعلیمات سے فائدہ اٹھایا وہ اللہ کے مطیع و فرمانبردار بندے بن کر مسلم رہے، سوائے اللہ کے کسی کی عبادت و بندگی نہیں کی۔

اللہ تعالیٰ چونکہ رب کائنات ہے، وہ اپنی رحمت کی وجہ سے انسانوں کی صحیح رہبری و ہدایت کے لئے انسانوں کو گمراہی سے بچانے کے لئے بار بار پیغمبروں کو بھیجتا رہا اور وحی الٰہی، صحیفوں اور کتابوں کی شکل میں نازل کرتا رہا، اور گذرے ہوئے رسولوں کی قوموں کو

درست کرنے کے لئے نبیوں کو بھی بھیجتا رہا، یہ سلسلہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک جاری رہا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبیوں اور رسولوں کا آنا ختم ہو گیا اور قرآن مجید کو آخری وحی کی حیثیت سے قیامت تک کے لئے ہدایت بنا کر نازل کیا گیا، اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ان کے وارثین یعنی علمائے دین کو وحی الٰہی کے تحت رہبری اور رہنمائی کا ذمہ دار بنایا گیا، اب انہیں سے ایمان، اسلام اور احسان سیکھنا ہے۔

قرآن وحدیث کی سچائی کا آسان ثبوت

أَلَمْ نَجْعَل لَّهُ عَيْنَيْنِ ۝ وَلِسَاناً وَشَفَتَيْنِ ۝ وَهَدَيْنَاهُ النَّجْدَيْنِ ۝ فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ ۝ وَمَآ أَدْرَاكَ مَا الْعَقَبَةُ ۝ (البلد: ۸تا۱۲)

ترجمہ: کیا ہم نے اُسے دو آنکھیں نہیں دیں؟ اور ایک زبان اور دو ہونٹ نہیں دئے۔ اور ہم نے اس کو دونوں راستے بتا دئے۔ پھر بھی وہ اس گھاٹی میں داخل نہیں ہو سکا۔ اور تمہیں کیا پتہ کہ وہ گھاٹی کیا ہے؟

وَنَفْسٍ وَّمَا سَوَّاهَا ۝ فَأَلْهَمَهَا فُجُورَهَا وَتَقْوَاهَا ۝ قَدْ أَفْلَحَ مَن زَكَّاهَا ۝ وَقَدْ خَابَ مَن دَسَّاهَا ۝ (الشمس: ۷تا۱۰)

ترجمہ: اور انسانی جان کی، اور اس کی جس نے اُسے سنوارا۔ پھر اس کے دل میں وہ بات ڈال دی جو اس کے لئے بدکاری کی ہے، اور وہ بھی جو اس کے لئے پرہیزگاری کی ہے۔ فلاح اُسے ملے گی جو اس نفس کو پاکیزہ بنائے۔ اور نامُراد وہ ہوگا جو اس کو (گناہ میں) دھنسا دے۔

دنیا کے تمام غیر مسلم لوگ بغیر وحی الٰہی کی ہدایت و رہنمائی کے بہت سارے کام اپنی فطرت سے صحیح اور غلط سمجھتے ہیں، اور وہ اپنے تحت الشعور سے اللہ کے ضابطے اور قانون کو جانے بغیر عین فطرت کے مطابق ہی کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ انسانوں کو ان کی اپنی فطرت ہی کے مطابق وحی الٰہی کا ضابطہ اور قانون دیا ہے۔

☆ انسان کی اللہ نے یہ فطرت بنائی کہ دنیا کی عارضی زندگی میں جو کوئی اس کی پرورش کرتا ہے اس کی تمام ضرورتوں کو پورا کرتا ہے، وہ اسی کو اپنا مالک اور آقا مانتا ہے، اسی کی اطاعت وغلامی کرتا ہے، اسی کا غلام بنا رہتا ہے، اللہ نے اسی فطرت کے تحت یہ تعلیم دی کہ وہ جب اللہ کی زمین پر رہتا ہے، اللہ کے آسمان کے نیچے سوتا ہے، اسی کی نعمتیں کھاتا ہے، اسی نے اُسے پیدا کیا، تو وہ اسی کو اپنا مالک اور آقا و مولا مان کر زندگی گذارے اور اپنی فطرت کے مطابق اسی کا شکر ادا کرتا رہے، اسی کی عبادت و بندگی کرتا رہے۔

☆ انسان کی فطرت' اللہ نے یہ بنائی کہ اس کو اگر کوئی تحفہ دے، مثلاً گھڑی، کپڑے وغیرہ، تو وہ اس تحفہ کو اسی کام میں استعمال کر کے دینے والے کا شکر ادا کرنے کے لئے اس کا صحیح استعمال کرتا ہے، تحفہ لے کر کپڑوں سے آگ نہیں سلگاتا، اس کو ناشکری سمجھتا ہے، اسی فطرت کے تحت اللہ نے انسان کو زندگی گذانے کے لئے جسم کے اعضاء کے ساتھ ساتھ بہت ساری نعمتیں عطا کیں، انسان کا کام ہے کہ اسی فطرت کے تحت وہ اللہ کا شکر ادا کرے اور شکر گذار بندہ بنا رہے، اور ان نعمتوں کو جس مقصد کے لئے دیا ہے اسی میں استعمال کرے، مگر جب انسان کی فطرت بگڑ جاتی ہے' ضمیر بیمار پڑ جاتا ہے تو وہ اللہ کی نعمتوں کو نافرنی اور بغاوت میں استعمال کرتا ہے اور اللہ کے بجائے مخلوقات کو اللہ جیسا سمجھ کر باغی بنا رہتا ہے۔

☆ انسان کی فطرت ہے کہ وہ جس کا کھاتا پیتا ہے اسی کی گاتا اور تعریفیں کرتا ہے، مگر جب فطرت خراب کرلے تو باغی بن کر ایک کی کھاتا اور دوسرے کی گاتا ہے، اللہ نے اسی فطرت کے تحت انسانوں کو اپنی بڑائی اور حمد وثناء کثرت سے کرتے رہنے کی تعلیم دی ہے۔

☆ اللہ نے شرک کو انسان کی فطرت ہی کے تحت ظلم عظیم کہا، انسان اپنی فطرت کے تحت بیوی کے ساتھ غیر مرد کی شرکت اور بیوی اپنے شوہر کے ساتھ غیر عورت کی شرکت برداشت نہیں کرتی، اسے ظلم سمجھتی ہے، یہ کھلی بے ایمانی تصور کی جاتی ہے، اسی طرح جو خدا نہیں' اُسے خدا کے ساتھ شریک کرنا ظلم ہے، بے ایمانی ہے، جس طرح سر کی ٹوپی' پیر میں

رکھنا اور پیر کا جوتا سر پر رکھنا' یہ ظلم کہلاتا ہے۔

☆ انسان کی فطرت ہے کہ آقا کی ملکیت پر نوکر اپنا حکم نہیں چلاتا، نہ آقا کی ملکیت کو اپنی ملکیت سمجھتا ہے، اگر ایسا کرے تو یہ غداری اور بغاوت ہوگی، اللہ نے انسان کو زمین پر خلیفۂ زمین بنا کر اپنے احکام نافذ کرنے کا حکم دیا، انسان اللہ کی زمین پر اللہ کے احکام نافذ نہ کر کے اللہ کی ملکیت پر اپنی فطرت کے خلاف انسانی احکام نافذ کرتا ہے، یہ بغاورت اور غداری کہلائے گی، قرآن مجید کے ذریعہ ہی ایمانداری سکھائی گئی۔

☆ ہر مذہب کے لوگ بغیر وحی الٰہی کی تعلیم کے اپنی حقیقی ماں' بہن' بیٹی' بھانجی اور بھتیجی سے شادی کرنا غلط سمجھتے ہیں، اگر کوئی فطرت خراب کر لے تو یہ عمل کرتا ہے، اسلام نے وحی الٰہی کے ذریعہ ہی فطری حکم دیا ہے، یہ سب قرآن وحدیث کی سچائی کا ثبوت ہے۔

☆ دنیا کے ہر مذہب کا انسان مرد ہو یا عورت بغیر وحی الٰہی کے فطرتاً اپنے اندر شرم وحیاء رکھتا ہے، وہ جوان ہونے کے بعد کسی کے سامنے ننگا اور نیم برہنہ اور جسم کے قابل شرم حصوں اور نشیب وفراز کو چھپانا چاہتا ہے، اگر فطرت خراب کر لے تو کپڑے پہن کر بھی ننگا رہتا ہے، اسلام نے جسم کے قابل شرم حصوں کو چھپانے کا حکم فطرت کے مطابق ہی دیا ہے۔

☆ عورت کے معنٰی ہیں چھپائی جانے والی چیز، اس لئے انسانوں میں مؤنث کو عورت بولا گیا ہے، اس کی فطرت اللہ نے یہ بنائی کہ وہ غیر مرد سے چھپے رہنا چاہتی ہے، اسلام نے اسی فطرت کے تحت نا محرم مردوں سے پردہ کا حکم دیا ہے، جن کی فطرت خراب ہو جائے تو وہ بے پردہ' نیم برہنہ اور عریاں ہو جاتی ہیں۔

☆ دنیا کے تمام مذاہب کے لوگ اپنی فطرت کے مطابق اپنی بہن' بیٹی کو کسی غیر مرد کے ساتھ دوستی کرنے اور اس کے ساتھ گھومنے پھرنے کو برداشت نہیں کرتے، اسلام نے بھی انسان کی فطرت ہی کے مطابق محرم اور نا محرم کو الگ الگ رہنے کی تعلیم دی، فطرت خراب ہو جائے تو فطرت کے خلاف یہ عمل کرتے ہیں، عورت کو پردے میں رہنے کا حکم اسی لئے دیا گیا کہ کوئی انسان اپنی بیوی' بیٹی' بہن اور ماں کو دوسروں کے ساتھ مذاق کرنے'

دوستی کرنے، گھومنے پھرنے، گرل فرینڈ یا بوائے فرینڈ رکھنے یا بغیر نکاح کے میاں بیوی کی طرح رہنے کو پسند نہیں کرتے، اگر فطرت خراب ہو جائے تو ضمیر کی آواز کے خلاف زنا کے عادی بن جاتے ہیں، اسلام نے اسی فطرت کے تحت زنا کو حرام اور نکاح کو حلال کیا ہے۔

☆ دنیا کے ہر مذہب کا انسان فطرتاً اپنی بیوی، بیٹی اور بہن کو دادا، باپ، بیٹا، بھائی، چاچا اور ماموں جیسے محرم رشتہ داروں کے سامنے نکلنے کو بُرا نہیں سمجھتا، اسی فطرت کے تحت اللہ نے عورت اور مرد کو زنا اور حرام کاری سے بچانے کے لئے چند خاص رشتوں کے سامنے نکلنے اور محرم کے ساتھ سفر کرنے کی اجازت دی ہے، اس لئے کہ کوئی بھی اپنی بیوی، بیٹی کو نامحرم کے ساتھ سفر کرنے کی اجازت نہیں دیتا، جن کی فطرت خراب ہو جائے تو وہ لوگ یہ حرکتیں اور اعمال کرتے ہیں، یہ سب قرآن و حدیث کی سچائی کے ثبوت ہیں۔

☆ ہر انسان فطرتاً اپنے جسم کو بول و براز سے پاک رکھنا چاہتا ہے، مگر بچپن سے فطرت خراب کر لے تو گندگی سے نفرت نہیں کرتا، پاخانہ کاغذ سے پونچھ لیتا ہے اور طہارت و غسلِ جنابت کے بغیر پھرتا رہتا ہے، یہاں تک کہ اسی حالت میں عبادت خانے کو بھی جاتا ہے، مذہبی کتابوں کو ہاتھ بھی لگاتا ہے، اسلام نے انسانوں کو ظاہری پاکیزگی کو ان کی فطرت کے مطابق اختیار کرنے کی تعلیم دی ہے۔

☆ ہر مذہب کا انسان وحی کی تعلیم کے بغیر فطرتاً بڑوں کا ادب اور چھوٹوں سے محبت کرنا چاہتا ہے، اسی فطرت کے تحت وحی الٰہی نے ماں باپ کے ساتھ اور رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک کی تعلیم دی ہے، فطرت خراب ہو جائے تو اولاد ماں باپ کو بوڑھاپے میں اولڈ ایج ہوم میں شریک کر دیتے ہیں یا نوکر رکھ کر خدمت کرواتے ہیں۔

☆ دنیا کا ہر انسان فطرتاً بھیک مانگنے اور بغیر محنت کے چوری، رشوت، دھوکہ، فریب اور غبن سے دولت لوٹنے کو جرم سمجھتا ہے، اور ایسے انسانوں کو ذلیل سمجھتے ہیں اور عزت نہیں دیتے، اسلام نے اسی فطرت کے مطابق ناجائز طریقے سے مال لوٹنے کو حرام اور بغیر شرعی عذر کے بھیک مانگنے کو بھی حرام کیا ہے۔

☆ دنیا کے ہر مذہب کا انسان حسد، جلن، بغض و عداوت، غیبت اور غصہ کو فطرتاً بُری عادت سمجھتا ہے، اس سے انسانوں میں دشمنی، نفرت اور دوری پیدا ہوتی ہے، حق بات سمجھ نہیں سکتا، اللہ نے اسی فطرت کے مطابق وحی کے ذریعہ انسانوں کو ان بیماریوں میں مبتلا ہونے سے روکا ہے، یہ کام کرنے والے معاشرے میں بُرے لوگ سمجھے جاتے ہیں۔

☆ اسی طرح دنیا کا ہر انسان وحی کی تعلیم کے بغیر فطرتاً تکبر، گھمنڈ، غرور اور بڑائی کرنے والے انسان کو بداخلاق، جاہل سمجھتا ہے اور اس کو پسند نہیں کرتا، اس کی عزت نہیں کی جاتی، اسلام نے بھی اسی فطرت کے تحت انسانوں کو تکبر، گھمنڈ، غرور اور بڑائی سے سختی سے منع کیا ہے، یہ سب قرآن و حدیث کی سچائی کا ثبوت ہے۔

☆ دنیا کا ہر انسان چاہے مرد ہو یا عورت لباس پہننے میں مرد، مرد کا اور عورت، عورت کا لباس پہنے، اور ایک دوسرے کی ہیئت اختیار کرنے کو پسند نہیں کرتا، اس لئے کہ مرد، عورت کا لباس پہننے سے مرد کی مردانگی اور عورت کے مرد کا لباس پہننے سے عورت کی نسوانیت اور نزاکت ختم ہو جاتی ہے۔ جیسے ہجڑے ہوتے ہیں، اسلام نے انسان کی اسی فطرت کے مطابق مرد کو مردانہ لباس اور عورت کو عورت کا لباس اختیار کرنے کی تعلیم دی اور مرد کو سونا اور زیور استعمال کرنے سے منع کیا، مگر جب کسی کی فطرت خراب ہو جائے تو وہ یہ سب کرتا ہے۔

☆ اسی طرح دنیا کے ہر مذہب کا انسان فطری طریقے پر نفسانی خواہش عورت سے پوری کرنے کو صحیح اور جائز سمجھتا ہے، جب انسان کی فطرت خراب ہو جاتی ہے تو بعض لوگ، مشت زنی اور اغلام بازی کو ہوا دے کر ناجائز طریقوں سے خواہش پوری کرتے ہیں، اور فطرت کے خلاف مرد، مرد سے اور عورت، عورت سے شوہر بیوی جیسے جنسی تعلقات پیدا کر کے نفسانی خواہش پوری کرتے ہیں، وحی الٰہی نے انسان کو عین فطرت ہی کے مطابق اغلام بازی، مرد کو مرد سے اور عورت کو عورت سے خواہش پوری کرنے کو حرام کیا ہے۔

☆ ہر مذہب کا انسان فطرتاً حالتِ حیض میں عورت کو ناپاک سمجھ کر اس سے اس

حالت میں صحبت و جسمانی تعلق کو ناپسند کرتا ہے، ان ایام میں عورت جسمانی اعتبار سے صحت مند نہیں رہتی، اسی فطرت کے تحت اللہ نے وحی کے ذریعہ ان ایام میں عورت سے صحبت کو حرام کیا ہے۔

☆ دنیا کے کسی بھی مذہب کا انسان فطرتاً ماں باپ سے محبت رکھتا ہے اور بوڑھاپے میں ان کا سہارا بن کر ان کی خدمت کرتا ہے اور ان کا بھرپور خیال رکھتا ہے، ان کا ادب و احترام کرتا ہے، ان کے ساتھ بدتمیزی و بے ادبی کرنے کو بُرا تصور کرتا ہے، جب فطرت خراب ہو جاتی ہے تو ماں باپ کو اپنے سے دور کر دیتا ہے اور اولڈ ایج ہوم میں لے جا کر رکھ دیتا ہے، ایمان والوں کو اللہ نے ان کی فطرت کے مطابق حسن سلوک کرنے اور ان کی خدمت کرنے اور ان کا ادب و احترام کرنے کا حکم دیا ہے۔

☆ دنیا کا ہر انسان مردہ جانور کھانے کو ناپسند کرتا ہے، یہ اس کی فطرت ہے، مگر جس کی فطرت خراب ہو جاتی ہے تو وہ مردار جانور کھاتا ہے، اسلام نے مردار جانور کھانے کو حرام کیا ہے، مگر جب فطرت خراب ہو جاتی ہے تو پھر انسان مردار جانور کے علاوہ خنزیر کھاتا ہے۔

☆ ہر انسان چاہے کسی مذہب کا کیوں نہ ہو' ملاقات کے وقت سب سے پہلے اپنی اپنی زبان میں سلام کر کے ملتے ہیں، یہ ان کی فطرت ہے، اس سے آپس میں محبت پیدا ہوتی ہے، اسلام نے بھی بات کرنے سے پہلے سلام کرنے اور گھر میں داخل ہونے سے پہلے سلام کر کے اجازت لیکر اندر جانے کی تعلیم دی۔

☆ دنیا کا ہر انسان چاہے کسی مذہب کا کیوں نہ ہو' ہر غریب و نادار اور معذور انسان کی زکوٰۃ، خیرات وصدقات وغیرہ سے مدد کرنا اچھا اور نیک کام سمجھتا ہے، اسلام نے اسی فطرت کے تحت غریب انسانوں کو زکوٰۃ' صدقات' فطرہ وغیرہ دینے کی تعلیم دی ہے۔

☆ دنیا کا ہر سلیم الفطرت انسان اپنی بیٹی' بہن اور بیوی کو دوسرے مردوں کے سامنے ناچنے گانے اور نیم برہنہ ہونے کو برداشت نہیں کرتا، دوسروں کو ان سے لذت و مزہ اٹھانے کا موقع نہیں دینا چاہتا، اسی فطرت کے تحت اسلام نے لہو و لعب کے تمام کاموں

سے مردوں اور عورتوں کو منع کیا، مگر جب فطرت بگڑ جاتی ہے تو بے غیرت بن کر دیکھتا ہے۔

☆ کوئی انسان اپنی بہن، بیوی، بیٹی کے ساتھ غیر مرد کے زنا کرنے اور کروانے کو سخت ناپسند و نفرت کرتا ہے، اسلام نے اسی فطرت کے تحت زنا کو حرام کیا اور نکاح کو حلال کیا ہے، اس لئے کہ ہر عورت کسی مرد کی ماں، بہن، بیوی یا بیٹی ہی ہوگی، وہ کیسے برداشت کرے گا، نکاح سے عورت مرد میں محبت و الفت پیدا ہوتی ہے اور دیر تک رہتی ہے، زنا سے صرف وقتی لذت حاصل ہوتی ہے، محبت بھی صرف جسمانی ہوتی ہے اور دیر تک نہیں رہتی، مزہ لے لیا اور بس ختم، زنا میں صرف خود غرضی اور ہوس پرستی ہوتی ہے۔

☆ دنیا کا ہر انسان اپنے کسی رشتہ دار کا ناحق قتل کرنے یا اپنی بہن، بیوی، بیٹی کی کوئی عصمت لوٹ لے تو اسے قتل کر دینا چاہتا ہے، اسلام نے انسان کی اسی فطرت کے تحت قاتل کو دوسرے کا ناحق قتل کرنے کے جرم میں اور کسی شادی شدہ عورت کی عصمت لوٹنے پر قتل کا حکم دیا ہے، غیر شادی شدہ کو زنا پر سو کوڑے مارنے کی سزا رکھی۔

☆ کوئی اندھا انسان سڑک پار کرنے جا رہا ہو یا اس کے سامنے گڑھا ہو تو اس کو نقصان سے بچانے کے لئے ہر مذہب کا انسان اپنی فطرت کے تحت اس کا ہاتھ پکڑ کر سڑک پار کرواتا ہے یا گڑھے میں گرنے سے بچاتا ہے؛ تاکہ اسے نقصان نہ پہنچے، اسی فطرت پر اسلام نے ایمان سے ناواقف لوگوں کو جہنم کے گڑھے میں گرنے سے بچانے کے لئے ایمان والوں کو دعوت و تبلیغ کے ذریعہ سچائی اور حق سمجھانے کا طریقہ رکھا۔

☆ ہر انسان فطرتاً اپنی اولاد کو اعمالِ صالحہ اور اخلاقِ حسنہ کے ذریعہ نیک بنانا چاہتا ہے، اسی فطرت کے تحت ماں باپ پر محنت کر کے عمدہ تربیت کرنے کی ذمہ داری ڈالی ہے؛ تاکہ وہ شیطان کی جماعت میں شامل نہ ہو؛ بلکہ اللہ کی جماعت میں شامل ہو جائے۔

☆ بغل، زیر ناف کے بال اور ناخن کاٹنے اور حالتِ جنابت میں غسل کے ذریعہ پاکیزگی حاصل کر کے روح کو سکون دینا انسان کی فطرت ہے، فطرت خراب ہو جائے تو ناپاکی و گندگی کی حالت میں جہاں چاہے پھرتا رہتا ہے۔

☆ سب سے بڑی بات یہ کہ انسان کی فطرت میں کفر نہیں ہے، اس سے پوچھا جائے کہ آسمان کس نے بنایا؟ بارش کون برساتا ہے؟ دن رات کون لاتا ہے؟ تو وہ کہے گا اللہ، پھر یہ باپ دادا کی تقلید میں گمراہ ہوجاتا ہے، کیا یہ حق اور سچائی سمجھ میں نہیں آرہی ہے؟

☆ شیطان انسان کو فطری راستے سے ہٹا کر نفسانی خواہش میں بغاوت کرواتا ہے، ورنہ انسانی فطرت گناہ اور برائی کو پسند نہیں کرتی۔

انسان اپنی حکومت چلانے کے لئے غیر فطری قانون بنا کر زمین میں فساد پیدا کرتا ہے

إِنَّ الدِّيْنَ عِندَ اللّٰهِ الْإِسْلَامُ وَمَا اخْتَلَفَ الَّذِيْنَ أُوْتُوا الْكِتَابَ إِلَّا مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَ هُمُ الْعِلْمُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ . (اٰل عمران: ١٩)

ترجمہ: بیشک (معتبر) دین تو اللہ کے نزدیک اسلام ہی ہے، اور جن لوگوں کو کتاب دی گئی تھی انہوں نے الگ راستہ لاعلمی میں نہیں؛ بلکہ علم آجانے کے بعد محض آپس کی ضد کی وجہ سے اختیار کیا ہے۔

بعض مغربی ممالک میں انسانوں نے یہ قانون بنایا کہ مرد اگر طلاق دے تو اسے اپنی آدھی ملکیت عورت کو دینا ہوگا، یا اگر عورت طلاق لے تو وہ اپنی آدھی ملکیت مرد کو دے گی، اس قانون کے نقصان سے بچنے کے لئے مرد اور عورت' بغیر طلاق کے مرد اپنی عورت سے لاپرواہ ہو کر غیر عورتوں سے آزادانہ اپنی شہوت پوری کرنا شروع کر دیتا ہے اور عورت اپنے مرد کو چھوڑ کر دوسرے مردوں سے ناجائز تعلقات بنا کر اپنی شہوت پوری کرتی ہے، اسی طرح حکومت نے یہ قانون بنایا کہ ماں باپ' اولاد کو سزا نہیں دے سکتے، یا ان پر سختی نہیں کر سکتے، اگر سختی کریں گے اور اولاد والدین کے خلاف پولیس کو اطلاع دے تو پولیس ماں باپ کو قید کر لیتی ہے یا جرمانہ لگا کر پابند کر دیتی ہے، اس کی وجہ سے کم عمر لڑکے لڑکیاں بھی شادی سے پہلے بوائے فرینڈ اور گرل فرینڈ رکھتے ہیں اور آوارگی میں مبتلا ہو کر شراب

اور عیاشی کے عادی بن جاتے ہیں، ان پر وقت پر گھر آنے کی پابندی نہیں ہوتی، اس قانون کی وجہ سے خاندانی نظام وہاں تباہ ہو گیا ہے۔

حکومتوں نے مرد اور عورت کو مساوی حقوق دینے کے لئے دونوں کو برابر بتلایا اور عورت کو بھی مردوں کے ساتھ مل کر کام کرنے، نوکری کرنے، تجارت کرنے اور مخلوط تعلیم حاصل کرنے کی اجازت دے دی، جس کی وجہ سے عورت شوہر کی خدمت و خیال رکھنے اور بچوں کی پرورش و تربیت جو اس کی اصل ذمہ داری ہے بحیثیت بیوی اور ماں ہونے کے وہ پوری نہیں کر پاتی ہے، اسی بناء پر شوہر اور بچے غلط راستے پر چلنے لگتے ہیں جس کی ذمہ داری عورت پر ہوگی، وہ مردوں کے مساوی باہر کی زندگی میں نرس، ریسپشنسٹ، ایر ہوسٹس، سیل گرل، کلرک، پی اے، وکیل، جج، لیڈر، منسٹر وغیرہ بن کر مردوں کے ساتھ ان کے برابر کام کرنے لگتی ہے، اور گھر میں غذاء بیکریوں اور ہوٹلوں سے خرید کر سب لوگ اپنی ضرورت پوری کرتے ہیں، شوہر اور بیوی میں خاندانی نظام، محبت، خدمت اور ایثار و قربانی کا مزاج ہی نہیں پیدا ہوتا، ایسے ہی لوگ اپنے ماں باپ کو بوڑھا ہونے کے بعد اولڈ ایج ہوم میں لے جا کر ڈال دیتے ہیں۔

حکومتوں نے انسانوں میں مرد سے مرد کی اور عورت سے عورت کی شادی کو اور ایک دوسرے کے ساتھ ہم جنسی کے جواز کا قانون بنا کر آزادی دے دی، جس کی وجہ سے وہ کثرت سے ایڈس جیسی مہلک بیماریوں میں مبتلا ہو رہے ہیں، ان میں نسل اور خاندان سے محرومی ہو گئی، فطری دلی سکون پہنچانے والی جائز لذت سے محروم ہو گئے۔

حکومت نے اپنی عوام کو زنا کو بحیثیت پیشہ قرار دے کر پرمیٹ جاری کیا، جس کی وجہ سے لوگ پیسہ دے کر عورتوں سے یا عورتیں راستوں اور بازاروں میں ٹھہر کر مردوں کو زنا کی عام دعوت دیتی ہیں اور مغربی کلچر میں مرد اور عورت اپنے جوڑے سے ہٹ کر کسی بھی مرد یا عورت سے ناجائز طریقے پر اپنی نفسانی خواہش پوری کر لینے کو گناہ اور برائی نہیں سمجھتے۔

انبیاء کرامؑ دعوت کا کام بے لوث اور بے غرض ہوکر کرتے ہیں

فَإِن تَوَلَّيْتُمْ فَمَا سَأَلْتُكُم مِّنْ أَجْرٍ إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَى اللّٰهِ وَأُمِرْتُ أَنْ أَكُونَ مِنَ الْمُسْلِمِينَ ۝ (یونس: ۷۲)

ترجمہ: پھر بھی اگر تم نے منہ موڑے رکھا تو میں نے تم سے اس (تبلیغ) پر کوئی اجرت تو نہیں مانگی، میرا اجر کسی اور نے نہیں، اللہ نے اپنے ذمہ لیا ہے، اور مجھے یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں فرمانبردار لوگوں میں شامل رہوں۔

وَيَا قَوْمِ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مَالًا إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَى اللّٰهِ وَمَا أَنَا بِطَارِدِ الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّهُم مُّلَاقُو رَبِّهِمْ وَلَٰكِنِّي أَرَاكُمْ قَوْمًا تَجْهَلُونَ ۝ (هود: ۲۹)

ترجمہ: اور اے میری قوم! میں اس (تبلیغ) پر تم سے کوئی مال نہیں مانگتا، میرا اجر اللہ کے سوا کسی اور نے ذمہ نہیں لیا ہے، اور جو لوگ ایمان لا چکے ہیں، میں ان کو دھتکارنے والا نہیں ہوں، ان سب کو اپنے رب سے جا ملنا ہے، لیکن میں تو دیکھ رہا ہوں کہ تم ایسے لوگ ہو جو نادانی کی باتیں کر رہے ہو۔

نبوت کی سچائی کو جانچنے کی دو ہی باتیں ہیں، ایک قول و فعل اور دوسرا ان کا بے لوث اور بے غرض ہونا۔ دنیا میں جتنے پیغمبر آئے انہوں نے انسانوں سے کوئی دنیوی مفاد اور معاوضہ نہیں مانگا، تمام پیغمبروں نے اپنی قوموں کی اصلاح، ان کو اللہ سے جوڑنے اور ان کی آخرت سنوارنے کے لئے اپنا چین وسکون برباد کرلیا، وطن اور گھر کو خیر باد کہا، قوموں کی ظلم و زیادتی اور بائیکاٹ کو برداشت کیا، مار بھی کھائی، قتل بھی کر دئے گئے، وہ صرف انسانوں کو جہنم سے بچانے کی فکر و تڑپ رکھتے تھے اور اسی کے مطابق دعوت دیتے تھے، انسانوں کو آخرت کی ناکامی سے بچانے کی پوری محنت کرتے رہے، مگر انسانوں نے ان کا انکار کیا، مارا پیٹا اور قتل کیا، جو لوگ ان پر ایمان لا کر امن وسکون اور شریفانہ زندگی گذارتے، ان کو بھی اپنے ظلم کا نشانہ بنایا، اللہ نے ان پر جو ذمہ داری ڈالی تھی اس کو ہر قسم کی

مشکلات و تکالیف کے باوجود پوری کرنا چاہتے تھے، تاکہ قیامت کے دن اللہ کے حضور انسانوں پر حجت پوری کرنے کی گواہی دے سکیں۔

پیغمبر تمام انسانوں پر ماں باپ سے زیادہ شفیق، مہربان، محبت کرنے والے، خیر خواہ اور ان کی کامیابی کی تڑپ رکھنے والے ہوتے تھے، جس طرح چرواہا بکریوں کو سنبھالنے کے دوران اُن کے ادھر ادھر بھٹکنے پر غصہ نہیں ہوتا، مارتا نہیں؛ بلکہ اگر کوئی بکری زخمی یا معذور ہو تو اُسے کندھے پر اٹھالیتا ہے، جس طرح باپ اپنے نافرمان، آوارہ بیٹے کو حتی الامکان سدھارنے کی کوشش کرتا ہے، اس کی غلط حرکتوں پر صبر و برداشت کرتا ہے اور درگذر و معافی سے کام لیتا ہے، سب کچھ اس پر لٹا دیتا ہے، دن رات اس کے بارے میں فکر مند رہ کر اللہ سے اس کے لئے گڑگڑا کر دعائیں مانگتا رہتا ہے، جس طرح ماں باپ نہیں چاہتے کہ ان کی اولاد آگ کے گڑھے میں گرے، ان کو سمجھا سمجھا کر پکڑ پکڑ کر آگ سے بچانے اور دور رکھنے کی فکر رکھتے ہیں اور کوشش کرتے ہیں، وہی حال پیغمبر کا بھی اپنی امت کے ساتھ ہوتا ہے، ماں باپ سے ہزار گونا زیادہ تڑپ رکھتا ہے، وہ قطعی نہیں چاہتا کہ لوگ جہنم کی آگ میں جلیں۔

رسول اللہ ﷺ کے سچے نبی ہونے کا کھلا ثبوت

یہی حال محمد رسول اللہ ﷺ کا ہے، غور کرنے پر آپ کی نبوت کی سچائی ثابت کرنے کے لئے زبردست دلیلیں مل سکتی ہیں، آپ مکی زندگی میں نبوت سے پہلے انتہائی سکون اور عزت کے ساتھ زندگی گذار رہے تھے، کوئی بھی انسان خواہ مخواہ مصیبت میں پڑ کر زبردستی اپنا مقام و مرتبہ اور سکون برباد کرنا نہیں چاہتا، اس کی حفاظت اور عزت، مقام و مرتبہ کو بڑھانا چاہتا ہے، نام و نمود چاہتا ہے؛ تاکہ لوگ ہمیشہ اس کی عزت اور تعظیم کریں، لوگوں کو ان کی بداعمالیوں، گمراہیوں، جہالت سے انجان بن کر اپنا الو سیدھا کر کے اپنا سکون، اپنا آرام اور چین چاہتا ہے، لوگوں کی سدھار، عقیدہ کو صحیح کر کے اپنی زندگی کو مصیبت میں ڈالنا نہیں چاہتا۔

مگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی اس کے بالکل برعکس ہے، آپ ﷺ

بیوی بچوں کے ساتھ دولتمند بیوی اور گھرانے میں پرسکون زندگی گذار رہے تھے، انتہائی اچھے پیمانے پر تجارت چل رہی تھی، شادی کے بعد حضرت خدیجہؓ نے آپ کو تجارت سے فارغ کر کے آپ ﷺ پر اپنی دولت قربان کرنے کا جذبہ رکھتی تھیں، مگر جیسے ہی نبوت ظاہر ہوئی اور دعوت دینا شروع ہوا، اچھی خاصی سکون وچین والی زندگی ختم ہوگئی، بیوی کی ساری دولت اس کام پر خرچ ہوگئی، افلاس میں مبتلا ہوگئے، جو لوگ آپ ﷺ کو عزت کی نگاہ سے دیکھتے تھے وہ دشمن بن گئے، گالیاں دینا' پتھر مارنا' راستے میں کانٹے بچھانا اور ستانا شروع کر دیا، اور جان کے پیاسے ہوگئے، بیوی بچوں میں ہنسی خوشی زندگی گذارنے والے سخت مصیبتوں میں مبتلا ہوگئے، سارے معاشرے' خاندان کی مخالفت مول لینا پڑا، شعب ابی طالب کی وادی میں معاشرہ' بائیکاٹ کر کے ۳/سال تک کھانا پانی بند کر دیا، آپ ﷺ پر کہیں غلاظت' مٹی اور کچرا ڈالا جا رہا تھا، کہیں گلے میں پھندا ڈال کر مارا جا رہا تھا، آپ کو نبوت کے کام سے دور رکھنے کے لئے دولت' عورت' عہدہ و کرسی' سرداری کا پیشکش کیا گیا، بالآخر شہر بدر ہونا پڑا، پھر مدینہ جانے کے بعد وہاں بھی حملے کئے گئے۔

سوچئے کہ اگر آپ ﷺ دنیاوی مفاد اور ذاتی غرض اور فائدے کی خاطر نبوت کا حیلہ اختیار کرتے اور اپنی طرف سے کتاب تیار کئے ہوئے ہوتے تو یہ کیوں کہتے کہ اگر میرے ایک ہاتھ میں چاند اور دوسرے ہاتھ میں سورج بھی رکھ دیا جائے تو میں اپنا کام نہیں چھوڑ سکتا، اگر آپ ﷺ کی ذاتی غرض اور دنیا کمانا ہوتا تو مکہ والوں کی طرف سے اقتدار اور دولت کو فوراً قبول کر لیتے، جس کی وجہ سے آپ ﷺ کو قوم میں مزید تائید' اونچا مقام و مرتبہ مل جاتا، پوزیشن مضبوط ہو جاتی، یہ سب مصیبتیں کیوں مول لیتے؟

مگر چونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو منتخب کر کے اٹھایا تھا، اور آپ ﷺ اللہ کے حکم سے ۴۰/سال مکمل ہونے کے بعد اٹھائے گئے تھے، اس لئے آپ ﷺ نے دنیا اور دنیا کے مال و متاع کو ٹھکرا کر اللہ کی اطاعت و فرمانبرداری میں اپنی ذمہ داری ادا کی اور اللہ تعالیٰ ہی سے اجر و ثواب کی امید رکھی، یہ سب باتیں آپ ﷺ کے سچے نبی ہونے کا ثبوت ہیں۔

غور کرنا چاہئے کہ جو انسان دنیا کے معاملات میں جھوٹ‘ خیانت نہیں کیا، نہایت امانت دار تھا، تو خدا کے معاملہ میں جھوٹ کیونکر بولے گا؟ وہ تو اللہ کی طرف سے جو کچھ نازل ہوتا ہے اس میں بھی ویسا ہی صادق وامین ہوتا ہے جیسے دنیا کے کاروبار میں صادق وامین ہوتا ہے۔

دنیادار انسانوں کی تاریخ گواہ ہے کہ جو لوگ دنیا اور دنیا کا مال ومتاع چاہتے ہیں وہ انسانوں کے ساتھ ہمدردی جتا کر دھوکہ دیتے ہیں، وہ اپنا ہر کام اپنے مطلب‘ غرض‘ دنیا بنانے اور ذاتی فائدے کے لئے کرتے ہیں، چنانچہ دنیا کے اکثر خود ساختہ مذہبی پیشواؤں‘ لیڈروں اور مرشدوں نے دنیا اور دنیا کی عزت اور مقام ومرتبہ حاصل کرنے کے لئے جھوٹ اور دکھاوے سے اپنی دکانوں کو چمکانے اور مذہب‘ سیاست اور سرداری کے نام پر اپنے اطراف لوگوں کو جمع کئے، ان سے نذرانے اور چندے وصول کر کے اپنی دنیا چمکائی، عورتوں پر ڈورے ڈال کر عیش کیا، تقویٰ وپرہیزگاری کا ڈھنڈورا پیٹ کر مریدوں اور چیلوں کے مال پر عیش کیا، جھونپڑی کو بنگلہ‘ کوٹھی اور کاروں میں تبدیل کیا، لیکن کسی پیغمبر نے یہ سب کچھ نہیں کیا، اس کے برعکس گھروں سے بے گھر ہوئے، وطن سے بے وطن ہو گئے، مال ودولت لُٹ گئے، یہاں تک کہ زندگی سے ہاتھ دھو کر قتل کر دئے گئے، اپنا مال‘ اپنا وقت اور اپنی صلاحیتوں سے انسانوں پر محنت کر کے اخلاقِ رذیلہ سے اعمال صالحہ سکھائے، پھر دنیا سے دشمنی بھی مول لی۔

بے لوث‘ بے غرض ہمدردی اور قربانی ایک انسان کے مخلص ہونے کی سب سے بڑی نمایاں دلیل اور ثبوت ہے، پھر یہ قربانی اور محنت دو چار دنوں کی نہیں؛ بلکہ موت تک تھی، اس لئے انسان کو ایسے نفوس اور شخصیتوں کو جھٹلانے کی ہمت نہیں کرنا چاہئے، ان کی قدر کر کے ان کے ساتھ جوڑے رہنا، ان کی مدد کرنا اور اللہ سے ڈرنا چاہئے، اگر ایسے انسانوں کی مخالفت کی گئی اور ان کا انکار کیا گیا تو یہ سوائے جہالت اور بیوقوفی کے اور کچھ نہیں، اس لئے یہ کہنا پڑے گا کہ نبوت کی صداقت کے سارے دلائل صرف دو ہی باتوں میں جانچے جا سکتے ہیں، ایک قول وفعل، دوسرا ان کا بے غرض اور بے لوث خدمت کرنا، اس لئے محمد رسول اللہ ﷺ کی نبوت کے حق اور سچا ہونے کی یہ بہت بڑی دلیلیں ہیں، ان باتوں کو ماننا ایمانداری ہے۔

رسول اللہ ﷺ کو اُمّی رکھ کر آپ کی نبوت کی سچائی سمجھائی گئی

هُوَ الَّذِىْ بَعَثَ فِى الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِىْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝ (جمعہ: ۲)

ترجمہ: وہی ہے جس نے اُمّی لوگوں میں انہی میں سے ایک رسول کو بھیجا جو ان کے سامنے اُس کی آیتوں کو تلاوت کریں، اور ان کو پاکیزہ بنائیں، اور انہیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دیں، جبکہ وہ اس سے پہلے کھلی گمراہی میں پڑے ہوئے تھے۔

محمد رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے اُمّی رکھ کر قیامت تک آنے والے انسانوں کو آپ کی نبوت کی سچائی کا کھلا ثبوت دکھایا، انسان کو سوچنا چاہئے کہ جب انسان بے پڑھا لکھا ہوتا ہے تو وہ تہذیب وتمدن سے بہت دور ہوتا ہے، اس امی اور بے پڑھے لکھے انسان کی یہ فطرت ہوتی ہے کہ وہ اپنے اطراف کے ماحول اور اثرات کو قبول کئے بغیر نہیں رہ سکتا، آخر محمد رسول اللہ ﷺ کیسے انسان ہیں؟ وہ اُمّی ہوکر اُمیوں کے ماحول میں رہ کر ان کے اثرات کو قبول نہیں کیا، اور رتّی برابر اس معاشرے کی بداعمالیاں ان میں نہیں آئیں، یہ کھلا ثبوت ہے کہ اللہ نے آپ کو اُمی رکھ کر سب سے اعلیٰ وممتاز اخلاق واعمال سے آراستہ کیا۔

کیا دنیا کا کوئی اُمی انسان آج تک ایسا پیدا ہوا اور قیامت تک پیدا نہیں ہوسکتا، جو اُمی ہوکر اس کی تربیت سے جاہل' ڈاکو' زانی' شرابی' ظالم انسانوں کی ایسی تربیت کی کہ وہ دنیا کے انسانوں کے لئے نمونہ اور مثال بن سکتے ہیں، کیا وہ اکیلا ہزاروں لاکھوں انسانوں کی تربیت کرسکتا ہے؟ جس کی زندگی کے بعد دنیا کے بڑے بڑے اہل علم' سائنسداں' ماہر قانون' دانشورانِ عالم متاثر ہوکر اپنی زندگی میں انقلاب برپا کئے اور کررہے ہیں۔

جو انسان لکھنا پڑھنا نہ جانتا ہو اور بے شعور اور جاہل معاشرے کا فرد ہو، جہاں تہذیب وتمدن کا میلوں تصور نہیں، جس نے بکریاں چرا کر اور تاجر بن کر پرورش پائی ہو، جس کے معاشرے کے افراد سوتیلی ماں کو وراثت کا حصہ سمجھتے ہیں، ان کی عورتیں کھلی عام

ننگی ہو کر طواف کرتی ہیں، فحاشی، زنا اور بیوی سے مباشرت کی باتیں کھلے عام لوگوں کی دل بہلائی اور اپنے مردانگی جتانے کے لئے سنائے جاتے ہیں، کیا ایسے معاشرے کا اُمی فرد ہزاروں انسانوں کو آسمان کے ستاروں کی مانند مثالی اور نمونۂ تقلید بنا سکتا ہے، بیشک وہ صرف اللہ کا رسول ہی اللہ کی ہدایت سے کرسکتا ہے۔ یہ نبی اُمی صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے نبی ہونے کا ثبوت ہے، اُمی ہو کر انہوں نے انسانوں پر ایسی انقلابی محنت کی۔

سوچئے کہ آخر ایک بے پڑھا لکھا انسان جو پہلے سے ایمان سے واقف نہیں، اس کے پاس اللہ کی پہچان کروانے اور اللہ کو صحیح طریقہ سے ماننے کا علم کہاں سے آ گیا؟ آخر اس نے عبادت و اطاعت کی روحانی تربیت کے اصول کیسے جانے؟ آخر اس نے علم معیشت، علم سیاست، علم حکمت، تعزیراتی قانون، انصاف کا قانون، حقوق کے ادا کرنے والے اصول وقوانین کہاں سے حاصل کئے، کیا کوئی اُمی انسان اپنے معاشرے کے انسانوں کی فکر، خیالات اور عقائد کو صحیح راستے پر لاسکتا ہے؟ آخر اس اُمی انسان نے زبردست صحیح عقیدہ و عبادت کی تعلیمات کہاں سے حاصل کیں؟ شرک کے اقسام اس کو کس نے بتلائے؟ انسانوں کی روحانی ترقی کا باریک سے باریک علم کس نے دیا؟ یہ صرف اللہ کی طرف سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے نبی ہونے کا کھلا ثبوت ہے، ورنہ یہ کسی دوسرے اُمی انسان کے بس کی بات نہیں۔ اللہ نے محمد رسول اللہ ﷺ کو بظاہر اُمی رکھ کر قیامت تک آنے والوں کو آپ کی نبوت کو سچا ماننے کا کھلا ثبوت رکھا۔

☆ دشمنوں کو دوست بنانا ہو تو نبی اُمی ﷺ سے رہبری حاصل کرو۔

☆ بڑی بڑی قوموں کو اپنا ہمنوا بنانا ہو تو نبی اُمی ﷺ سے رہبری حاصل کرو۔

☆ فتح حاصل کرنے کے بعد انسانوں کا دل جیتنا ہو تو نبی اُمی ﷺ سے رہبری حاصل کرو۔

☆ قابل صدر مملکت بننا ہو تو نبی اُمی ﷺ سے رہبری حاصل کرو۔

☆ غریبوں کا دل جیتنا ہو تو نبی اُمی ﷺ سے رہبری حاصل کرو۔

☆ کیا کسی اُمی انسان کی زبان سے نکلے ہوئے الفاظ اور گفتگو دنیا میں کسی کے پاس

محفوظ ہے؟ کیا وہ دو طرح کا کلام کر سکتا ہے؟

☆ کیا کسی اُمی انسان کے ارشادات کی صدیوں سے انسانوں کو تعلیم دی جاتی ہے؟

☆ کیا آج نبی اُمی ﷺ کے ارشادات میں کوئی نقص اور عیب کوئی نکال سکا ہے؟ یا اس میں ترمیم کی ضرورت محسوس ہوئی ہے؟ یہ بھی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے نبی ہونے کی کھلی دلیل ہے، بیشک آپ ﷺ اللہ کے سچے اور آخری پیغمبر اور رسول ہیں، قرآن مجید آپ ﷺ کا زندہ معجزہ ہے۔

کیا دنیا میں کوئی پاگل، جادوگر اور مجنون انسان معاشرہ کو سدھار سکتا ہے؟

كَذٰلِكَ مَآ أَتَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّن رَّسُولٍ إِلَّا قَالُوْا سَاحِرٌ أَوْ مَجْنُوْنٌ ٥

(الذاریات: ۵۲)

ترجمہ: اسی طرح ان سے پہلے جو لوگ تھے اُن کے پاس بھی کوئی پیغمبر ایسا نہیں آیا جس کے بارے میں انہوں نے یہ نہ کہا ہو کہ "جادوگر ہے یا دیوانہ ہے۔"

اکثر پیغمبروں کو پاگل، مجنون، دیوانہ اور جادوگر کہا گیا، حالانکہ ایسی بات کہنے والے لوگوں کو سوچنا چاہئے کہ کیا پاگل انسان ایسی عمدہ فطری تعلیم دے سکتا ہے؟ کیا پاگل انسان کی صحبت سے لوگوں کی زندگی میں پاکیزگی اور عمدگی پیدا ہو سکتی ہے؟ کیا ایک پاگل انسان دنیا میں معاشی قانون، معاشرتی قانون، ملکی و ریاستی قانون، قانونِ انصاف، تعزیراتی قانون، سیاسی اصول وضوابط اور سب کے لئے مساواتی فلاح و بہبود کا قانون بنا سکتا ہے؟ کیا ایک پاگل انسان دنیا والوں کے لئے نمونۂ تقلید اور مثال و آئیڈیل بن سکتا ہے؟

☆ لوگ پیغمبروں کو جادوگر کہتے ہیں، جادوگر تو لوگوں کو کرتب دِکھا کر بھیک مانگتے ہیں اور لوگوں کے محتاج ہوتے ہیں، کیا کوئی جادوگر سے ہزاروں انسانوں کی بگڑی ہوئی زندگی میں سدھار آ سکتا ہے؟ کیا جادو سے وہ ہزاروں انسانوں کو بیک وقت اپنا دیوانہ بنا سکتا

ہے؟ کیا جادو سے وہ کسی حکومت پر قبضہ کر سکتا ہے؟ کیا ہزاروں لوگ اس کے دیوانے بن کر جان و مال قربان کرتے ہیں؟ کیا جادوگر اپنا مال لُٹا کر لوگوں کی بھلائی و بہتری چاہ سکتا ہے؟ وہ تو جادو کے ذریعہ لوگوں کی جیب پر نظر رکھتا ہے، اپنے جادو سے وہ اپنی ہی زندگی کو بہتر نہیں بنا سکتا۔ قرآن کریم میں ارشادِ الٰہی ہے: وَلَا يُفْلِحُ السّٰحِرُوْنَ ٥ ''حالانکہ جادوگر فلاح نہیں پایا کرتے''۔ (یونس:۷۷)

☆ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شاعر کہتے، تو ان کو سمجھنا چاہئے تھا کہ وہ جو کلام پیش کر رہے ہیں تو کیا وہ مجنون، پاگل یا جادوگروں کا کلام ہے؟ جس کی ایک آیت بھی اس قوم کے بڑے بڑے ادیب اور شاعر نہ بنا سکتے، کیا کسی شاعری اور مجنون سے ایسا کلام نکل سکتا ہے؟ شاعر جتنی باتیں کرتا ہے، وہ خیالی ہوتی ہیں، حقیقت سے دور ہوتی ہیں، کیا اُمی انسان سے دو طرح کا ادبی کلام نکل سکتا ہے؟ وہ لوگ آپ ﷺ کی زبان سے قرآن بھی سنتے اور آپ ﷺ کے ارشادات بھی سنتے، دونوں کا فرق بھی سمجھتے تھے، اپنے مقرر کی تقاریر اور گفتگو بھی سنتے اور جانتے کہ قرآن کے کلام میں اور محمد ﷺ کے کلام میں زمین آسمان کا فرق ہے، کیا کسی اُمی انسان کی زبان سے دو طرح کے مختلف کلام نکل سکتے ہیں؟ قیامت تک لوگ قرآن و حدیث کے الفاظ کی تحقیق کر کے رسول اللہ ﷺ کے سچے نبی ہونے کو جان سکتے ہیں اور سمجھ سکتے ہیں کہ قرآن، محمد ﷺ کا کلام نہیں، اللہ کا کلام ہے، انسانی کلام ہوتا تو دنیا کے قابل سے قابل انسان اس شان کی کتاب کیوں نہیں بنا سکے؟ کتاب تو کہاں، اس جیسی ایک چھوٹی سورۃ بھی نہ بنا سکے اور نہ کبھی کوئی انسان بنا سکے گا۔

ساری قوم جانتی تھی کہ حضرت محمد ﷺ امانت دار اور دیانت دار ہیں، کبھی جھوٹ نہیں کہا، ان کی ساری زندگی پاک دامنی سے بھری پڑی ہے، وہ غریبوں کی مدد کرتے، مسافروں کو سہارا دیتے، قرضداروں کے قرض ادا کرنے میں مدد کرتے، مظلوموں کی مدد کرتے، مہمانوں کی ضیافت کرتے، حاجت مندوں کی حاجت پوری کرتے، آپ ﷺ امانت دار ہیں، لوگ اپنی امانتیں لا کر آپ ﷺ کے پاس رکھتے، کیا کسی مجنون، دیوانے، پاگل، جادوگر کے

پاس اپنی امانت رکھتا ہے؟ کیا کسی مجنون انسان کی ایسی اعلیٰ صفات ہوسکتی ہیں؟ کیا لوگ اس پر اعتماد اور بھروسہ کرتے ہیں؟ یہ سب باتیں سمجھنے اور جاننے کے باوجود اگر کوئی اتنے اعلیٰ صفات والے پیغمبر کو مجنون، پاگل، دیوانہ اور جادوگر کہے تو وہ بیوقوف، جاہل اور ناداں؛ بلکہ وہ خود پاگل و دیوانہ کہلائے گا، احمق لوگ پیغمبر کی سیرت اور تعلیمات سے سبق نہیں لیتے، ان کی صحبت میں رہنے والوں کی زندگیوں پر غور نہیں کرتے، جو بات ان کے عقیدہ اور اعمال پر ضرب لگاتی ہے اُسے برداشت نہ کر کے ایسے الزامات لگاتے ہیں۔

دوسرے انبیاء کرامؑ کی اتباع اَب کیوں نہیں کر سکتے؟

اکثر لوگوں کا خیال ہے کہ خدا تک پہنچنے کے لئے بہت سے راستے ہیں، آدمی جس راستے چاہے چلا جائے، وہ خدا تک جاتا ہے، مگر یہ بات غلط ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبعوث ہونے کے بعد پچھلے تمام انبیاء کی شریعتیں منسوخ ہوچکی ہیں، ان کی نبوت کی مدت بھی ختم ہوچکی ہے، ان کے بعد حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی نبوت قیامت تک جاری رہے گی، انسان چاہے کسی ملک اور قوم کا کیوں نہ ہو اُس وقت تک ایمان والا نہیں کہلا سکتا جب تک کہ وہ محمد رسول اللہ ﷺ کو آخری نبی کی حیثیت سے نہ مانے، اس وقت تک اس کا ایمان، ایمان نہیں کہلائے گا، اور اس کا کوئی نیک عمل قبول بھی نہیں ہوتا، رسول اللہ ﷺ کے مبعوث ہوجانے کے بعد اللہ کی ہدایت پر چلنے آخرت میں نجات حاصل کرنے کے لئے رسول اللہ ﷺ ہی کی اتباع میں زندگی بھر چلنا ضروری ہے، اب نہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اتباع کی جاسکتی ہے اور نہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام، اگر حضرت موسیٰؑ زندہ ہوتے تو انہیں بھی محمد رسول اللہ ﷺ کی اتباع میں زندگی گذارنا لازم ہوتا، حضور ﷺ کے علاوہ کسی دوسرے نبی کی اتباع و پیروی میں اب کامیابی نہیں، اسلام کے علاوہ اب کوئی راستہ صراط مستقیم نہیں، اس کی وجہ یہ بھی ہے کہ دنیا میں ہزاروں نبی اور پیغمبر آئے، دنیا کا کوئی علاقہ ایسا نہیں جہاں انسانوں کے پاس اللہ کا پیغام نہ آیا ہو، مگر سوائے چند پیغمبروں

کے سارے پیغمبروں کے نام و نشان اب باقی نہیں رہے، اور نہ ان کی تعلیمات کوئی اصلی حالت میں باقی ہیں، وہ کن کن علاقوں اور قوموں میں آئے تھے اس کا پتہ نہیں مل سکتا، پھر ان کی تعلیمات اپنی اپنی قوموں کے لئے مخصوص تھیں، ساری دنیا اور قیامت تک کے لئے نہیں تھیں، ان کے دنیا سے جانے کے بعد ان کی تعلیمات میں تحریف کردی گئی، اور سابقہ تمام کتابوں کو منسوخ کردیا گیا، ان نبیوں کے حالاتِ زندگی بھی بدل ڈالے گئے، یہاں تک کہ ان کی تعلیمات میں شرک ملا دیا گیا، ان کے بارے میں ایسی ایسی باتیں اب ان کی قوموں کی کتابوں میں ہیں، جن کو پڑھ کر انسان نہ توحید اختیار کرسکتا، نہ ان پر اعتماد کرسکتا ہے اور خود ان کے ماننے والے ان کی زندگی کا نمونہ اور مثال پیش نہیں کرسکتے، نہ زندگی کے کسی شعبے میں ان کی اتباع کرسکتے، ان کا نام لے کر ان کی تعلیمات سے انسانوں کو اللہ سے دور مشرکانہ عقائد دئے جارہے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ سے پہلے جتنے بھی نبی اور پیغمبر آئے، انہوں نے یہ نہیں کہا کہ میں ساری دنیا کے لئے پیام لے کر آیا ہوں، گوتم بدھ کو تو ہم پیغمبر نہیں کہہ سکتے، ان کی تعلیمات میں خدا کا تصور ہی نہیں، ان کے ماننے والے اور حضرت عیسیٰؑ کے ماننے والے اپنے اپنے مذہب کی بگڑی تعلیمات کو چند ملکوں میں پھیلایا، حضرت عیسیٰؑ کی تعلیمات میں بہت کچھ ترمیم و اضافہ ہوچکا ہے، یہودی تو رات میں بہت تبدیلیاں کرکے یہودیت کو اپنے ہی ماننے والوں کی حد تک محدود رکھے ہیں، سارے پیغمبروں کے برخلاف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام اور قرآن مجید اور رسول اللہ ﷺ کی زندگی کے حالات تقریباً ۱۵/سو سالوں سے محفوظ ہیں، اور محمد رسول اللہ ﷺ کو اللہ نے قیامت تک کے لئے نبی بنایا ہے، آپ ﷺ کے بعد قیامت تک کوئی پیغمبر نہیں آئے گا، رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات ساری دنیا میں عرب سے باہر آپ ہی کے زمانے سے پھیل رہی ہیں۔

اکثر غیر مسلم قرآن کو رسول اللہ ﷺ کا کلام سمجھتے ہیں

أَمْ يَقُولُونَ تَقَوَّلَهُ بَل لَّا يُؤْمِنُونَ ۝ فَلْيَأْتُوا بِحَدِيثٍ مِّثْلِهِ إِن كَانُوا صَادِقِينَ ۝ (الطور: ۳۳، ۳۴)

ترجمہ: ہاں! کیا وہ یہ کہتے ہیں کہ ان صاحب نے یہ (قرآن) خود گھڑ لیا ہے؟ نہیں! بلکہ یہ (ضد میں) ایمان نہیں لا رہے ہیں۔ اگر یہ واقعی سچے ہیں تو اس جیسا کوئی کلام (گھڑ کر) لے آئیں۔

انسان اللہ کے کلام کو جھٹلانا چاہتا ہے یا حق کا انکار کرنا چاہتا ہے، تو طرح طرح کے اعتراض اور بہانے کرتا ہے، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں مشرکینِ مکہ اور بعد کے زمانوں کے اکثر غیر مسلم یہ سمجھتے اور کہتے تھے اور کہتے ہیں کہ قرآن مجید محمد (ﷺ) کی کتاب ہے اور اسلام محمد (ﷺ) کا بنایا ہوا مذہب ہے، چنانچہ مشرکینِ مکہ رسول اللہ ﷺ سے اس بات کا مطالبہ کرتے تھے جس کا تذکرہ سورۂ یونس آیت: ۱۵ میں ہے۔

وَإِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ آيَاتُنَا بَيِّنَاتٍ قَالَ الَّذِينَ لَا يَرْجُونَ لِقَاءَنَا ائْتِ بِقُرْآنٍ غَيْرِ هَٰذَا أَوْ بَدِّلْهُ قُلْ مَا يَكُونُ لِي أَنْ أُبَدِّلَهُ مِن تِلْقَاءِ نَفْسِي إِنْ أَتَّبِعُ إِلَّا مَا يُوحَىٰ إِلَيَّ إِنِّي أَخَافُ إِنْ عَصَيْتُ رَبِّي عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ ۝

ترجمہ: اور وہ لوگ جو (آخرت میں) ہم سے آ ملنے کی توقع نہیں رکھتے جب ان کے سامنے ہماری آیتیں پڑھی جاتی ہیں، جبکہ وہ بالکل واضح ہوتی ہیں تو وہ یہ کہتے ہیں کہ "یہ نہیں! کوئی اور قرآن لے کر آؤ، یا اس میں تبدیلی کرو"، (اے پیغمبر!) ان سے کہہ دو کہ "مجھے یہ حق نہیں کہ میں اس میں اپنی طرف سے کوئی تبدیلی کروں، میں تو کسی اور چیز کی نہیں، صرف اُس وحی کی پیروی کرتا ہوں جو مجھ پر نازل کی جاتی ہے، اگر کبھی میں اپنے رب کی نافرمانی کر بیٹھوں تو مجھے ایک زبردست دن کے عذاب کا خوف ہے۔"

اس آیت میں بیان کیا گیا کہ انہوں نے مطالبہ کیا کہ اس قرآن کے علاوہ دوسرا قرآن لاؤ، جس میں شرک اور توحید کی ملی جلی تعلیم ہو، جس میں اللہ کی اطاعت کے ساتھ ساتھ خواہشات نفسانی کا بھی پورا کرنے کی آزادی اور چھوٹ ہو، جس میں گناہ پر پکڑ اور عذاب کی باتیں نہ ہوں۔ اس قسم کا مطالبہ کرنا اس بات کا کھلا ثبوت تھا کہ وہ یہ سمجھ رہے تھے

کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ خود اپنی طرف سے یہ کتاب خدا کا نام لے کر اپنی بڑائی جتانے کے لئے پیش کر رہے ہیں۔

حالانکہ رسول اللہ ﷺ کی زندگی کا ایک بڑا حصہ انہی لوگوں کے سامنے گذرا ہے، آپ انہی کے سامنے قبیلہ بنو ہاشم میں پیدا ہوئے، ان ہی کے شہر میں پرورش پا کر جوان ہوئے، گویا انہی کے ساتھ دوستی، رشتہ داری، تعلقات، لین دین، تجارت اور انہی کے سامنے شادی بیاہ کیا، وہی لوگ آپ کو صادق وامین کے لقب سے پکارتے تھے، رسول اللہ ﷺ کی پوری معاشرتی زندگی ان لوگوں کے سامنے کھلی کتاب تھی، زندگی کا کوئی گوشہ ان لوگوں سے چھپا ہوا نہیں تھا، اور رسول اللہ ﷺ ان لوگوں کے لئے اجنبی انسان بھی نہیں تھے، ایسا بھی نہیں کہ آپ کسی دوسرے ملک اور شہر میں پیدا ہو کر یکا یک آ کر ایک نیا ماحول ومعاشرہ بنانے کے لئے پیغمبری کا اعلان کیا، اور اپنا ایک علٰحدہ گروہ بنانا چاہا، اور کہا کہ مجھے اپنا پیغمبر مان لو۔ اتنی قریب سے جانی پہچانی' دیکھی بھالی واضح شخصیت اور شہادت کیا ہو سکتی ہے کہ جس شخص کی اندرونی اور بیرونی زندگی کے حالات سے سب لوگ واقف تھے، اور جانتے تھے کہ وہ ۴۰ رسال تک کبھی آپ نے پیغمبر ہونے' کتابِ الٰہی اور وحی کا تذکرہ ہی نہیں کیا، نہ کبھی ایمان' توحید' کفر اور شرک پر گفتگو کی۔

ہم ایمان والے حضرت محمد ﷺ کی زندگی کے حالات کو صحیح طریقے سے پیش نہیں کرتے، جس کی وجہ سے دنیا کے غیر مسلم دنیا کے عام پیشواؤں کی طرح' رسول اللہ ﷺ کو تصور کرتے ہیں، اور الزام لگاتے ہیں قرآن' رسول اللہ ﷺ نے تیار کیا ہے، اسلام' حضرت محمد ﷺ کا مذہب ہے، اس لئے وہ اسلام کو محمد اِزم (Mohammadism) بھی کہتے ہیں۔

کیا قرآن' انجیل سے نقل کیا گیا ہے؟

یَـآ أَهْـلَ الْـكِتَـابِ لاَ تَـغْـلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ وَلاَ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ إِلَّا الْحَقِّ o

(النساء: ۱۷۱)

ترجمہ: اے اہل کتاب! اپنے دین میں حد سے نہ بڑھو، اور اللہ کے بارے میں حق کے سوا کوئی بات نہ کہو۔

سوال: ایک عیسائی شخص نے مسلمان سے پوچھا کہ انجیل پہلے آئی یا قرآن؟

جواب: مسلمان نے جواب دیا کہ انجیل حضرت عیسیٰؑ کے ذریعہ پہلے آئی۔

سوال: عیسائی نے پھر کہا کہ حضرت محمد ﷺ انجیل سے واقعات نقل کر کے قرآن پیش کر رہے ہیں اس وقت تک انجیل عربی زبان میں ترجمہ ہو چکی تھی، کسی سے محمد ﷺ اس کی ساری باتیں سن کر انہوں نے قرآن کو تیار کیا ہے۔

جواب: مسلمان نے جواباً کہا کہ نقل کرنے سے کیا ایک صفحہ کا مضمون دس صفحات کا ہو جاتا ہے؟ یہ بات غلط ہے۔ تمہارے پاس حضرت عیسیٰؑ کے تعلق سے جو باتیں اب موجود ہیں وہ صحیح نہیں ہیں اور مختصر ہیں، ہمارے پاس قرآن و حدیث میں ان کی زندگی کے حالات اتنی تفصیل سے اور صحیح ہیں جتنی تفصیل تمہارے پاس نہیں ہے، یوں سمجھو کہ تمہارے پاس ۱۰ر صفحات ہیں، تو وہ بھی غلط ہیں، ہمارے پاس ۱۰۰ر صفحات ہیں جو عین کتاب الٰہی اور سچائی کے ساتھ ہیں، جس سے خدا اور بندے میں کھلا فرق سمجھ میں آتا ہے۔

یہ بات بھی سمجھ لو کہ مختلف قوموں کے مختلف حالات اللہ نے پچھلی آسمانی کتابوں میں بیان کئے ہیں، یہ بتاؤ تورات اور زبور پہلے آئے یا انجیل پہلے آئی؟ تو عیسائی نے کہا کہ تورات اور زبور پہلے آئے، تو کیا حضرت عیسیٰؑ نے تورات و زبور کی نقل کی ہے؟ پھر تمام واقعات قرآن مجید میں صحیح شکل میں بتلائے گئے ہیں، قصہ کہانیوں کے طور پر بیان نہیں کئے گئے ہیں، قرآن میں پیغمبروں کو جادوگر نہیں کہا گیا؟ کسی پیغمبر کو خاص طور پر حضرت لوطؑ پر بیٹوں کے ساتھ زنا کرنے کا الزام نہیں لگایا گیا؟ پیغمبروں کے اخلاق و کردار کو انتہائی پاکیزہ پیش کیا گیا، قرآن نے خدا کو خدا کی حیثیت سے پیش کیا، اور انسان کو خاص طور پر حضرت عیسیٰؑ اور ان کی ماں کو انسان کی حیثیت سے پیش کیا، توحید کی صاف صاف تعلیم دی، اور تمہارے پاس توحید اور شرک کو ملا دیا گیا، پھر تمہارے پاس

پرسنل لاء اور حقوق العباد کی تعلیم نہیں ہے، تم جس ملک میں رہتے ہو اسی ملک کا قانونِ زندگی کو اختیار کر لیتے ہو، حضرت مریمؑ کا آخری عمر تک نکاح نہیں ہوا، تمہاری کتاب میں ان کا نکاح کر کے دوسرے مرد سے بعد میں اولاد بتلایا گیا، قرآن و حدیث میں ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کو پھانسی نہیں ہوئی بلکہ آسمان پر زندہ اٹھا لئے گئے، تمہارے پاس لکھا ہے تین دن تک مرے ہوئے تھے، پھر زندہ ہو کر آسمان پر چلے گئے، تمہارے پاس عقیدۂ تثلیث کا کوئی جواب نہیں دے سکتا، تین دن تک وہ مرے ہوئے تھے تو دنیا کیسے چلی؟ دنیا کو کس نے چلایا؟ کیا کوئی باپ اپنے بیٹے کو گنہگار بیٹوں کی خاطر سولی پر چڑھا دے گا؟ یہ بات فطرت کے خلاف ہے، پھر حضرت عیسیٰؑ نے سولی پر کس کو ''خدایا'' کہہ کر پکارا؟ جبکہ بقول تمہارے وہ خود خدا تھے، ہماری کتاب میں یہ سب اختلافات اور کنفیوژن نہیں ہے، صاف صاف تعلیمات ہیں، بندہ کو بندہ' اور خدا کو خدا سمجھایا گیا، اور زندگی گذارنے کا صاف صاف قانون دیا گیا ہے، اس لئے نقل کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، تقریباً پندرہ سو سال پہلے قرآن میں جو جو پیشن گوئیاں کی گئی تھیں' آج سائنس ان کی تصدیق کر رہی ہے، کیا یہ سب آنے والے حالات انجیل میں تھے؟

دوسرے مذہب کے لوگ اپنی کتاب پر عمل کیوں نہیں کر سکتے؟

رابندر ناتھ ٹیگور ایک مرتبہ حضرت سید سلیمان ندویؒ کے ساتھ پانی کے ایک جہاز میں سفر کر رہے تھے، حضرت نے ٹیگور سے سوال کیا کہ آپ کی مذہبی کتابوں کا اثر ان کو ماننے والوں کی زندگیوں میں نظر کیوں نہیں آتا؟ جبکہ قرآن مجید کا اثر انسانوں کی زندگیوں میں نظر آتا ہے۔

ٹیگور نے کہا کہ قرآن مجید کا اثر اس لئے مسلمانوں میں نظر آتا ہے کہ محمد (ﷺ) کی زندگی کے حالات محفوظ ہیں، ان کے صحابہؓ کی عملی زندگیاں مثال ہیں، اس لئے مسلمان پیغمبر کی نقل میں کتاب پر عمل کرتے ہیں، یہ بات بھی رسول اللہ ﷺ کے سچے نبی

اور قرآن کریم اللہ کا سچا کلام ہونے کی دلیل ہے۔ دوسرے تمام پیغمبر جو دنیا میں آئے ان کی زندگی کے حالات اور ان کے صحابہؓ کے حالات کی قوموں نے محفوظ نہیں رکھا، اس لئے ان کتابوں پر کچھ فیصد بھی صحیح عملی صورت ان قوموں میں بھی نظر نہیں آتی، پھر وہ قرآن نازل ہونے کے بعد منسوخ کردی گئیں، ان میں تبدیلیاں بھی کردی گئیں، جس کی وجہ سے کتاب کو سمجھنا مشکل ہوگیا، اور شکوک وشبہات پیدا ہوگئے، خالق ومخلوق کو ایک کردیا گیا۔

قرآن کی سچائی کا ثبوت دینے کی ذمہ داری مسلمانوں پر ہے

وَمَا كَانَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ أَنْ يُّفْتَرٰى مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِىْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيْلَ الْكِتَابِ لَا رَيْبَ فِيْهِ مِنْ رَّبِّ الْعَالَمِيْنَ ٥ (یونس:۳۷)

ترجمہ: اور یہ قرآن ایسا نہیں ہے کہ اُسے کسی نے اپنی طرف سے گھڑ لیا ہو، اللہ نے نہ اُتارا ہو؛ بلکہ یہ (وحی کی) اُن باتوں کی تصدیق کرتا ہے جو اس سے پہلے آچکی ہیں، اور اللہ نے جو باتیں (لوحِ محفوظ میں) لکھ رکھی ہیں اُن کی تفصیل بیان کرتا ہے، اس میں ذرا بھی شک کی گنجائش نہیں ہے، یہ اُس ذات کی طرف سے ہے جو تمام جہانوں کی پرورش کرتی ہے۔

جس طرح شروع زمانے میں قرآن مجید کی سچائی کو ثابت کرنے کے لئے صحابہ کرامؓ نے دنیا کے دوسرے انسانوں کے سامنے عملی مثال اور مظاہرہ کیا، اسی طرح بعد کے زمانوں میں قرآن کی سچائی کو غیر قوموں کے سامنے سمجھانے کے لئے مسلمانوں کو اس کے احکام پر چل کر عملی مظاہرہ کرنا ہوگا، اس لئے کہ دوسری قومیں قرآن کو پڑھنے اور سمجھنے سے پہلے مسلمانوں کی زندگیوں کا جائزہ لیں گی، اگر مسلمان قرآن کو مانتے ہوئے بے عمل رہیں گے تو وہ قرآن کو انسانی کلام سمجھ کر بے حرمتی کریں گے، چنانچہ اکثر وبیشتر غیر مسلم، مسلمانوں کی زندگی سے متاثر نہ ہونے کی وجہ سے قرآن مجید کی بے حرمتی کرتے رہتے ہیں۔

مسلمان، غیر مسلموں کی قرآن اور اسلام سے نفرت ودشمنی کو دور کرنے کے لئے

اکثر و بیشتر اپنی مسجدوں میں بلا کر اپنی نماز ادا کرنے، سجدہ کرنے اور ایک ہی صف میں مل کر کھڑے ہونے، طہارت، وضو، غسل اور ظاہری پاکی سمجھائیں، قراءت کلام پاک سناتے رہیں، اذان کے الفاظ کے معنٰی سمجھائیں اور قرآن مجید کا نسخہ یا اسلامی لٹریچر تحفہ میں دیں، ان کو مسجد میں داخل ہونے کا ادب سکھائیں، اگر وہ چڈی پہنیں ہوں تو لنگی یا پاجامہ دیں، عورتیں نیم برہنہ ہوں تو لانگ کوٹ، عبایا، یا بڑی چادر جس سے عورت کا پورا جسم چھپ جائے وقتی طور پر مسجد میں رہنے تک پہنائیں، حالانکہ غیر مسلم رات دن ٹی وی پر، اخبارات میں مسلمانوں کا حج، نماز اور روزہ کے مظاہرہ تصاویر اور وڈیو کے ذریعہ بھی دیکھتے رہتے ہیں، یا لائیو ٹیلی کاسٹ بھی دیکھتے ہیں، بیشک یہ عمل ایک حد تک بہت اچھا ہے، ٹھیک ہے، اس سے غیر مسلم مسجد کی نورانیت، سکون، پاکیزگی اور مسلمانوں کی مساواتِ انسان اور اتحاد و اتفاق کو کسی حد تک سمجھ کر متاثر تو ہو جاتے ہیں، مگر اس سے اتنا فائدہ نہیں ہوتا جتنا ہونا چاہئے، اس لئے کہ مسجد کے باہر مسلم معاشرے کو وہ خود اسلام کے خلاف عمل کرتا دیکھتے ہیں جس کی وجہ سے اسلام کی صحیح تصویر اور قرآن کی سچائی کو سمجھ نہیں سکتے۔ اور کہتے ہیں کہ اسلام بہت اچھا مذہب ضرور ہے، مگر کتابوں اور لائبریریوں کے اندر ہے اور وہ ڈراموں، فلموں اور افسانوں میں قاتل، ظالم، غنڈہ، جاہل، زانی کا کردار مسلمانوں کا دکھاتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ کی تربیت ایسی کی تھی کہ وہ مسجد کے باہر قرآن کی چلتی پھرتی عملی مثال نظر آتے، جس طرح وہ مسجد میں قرآن کے نور کے ساتھ اللہ کی عبادت کرتے تھے، اسی طرح مسجد سے باہر قرآن مجید کی سچائی کو اپنے قول و فعل سے ظاہر کرتے تھے، اور زندگی کے تمام شعبوں میں اپنے اعمال سے قرآن مجید پر عمل کر کے قرآن کی سچائی کو ظاہر کرتے تھے، اور اپنے آپ کو قرآن مجید کی چلتی پھرتی عملی مثال بنائے رکھتے تھے، جس سے اسلام و غیر اسلام کا فرق اندھیرے اور اجالے کی طرح نظر آتا تھا، اور قرآن کی سچائی سمجھ میں آجاتی تھی، اس لئے ضرورت اس بات کی ہے کہ جس طرح مسلمان مسجد کے اندر قرآنی ماحول ثابت کرتے ہیں، اسی طرح مسجد سے باہر، بازاروں میں تجارت اور نوکریوں

میں، پڑوسیوں کے ساتھ، دوستی و دشمنی میں، عقائد، عبادات، معاملات، معاشرت اور اخلاقیات کے تمام اعمال میں قرآن مجید کی سچائی کو عمل کے ذریعہ ثابت کریں؛ تاکہ غیر مسلموں کو ان کی اپنی اور مسلمانوں کی زندگی کا فرق اندھیرے و اجالے کی طرح نظر آئے۔

اگر مسلمان مسجد کی حد تک قرآن کی سچائی کو سمجھانے کی کوشش کریں گے یا علمی طور پر سچائی سمجھانے کی محنت کریں، مگر مسجد سے باہر شادی بیاہ، لین دین، پردہ، حرام مال اور بُرے کاموں سے پرہیز نہ کرنے، گفتگو میں فحش اور گالی گلوج کرنے، بات بات پر جھوٹی قسم اور جھوٹے مقدمات اور اللہ کے علاوہ غیر اللہ کو اللہ جیسی صفات والا سمجھ کر درگاہوں، چلوں، جھنڈوں، علموں کو بھی سجدہ، رکوع، دعاء، منتیں اور مرادیں مانگنے، قبروں کا اور مقدس مقامات کا طواف کرنے، پنکھے، صندل، عرس، قوالی، نماز نہ پڑھ کر درگاہوں کی حاضری وغیرہ کا عملی مظاہرہ کریں گے تو دنیا کے دوسرے انسان قرآن کو بھی دنیا کی دوسری کتابوں کی طرح عام کتاب سمجھیں گے اور قرآن کو کتاب الٰہی نہ مان کر اس کی بے حرمتی کریں گے، اس لئے کہ غیر مسلم قرآن پڑھنے سے پہلے قرآن کو ماننے والوں کی زندگیوں کو پڑھیں گے، مسلمانوں کی عملی زندگی ہی سے قرآن کی سچائی ان کو سمجھ میں آسکتی ہے، اور قرآن ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا زندہ معجزہ نظر آئے گا۔

ہر زمانے میں غیر مسلم اس کتاب کو اللہ کا کلام نہیں سمجھتے تھے، اور اب بھی نہیں سمجھ رہے ہیں، اور قرآن کو انسانی کلام سمجھ کر اکثر اس کتاب کی بے حرمتی کرتے ہیں اور جلاتے ہیں، اسلام پر کارٹون بناتے ہیں، یا مسلمانوں کی جہالت و بے صبری پن کو دیکھ کر انہیں دہشت گرد کہتے ہیں، اور اس کتاب پر امتناع عائد کرنے یا اس کے بعض احکام کو تبدیل کرنے کا مطالبہ کرتے رہتے ہیں، ان کی اس گمراہی، نادانی اور بیوقوفی کی ساری ذمہ داری خود اکثر مسلمانوں پر عائد ہوتی ہے، اس لئے کہ اکثر مسلمان یہ کہتے ہیں کہ آپ ہم کو نہ دیکھیں بلکہ کتاب اللہ کے مضامین کو دیکھیں، وہ اسلام اور قرآن کو دنیا کا سب سے بہترین مذہب سمجھتے ہیں، مگر خود اس پر ایمان رکھ کر اس کے بہت سے احکام کی جان بوجھ کر بغاوت کرتے ہیں، دنیا کے

دوسرے انسانوں کے سامنے عمل سے اس کی سچائی اور حق ہونے کو ثابت نہیں کرتے۔

مسلمان کی مثال اس ڈاکٹر جیسی ہے جسے دواخانے میں مریضوں کا علاج کرنے کے لئے رکھا گیا، مگر وہ ڈاکٹر ہوکر خود بیماروں جیسے اعمال اختیار کئے ہوئے ہے، جب غیر مسلم قرآن مجید کی بے حرمتی کرتے ہیں تو یہ ڈاکٹر صاحب چیخ پکار اور احتجاج کرتے ہوئے واویلا مچاتے ہیں، ایسے مسلمانوں کو یہ سمجھنا چاہئے کہ اگر وہ قول سے قرآن مجید کی دعوت پیش نہیں کر سکتے تو کم از کم عملی مظاہرے سے قرآن کی عملی مثال بن کر قرآن کی سچائی کو عمل سے ثابت کرنے کی کوشش کریں۔

مسلمانوں کا طرز عمل قرآن کے ساتھ اس طرح بغاوت کا دیکھ کر دوسری قوموں کو یہ اندازہ ہورہا ہے کہ یہ لوگ زبان سے قرآن کو اللہ کا کلام مانتے ہیں مگر اس کی سچائی کے یقین سے خالی ہیں، ان کا اقرار صرف زبان کی حد تک ہے، اسلام اور قرآن ان کی زندگیوں میں برائے نام ہے، اکثر اسلام قبول کرنے والے انگریز یہ کہتے ہیں کہ آخر پیدائشی مسلمان قرآن پر کیوں عمل سے دور ہیں؟ وہ عمل کیوں نہیں کرتے؟ وہ قرآن کے احکام کو معلومات کی حد تک دماغ میں رکھتے ہیں، مگر اس پر سچائی کے یقین سے خالی ہیں، اگر وہ قرآن مجید کو حقیقی طور پر سچا مان لیں گے تو اس دن ان کی زندگیوں میں انقلاب آجائے گا، اس لئے قرآن مجید کو حقیقی اور شعوری طور پر اللہ کی کتاب مان کر ایمان لائے اور زندگی کے ہر شعبہ میں قرآن مجید کی نمائندگی کریں، اور قرآن کی چلتی پھرتی عملی مثال بنئے، اس سے قرآن کا اللہ کی سچی کتاب ہونا ہر ایک کو سمجھ میں آئے گا۔

تمام آسمانی کتابوں میں قرآن مجید کی خصوصیت ہی الگ ہے

قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْإِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓى أَنْ يَّأْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَأْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا ○ (الاسراء:۸۸)

ترجمہ: کہہ دو کہ اگر تمام انسان اور جنات اس کام پر اِکٹھے بھی ہوجائیں کہ اس قرآن

جیسا کلام بنا کر لے آئیں، تب بھی وہ اس جیسا کلام نہیں لاسکیں گے، چاہے وہ ایک دوسرے کی کتنی ہی مدد کرلیں۔

دنیا میں ہزاروں پیغمبر ہر قوم میں آئے، ان کے تمام معجزے ان کی زندگیوں کے ساتھ ہی ختم ہوگئے، جیسے حضرت موسیٰؑ کے بڑے معجزے عصاء اور ہاتھ کا روشن ہونا بھی تھا، اس عصاء سے اللہ کے نام سے چٹان پر یا سمندر پر مارنے سے بارہ راستے پانی کے یا سڑک بن گئی، وہ عصاء' سانپ بن جاتا تھا، آج اگر کوئی یہودی اُسی عصاء کو لاکر یہ معجزے دکھانا چاہے تو نہیں دکھاسکتا، وہ ایک ادنیٰ لکڑی ہوگی، اسی طرح حضرت عیسیٰؑ اللہ کے نام سے مٹی میں پھونک مارنے سے وہ پرندے بن کر اُڑ جاتے، اور کوڑھی' اندھے' گنجے پر ہاتھ پھیرنے سے وہ صحت مند ہوجاتے تھے، آج ان کا امتی یہ معجزے نہیں دِکھاسکتا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام معجزات بھی آپ کے دنیا سے چلے جانے کے بعد ختم ہوگئے، مگر آپ کی زندگی کے حالات اور قرآن مجید آپ کے زندہ معجزے ہیں، تقریباً پندرہ سو سال بعد بھی آپ کا امتی کسی کے سامنے ان کو پیش کرے تو وہ آپؐ کی زندگی کے حالات اور قرآن مجید سے متاثر ہوجاتا ہے، اور قرآن مجید پر ایمان لاکر' شرک سے نکل کر توحید اختیار کرلیتا ہے، زندگی کو اندھیرے سے نکال کر اجالے میں لے آتا ہے، اس لئے قرآن مجید' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا زندہ معجزہ ہے۔

دوسرے پیغمبروں کے علمی معجزے بھی بعد کے زمانوں میں ختم ہوگئے، ان کے اثرات بھی باقی نہیں رہے، رسول اللہ ﷺ کا علمی اور عملی معجزہ قرآن مجید جو تمام آسمانی کتابوں کا نچوڑ اور عطر ہے، وہ قیامت تک زندہ رہے گا، اللہ نے اس کی حفاظت کا ذمہ خود لے لیا ہے۔

دنیا کی ساری کتابوں کے مقابلے قرآن کی کیفیت ہی الگ ہے

وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ وَلَا يَزِيْدُ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا خَسَاراً ۝ (الاسراء: ۸۲)

ترجمہ: اور ہم وہ قرآن نازل کر رہے ہیں جو مؤمنوں کے لئے شفاء اور رحمت کا سامان ہے، البتہ ظالموں کے حصہ میں اس سے نقصان کے سوا کسی اور چیز کا اضافہ نہیں ہوتا۔

اس کلام کے الفاظ بھی معجزاتی ہیں، جو عام عربی زبان کے الفاظ نہیں، ان الفاظ کی فصاحت و بلاغت کی خود عربی یا کسی دوسری زبان میں مثال ہی نہیں، اس کے الفاظ کا انسان پر زبردست اثر پڑتا ہے، اس کے الفاظ کی تلاوت اور لحن بھی معجزاتی ہے، دنیا کی کوئی موسیقی اس کا مقابلہ نہیں کرسکتی، دنیا کی کوئی پچھلی آسمانی کتاب کے پڑھنے سننے میں ایسی کشش اور جاذبیت نہیں ہے جو قرآن کی تلاوت میں ہے، اس معجزے کے الفاظ کا معنٰی و مطلب نہ سمجھنے والے غیر مسلم بھی اس کی قراءت سے متاثر ہو جاتے ہیں، بار بار سننا چاہتے ہیں، ان کے دلوں، کانوں کی پیاس نہیں بجھتی، بعض کی آنکھوں سے آنسو بھی جاری ہو جاتے ہیں، اگر مسلمان اس کلام کی یہ معجزاتی کیفیت پر غور کرلے تو ان میں اس کلام کی سچائی کا یقین پیدا ہو جائے گا، اس معجزے پر عمل کرنے کے لئے اس کی سچائی کا یقین دل سے کرنا ہوگا، اس جیسی حلاوت، کشش دنیا کی کسی دوسری کتاب میں نہیں، بار بار سننے اور پڑھنے کے باوجود کوئی اکتاتا نہیں، ہر بار اس کے پڑھنے اور سمجھنے سے ایک نیا اثر اور سمجھ پیدا ہوتی ہے۔

اس کلام کو جو جس نیت سے پڑھے اسے وہ چیز ملتی ہے، اگر کوئی ہدایت کی نیت سے پڑھے تو اسے ہدایت ملتی ہے، اور عقائد درست ہوتے ہیں، کوئی برکت کی نیت سے پڑھے تو برکت ملتی ہے، کوئی صرف نیکیاں حاصل کرنے کے لئے بغیر سمجھے پڑھے تب بھی اُسے نیکیاں ملتی ہیں، اور کوئی حکمت سمجھنے کے لئے پڑھے تو اُسے حکمت ملتی ہے، کوئی حکیم بیماریوں سے شفاء کا نسخہ ڈھونڈنے کے لئے پڑھے تو اُسے وہ حکمت و اسبابِ علاج بھی ملتے ہیں، کوئی اللہ کی معرفت حاصل کرنے کے لئے پڑھے تو اُسے معرفت الٰہی کے راستے ملتے ہیں، کوئی عبرت و نصیحت کے لئے پڑھے تو اُسے عبرت و نصیحت ملے گی، کوئی مسائلِ زندگی معلوم کرنے کے لئے پڑھے تو اُسے مسائل ملتے ہیں، کوئی مردے کی جان آسانی سے نکلنے کے لئے پڑھے تو اس کا اثر محسوس کرسکتا ہے، کوئی اس کی آیات کو شیطان کو

بھگانے کے لئے' جادو ٹونے اور شیطان سے حفاظت کے لئے پڑھے تو وہ ان سب سے محفوظ رہتا ہے، کوئی اس کی آیات پڑھ کر جسم پر دم کرے تو شفاء ملتی ہے، جب انسان اس کلام کے معجزاتی ان اثرات کو ذہن میں رکھے تو اُسے کلام الٰہی کی سچائی کا یقین پیدا ہوتا ہے، یہ کیفیت کسی دوسری کتاب میں نہیں۔

یہ بھی غور کیجئے کہ اس کی دعاؤں کے اثرات انسان اپنی زندگی میں محسوس کر سکتا ہے، حفاظ جب اس کلام کو حفظ کرتے ہیں اور حفظ کروانے والوں کے جسموں اور چہروں پر اس معجزاتی کلام کا نوران پر آجاتا ہے، ان کے چہرے عام چہروں سے سے الگ ہو جاتے ہیں، نماز پڑھنے پڑھانے والوں کے چہروں پر اس کلام کا نور ظاہر ہوتا ہے، دل میں روحانی پاکیزگی اور سکون پاتا ہے، اگر کوئی نماز کو اپنی مادری زبان میں پڑھیں تو کوئی نور ظاہر نہیں ہوتا، اور نماز میں اس کی نورانیت نظر نہیں آتی، اس طرح غور کرنے سے کلام اللہ قرآن مجید کی سچائی سمجھ میں آتی ہے۔

سائنس دانوں نے انسانوں کی زبان سے نکلنے والی گفتگو کا تجربہ کیا، انسانوں کی عام گفتگو جب وہ بات کرتے ہیں تو منہ سے نکلنے والی گفتگو کی لہریں خطِ مستقیم میں جاتی ہیں، مگر قرآن مجید کے الفاظ کی لہریں نورانی شکل میں خط مستقیم میں نہیں بلکہ آسمان کی طرف جاتی ہیں، واللہ اعلم بالصواب۔ آج کل تو لوگ نیٹ پر قرآن مجید کے مختلف سوالات کے جوابات سرچ کر رہے ہیں کہ ان کو بھی اس کا جواب ''قرآن مجید'' کے مطابق ہی مل رہا ہے۔

قرآن مجید کی عظمت اور مقام کو ذہن میں رکھیں

قرآن مجید دنیا کی واحد کتاب ہے جس کا قانون اور زندگی کے احکام ضابطہ اصول سب معجزہ ہیں، دنیا کا کوئی بڑے سے بڑا قانون داں' فلاسفر' ماہر تعلیم آج تک اس جیسی ایک سورت یا ایک آیت بھی نہیں بنا سکا، یہود و نصاریٰ نے کچھ عربی الفاظ جوڑ کر الفرقان نام سے قرآن کی نقل میں کچھ جملے اور سورتیں لکھیں، جس میں کوئی معنٰی و مطلب ہی نہیں، نہ کشش' نہ

جاذبیت' بالکل بھونڈے انداز میں تیار کی، جس سے کوئی ہدایت و رہنمائی ہی نہیں مل سکتی، نہ زندگی کسی شعبہ کا ضابطہ اور قانون مل سکتا ہے جو انسان کی فطرت کے مطابق ہو۔

اس معجزاتی کلام کے ذریعہ اللہ نے جو اپنی معرفت اور پہچان کروائی اور جو علاحدہ عقیدۂ ایمان دیا، دوسرے مذاہب کے پیشوا اس سے آسان اور بہتر معرفت الٰہی اور عقیدۂ ایمان نہیں دے سکے، اس معجزاتی کلام کے ذریعہ اللہ نے عقائد' عبادات' معاملات' معاشرت اور اخلاقیات کا جو طریقہ اور ضابطہ و قانون دیا، اس سے بہتر آج تک کسی نے نہیں دے سکے، اس کا تعزیراتی قانون' معاشرتی قانون' جنگی قانون' عدل و انصاف والا قانون وغیرہ کا دنیا کا کوئی حکومتی یا مذہبی قانون مقابلہ نہیں کرسکتا، حقوق کی مکمل اور فطری تعلیم سوائے دین اسلام کے کوئی نہ دے سکے، اس کے برعکس دنیا کی حکومتیں اور مذہبی پیشوا اسلام کے بہت سے اصول اور ضابطوں کی نقل کر کے اپنے حکومت و مذہبی قوانین بنا کر اپنی مذہبی کتابوں میں لکھ دئے ہیں، اقوام متحدہ کے داخلہ پر انگریزوں نے سلامتی کونسل کے قانون کی بعض نکات اپنے الفاظ میں اسلام کا نام لئے بغیر قانونی ضابطے بنائے، انسان اگر ان کو ذہن میں رکھے تو اس کلامِ الٰہی کی سچائی پر یقین کرسکتا ہے۔

قرآن مجید سراپا معجزہ ہی معجزہ ہے

وَإِنَّهُ فِيۡ أُمِّ الۡكِتَابِ لَدَيۡنَا لَعَلِيٌّ حَكِيۡمٌ ○ (الزخرف:۴)

ترجمہ: اور حقیقت یہ ہے کہ وہ ہمارے پاس لوحِ محفوظ میں بڑے اونچے درجہ کی حکمت سے بھری ہوئی کتاب ہے۔

اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ پر قرآن نازل کر کے اس کو قیامت تک کے لئے زندہ معجزہ بنادیا اور قیامت تک اس میں روحانیت کو محفوظ کردیا، چنانچہ اس کا ہر حکم معجزہ ہے، اس کی ہر آیت روحانیت سے بھری ہوئی ہے، انسان میں روحانیت اور سکون پیدا کرتی ہے، اس پر عمل کرنے والا انسان معجزہ نما (قرآن کی چلتی پھرتی مثال) بن جاتا ہے، اس کی

زندگی عام انسانوں کو متاثر کیے بغیر نہیں رہتی، جیسے صحابہ کرامؓ قیامت تک کے تمام انسانوں کے لئے مثال اور نمونہ بنے، اس معجزہ سے فیض ہی فیض جاری ہو کر بڑے بڑے اہلِ علم مثالی ایمان والے بن گئے۔

محمد رسول اللہ ﷺ کی گفتگو کے الفاظ اور قرآن مجید کے الفاظ

قرآن مجید نے مشرکین مکہ کو یہ سمجھایا کہ وہ محمد بن عبداللہ ﷺ کی زندگی پر غور کریں، سب سے پہلے وہ غیر عرب نہیں ہیں، اور کسی باہر کے علاقہ اور شہر سے آکر تمہارے درمیان قرآن پیش نہیں کر رہے ہیں؛ بلکہ ان کی عمر کا بڑا حصہ تمہارے درمیان گذرا ہے، تم ان کی زندگی سے شروع سے اچھی طرح واقف رہے، تم ان کی گفتگو اور کلام سے بھی اچھی طرح واقف ہو، اس سے پہلے کبھی تم نے ان کی زبان سے اس طرح کا کلام اور مضامین نہیں سنے، تو غور کریں کہ یکا یک ان کی زبان سے ایسا کلام کیسے نکل رہا ہے جس کا تم توڑ اور نظیر نہیں لاسکتے۔

کیا تم کو یہ بات سمجھ میں نہیں آرہی ہے کہ وہ اپنی ہی زبان سے کلام اللہ بھی سناتے اور اپنی ہدایات اور ان کی تشریحات حدیث کی شکل میں اپنی گفتگو سے بیان کرتے ہیں، ان کی زبان سے قرآن کے کلام کے الفاظ اور آیات میں اور ان کی گفتگو میں اتنا زبردست فرق سمجھ میں نہیں آرہا ہے، دونوں میں زمین وآسمان کا فرق کیوں ہے؟ کیا دنیا کا کوئی بے پڑھا لکھا انسان ایک ہی زبان کے دو قسم کے کلام بول سکتا ہے، آج بھی جو غیر مسلم رسول اللہ ﷺ پر یہ الزام لگاتے ہیں کہ قرآن ان کا زبانی کلام ہے، حالانکہ وہ قرآن کی زبان اور حدیث کی زبان پڑھ کر سمجھ سکتے ہیں کہ محمد ﷺ کی زبان اور اسلوبِ بیان اور قرآن کی زبان اور اسلوب میں کتنا بڑا فرق ہے، قرآن وحدیث پڑھ کر تھوڑی سی بھی عقل رکھنے والا انسان یہ نہیں کہہ سکتا کہ دونوں ایک ہی انسان کے کلام ہو سکتے ہیں۔

قرآن کے لہجے و خطاب اور حدیث کے لہجے و خطاب میں فرق

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عربی زبان کا لہجہ اور قرآن کی عربی زبان کے لہجے میں بہت بڑا فرق ہے، کوئی اہل زبان، رسول اللہ ﷺ کی احادیث اور تقاریر پڑھے اور قرآن مجید کے الفاظ کے لہجے کو سنے تو بہ آسانی فیصلہ کرسکتا ہے کہ یہ دونوں ایک ہی انسان کی زبان کے لہجے نہیں ہیں، کھلے طور پر قرآن کے الفاظ کا لہجہ اور رسول اللہ ﷺ کے لہجے میں فرق نظر آئے گا، یہ بات بھی مشرکین مکہ جانتے تھے کہ پورے عرب میں کوئی انسان قرآن مجید جیسا فصیح و بلیغ عربی نہیں کہہ سکتا، نہ ویسے لہجے میں بات کرسکتا ہے، نہ اس جیسے الفاظ میں کوئی کتاب تیار کرسکتا ہے، قرآن مجید نازل ہونے سے ایک دن پہلے بھی کوئی ان الفاظ اور لہجے وطرز خطاب میں آپ ﷺ سے بات نہیں سنی تھی، اس فرق سے قرآن کی سچائی کا یقین آسکتا ہے۔

قرآن، رسول اللہ ﷺ پر نازل شدہ زندہ معجزہ ہے

وَإِن كُنتُمْ فِي رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلَىٰ عَبْدِنَا فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِّن مِّثْلِهِ وَادْعُوا شُهَدَاءَكُم مِّن دُونِ اللَّهِ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ۝ (البقرہ:۲۳)

ترجمہ: اور اگر تم اس (قرآن) کے بارے میں ذرا بھی شک میں ہو جو ہم نے اپنے بندے (محمد ﷺ) پر اُتارا ہے، تو اس جیسی کوئی ایک سورت ہی بنالاؤ، اور اگر سچے ہو تو اللہ کے سوا اپنے تمام مددگاروں کو بلالو۔

جب انسانوں نے قرآن مجید کو اللہ کا کلام ماننے سے انکار کیا تو تقریباً ساڑھے چودہ سو سال پہلے ہی یہ چیلنج دیا گیا کہ تمام انسان اور جن مل کر قرآن جیسی ایک چھوٹی سی سورت ہی بنالاؤ، مگر آج تک اس جیسی سورت کوئی نہ بنا سکا، جس طرح انسان مٹی میں جان ڈالنے سے مجبور محتاج ہے اسی طرح قرآن جیسی ایک سورت بنانے میں بھی مجبور محتاج ہے۔

انسان کا تعلق مٹی سے بہت زیادہ ہے، وہ مٹی کے رس سے بنتا ہے، مٹی پر زراعت

کر کے پودے اُگا کر مٹی ہی سے نکلنے والی غذائیں کھاتا ہے، اور اپنے جانوروں کو بھی کھلا کر ان کے دودھ، انڈے اور گوشت کو استعمال کرتا ہے، مرنے کے بعد مٹی ہی میں دفن ہو کر مٹی بن جاتا ہے، مٹی سے اینٹ بناتا ہے، پھر اس اینٹ کو مٹی کے ساتھ جما کر دیواریں اور گھر بناتا ہے، مٹی اس اینٹ کو سنبھالے رکھتی ہے، کمہار مٹی کو گوندھ کر مٹی کے صراحی' گھڑے' لوٹے اور استعمال کے دوسرے برتن بناتا ہے، پچھلے زمانے میں لوگ مٹی کی ہانڈیوں ہی میں غذائیں تیار کرتے تھے اور مٹی ہی کے برتنوں میں کھاتے پیتے تھے، جو انسان کی صحت کے لئے بہت زیادہ مفید تھے۔

زمین مٹی کی ہونے کی وجہ سے اللہ نے اس کے کنویں اور بوریل میں جھرنے رکھتا ہے، جس کی وجہ سے پانی' تالابوں اور ندیوں سے چھن کر انسان کے گھروں میں آتا ہے، زمین کو اللہ تعالیٰ ہر گرما میں مردہ بناتا ہے، پھر بارش کے پانی سے اُسے زندہ کرتا ہے، اگر زمین پتھریلی ہوتو اس میں جھرنے نہیں پیدا ہوتے، اگر انسان مٹی سے ایک گڑیا بنائے تو وہ مٹی سے بہت سے کام لینے کے باوجود گڑیا میں جان نہیں ڈال سکتا، وہ بے جان کی بے جان ہی رہے گی، جس طرح انسان مٹی کی گڑیا میں جان ڈالنے سے مجبور محتاج اور عاجز ہے اسی طرح قرآن مجید جیسی ایک چھوٹی سی سورت بنانے میں مجبور محتاج اور عاجز ہے، قرآن اللہ کا بے نظیر کلام ہے۔

انسان دنیا کی ہر زبان میں مضامین تیار کرسکتا ہے
مگر قرآن مجید کی زبان میں کوئی سورت نہیں بنا سکتا

دنیا میں انسان مختلف زبانیں بولتا ہے، مثلاً انگریزی زبان تقریباً پوری دنیا کے ہر مذہب والے لکھتے پڑھتے اور بولتے ہیں، اور انسانوں کی حکومت کے زیادہ تر کاروبار انگریزی زبان ہی میں ہوتے ہیں، دنیا کی تقریباً اہم تعلیم کی کتابیں اور پڑھائی انگریزی زبان ہی میں ہوتی ہیں، غیر انگریز لوگ بھی اس زبان میں کافی مہارت حاصل کر لیتے ہیں اور انگریزوں سے بہتر مضامین مختلف شعبوں کے لئے تیار کئے ہیں، بہت سے ڈاکٹر' انجینئر'

سائنس دان، جو غیر انگریز ہیں وہ مغربی ملکوں میں ریسرچ کر رہے ہیں، انگریزوں کو پڑھا رہے ہیں، انہیں مختلف سمینار میں لکچرس دینے کے لئے اپنے ملکوں سے مغربی ملکوں میں جاتے ہیں، اور انگریز خود دنیا کے قابل ترین ماہر علم کو اپنے ملک میں نوکریاں دے کر اپنے ملک کی ترقی میں ان کو استعمال کر رہے ہیں۔

اس کے برعکس عربی زبان جو سارے عرب علاقوں میں لکھی پڑھی بولی جاتی ہے، عجمی لوگ بھی سیکھتے ہیں، قرآن کے ترجمے کرتے ہیں، رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں اتنے بڑے بڑے ادارے نہیں تھے، نہ لائبریریاں تھیں، کم ہی لوگ لکھنا پڑھنا جانتے تھے، لیکن آپ کے بعد وہاں علم حاصل کرنے کا شوق بہت بڑھا، بڑے بڑے محدث، بڑے بڑے مفسرین اور مفتیان پیدا ہوئے اور قرآن کے ہر لفظ میں علم کے خزانے تلاش کرنے والے ماہرین پیدا ہوئے، آج عرب علاقوں میں کثرت سے عربی اسکول، کالج اور یونیورسٹیز ہیں، عربی کے اسکالرس ہیں، دن رات قرآن وحدیث کے دروس عربی زبان میں دئے جاتے ہیں، تمام عرب حکومتوں کے سارے کاروبار عربی زبان ہی میں ہوتے ہیں، عدالت کی کاروائیاں اور وکیلوں کی بحثیں اور عدالت کے فیصلے عربی میں دئے جاتے ہیں، حکومتوں کی پارلیمنٹ میں عربی زبان ہی میں قانون پاس اور جاری کئے جاتے ہیں، حکومت کے تمام دفاتر عربی زبان ہی میں کام کرتے ہیں، دوسرے ممالک کے لوگوں کو بھی ویزا یا پاسپورٹ عربی زبان ہی میں شائع ہوتے ہیں، سیکڑوں کتابیں قرآن مجید کی تفاسیر اور دوسرے اصلاحی مضامین بھی عربی زبان ہی میں لکھی اور پڑھی جاتی ہیں، بڑے بڑے سائنس دان جو قرآن کے بھی ماہر تھے، عربوں میں پیدا ہوئے اور انہوں نے انگریزوں کو سائنس اور میڈیکل کی تعلیم سکھائی، علم الحساب، الجبرا اور فزیکس کا علم بھی انہوں نے دیا، اتنا سب کچھ ماہر بننے کے باوجود آج چودہ سو سالوں سے وہ لوگ بھی قرآن جیسی ایک چھوٹی سی سورت نہیں بنا سکے۔

جس طرح کمہار مٹی کی گڑیا میں جان نہیں ڈال سکتا، مردہ مٹی کو زندہ نہیں کر سکتا، اس میں

وہ مجبور ومحتاج اور عاجز ہے، اسی طرح عربی داں، عربی زبان کے اسکالرس جو ساری دنیا کو عجمی گونگے کہتے ہیں، اس معجزہ جیسی ایک سورت نہیں بنا سکے، یہ قرآن کی سچائی کا کھلا ثبوت ہے۔

بعض انگریزوں نے عربی سیکھ کر قرآنی الفاظ کو استعمال کر کے ان کے بے تکے بے ڈھنگے جملے بنائے جن میں نہ کوئی فصاحت و بلاغت ہے، نہ معنٰی ومفہوم ہے، نہ کشش۔

قرآن مجید انسانوں اور جنات کو جس چیز کا چیلنج کیا ہے، وہ یہ نہیں ہے کہ کوئی بھی عربی زبان سیکھ کر اس کے حروف والفاظ جوڑ کر کچھ جملے بنالے، عرب کے معاشرے میں انتہائی فصیح و بلیغ عربی کے جاننے والے تھے، اس کے باوجود کوئی الفاظ اور حروف لے کر ایک سورت تو کیا ایک آیت بھی اس جیسی نہیں بنا سکے، جبکہ یہ انگریزی جن کی زبان انگریزی ہو وہ عربی زبان سیکھ کر اس کی مثال کہاں سے لاسکتے؟ سارا عرب اللہ کے اس چیلنج کے سامنے عاجز اور بے بس تھا۔

آج دنیا میں تورات اور انجیل کے ماننے والے موجود ہیں، مگر وہ ان کتابوں کو لفظ بہ لفظ، حرف بہ حرف حفظ نہیں کر سکتے، قرآن مجید دس بارہ سال کے بچے بچپن ہی میں حفظ کر لیتے ہیں، اور کروڑہا حفاظ چودہ سو سال سے دنیا میں قرآن مجید حفظ کر رہے ہیں، دنیا کی دوسری کتاب کا ایک حافظ نہیں مل سکتا، کیا یہ رسول اللہ ﷺ کا لایا ہوا زندہ معجزہ نہیں، چودہ سو سالوں سے جن الفاظ اور جن حروف و آیات کے ساتھ نازل ہوا ویسا ہی محفوظ ہے، اور ساری دنیا میں چاہے کوئی مذہب وقوم کا انسان کیوں نہ ہو اس کی تلاوت انہی الفاظ کے ساتھ ایک ہی طرح کرتا ہے، یہ قرآن کی سچائی کا کھلا ثبوت ہے۔

جس طرح انسان اللہ کی پیدا کردہ چیزوں جیسے سورج، چاند اور ستاروں کی طرح سورج، چاند اور ستارے نہیں بنا سکتا، درختوں، جانوروں اور زمین کی طرح درخت، جانور اور زمین یا ایک کنکر، اور بغیر ستونوں کے آسمان کی طرح ایک بے سہارا چھت بنانے سے مجبور و محتاج اور عاجز ہیں، اسی طرح قرآن مجید جیسی ایک سورت بنانے میں عاجز، مجبور محتاج ہیں، چودہ سو سالوں سے کوئی نہیں بنا سکا اور قیامت تک کوئی نہیں بنا سکے گا، یہ اور چیز ہے کہ انسان

پلاسٹک کے کھلونوں میں درخت، جانور، روبوٹ بنانے کی نقل کیا، مگر جان نہیں ڈال سکا۔

قرآن مجید نے قیامت تک انسانوں کو اس جیسی ایک سورت بنانے کا چیلنج دیا

قرآن مجید کو کلام الٰہی نہ ماننے پر مختلف طریقوں سے مشرکین مکہ کو سامنے رکھ کر اور قیامت تک آنے والے انسانوں کو سمجھایا گیا، اس کے لئے ایک ثبوت یہ بھی دیا کہ وہ محمد رسول اللہ ﷺ کی ذاتی زندگی پر غور کریں، قرآن مجید اللہ کا رسول اللہ ﷺ کے لئے ایسا معجزہ ہے اس کے ظاہری اور روحانی اثرات ایمان لانے والوں پر ظاہر ہو رہے تھے، جس کو مشرکین مکہ خود اپنی آنکھوں سے دیکھتے اور خود اس کے مضامین، الفاظ، لحن، وتلاوت، دلیلوں سے متاثر بھی ہو رہے تھے، اس لئے وہ دوسرے لوگوں کو سننے سے روکنے کے لئے روئی کانوں میں رکھ کر رسول اللہ ﷺ کے قریب جانے کی ترغیب دے رہے تھے۔

قرآن نے چودہ سو سال پہلے عرب وعجم کے انسانوں جنوں کو چیلنج دیا کہ تمام دنیا کے قابل ترین انسان اور جن مل کر اس کتاب کی دس آیتیں جیسی آیات بنا کر بتلائیں، یا کم از کم ایک چھوٹی سی سورت ہی بنا کر لائیں، مگر چودہ سو سالوں سے کسی انسان میں یہ صلاحیت ہی نہیں ہوئی کہ وہ اس کلام کی ایک سورت تو کیا ایک آیت جیسی آیت نہیں بنا سکے اور قیامت تک نہیں بنا سکتے۔

مسیلمہ کذاب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں ہی نبوت کا دعویٰ کیا اور کہا کہ مجھ پر بھی وحی نازل ہوتی ہے، ثبوت کے طور پر یہ لکھ کر پیش کیا۔

یا ضفدع نق ما تنقین o لا الشراب تمنعین و لا الماء تکدّرین o اے ٹرانے والے مینڈک! تو کس قدر ٹراتا ہے، نہ تو کسی کو پینے سے روکتا ہے۔ اور نہ ہی پانی کو گدلا کرتا ہے۔ اس نے ایک سورت اور پیش کی۔ الفیل o ما الفیل o و ما دراك مالفیل o لهٔ ذنب قلیل و خرطوم طویل o ۔ ہاتھی۔ اور کیا ہے ہاتھی۔ اور تو کیا جانے ہاتھی کیا ہے؟ اس کی دُم چھوٹی اور سونڈ لمبی ہے۔

اسی طرح ۱۹۹۹ء میں ایک فلسطینی یہودی ڈاکٹر انیس سورس نے چار سورتیں

تصنیف کیں، (۱) سورۃ المسلمون گیارہ آیات، (۲) سورۃ التجسد' پندرہ آیات، (۳) سورۃ الایمان' دس آیات، (۴) سورۃ الوصایا' ۱۶ر آیات، اور دعویٰ کیا کہ میں نے قرآن مجید کا چیلنج قبول کرتے ہوئے یہ سورتیں تیار کی ہیں۔

سورۃ المسلمون کا ترجمہ: الف' لام' صاد' میم کہہ، اے مسلمانو! تم دور کی گمراہی میں مبتلا ہو، بے شک وہ لوگ جنہوں نے اللہ اور اس کے مسیح کا انکار کیا، ان کے لئے آخرت میں جہنم کی آگ ہے، شدید عذاب ہے، اس روز کئی چہرے ذلیل اور سیاہ ہوں گے، اللہ سے معافی چاہیں گے، لیکن اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

۲۰۰۳ء میں یہودیوں' عیسائیوں نے مل کر امریکہ میں قرآن کے مقابل الفرقان نامی ایک کتاب شائع کی، جس میں قرآن مجید کی طرز پر کچھ سورتیں بنائی گئیں، صرف قرآن مجید کے حروف یا الفاظ کو جوڑ کر کچھ بے ڈھنگے بے معنٰی جملے بنالینا کہ یہ قرآنی آیات کے طرز پر ہیں، کوئی معنٰی نہیں رکھتا، قرآن کی فصاحت و بلاغت' روانی اور سلاست' اثر پذیری اور قبولیت عامہ کے اعتبار سے قرآن مجید کی آیات یا ایک سورت یا ایک آیت جیسی شان کشش و نورانیت رکھنے والی بنانا، حق بات کو دلیلوں سے مضمون سمجھانا انسان کے بس کی بات نہیں، عرب کے بڑے بڑے عربی زبان کے نامور ادیب' شعراء و خطباء مجبور ہوئے تو یہ لوگ جو عربی زبان سیکھ کر اس چیلنج کا جواب کہاں دے سکتے؟

پورا عرب عاجز اور بے بس تھا، اور دل سے اعتراف کیا کہ یہ انسانی کلام نہیں ہے، یہ کوئی شاعروں' ساحروں' کاہنوں کا کلام نہیں، یہ ایسا معجزہ اور کلام ہے جس کی نظیر لانا قیامت تک کسی بڑے سے بڑے اہل علم انسان کے بس کی بات نہیں۔

قرآن کی سچائی یہ ہے کہ وہ حرام رزق کھانے والوں پر اثر نہیں کرتا

إِنَّآ أَنزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ لِلنَّاسِ بِالْحَقِّ فَمَنِ اهْتَدٰى فَلِنَفْسِهِ وَمَن ضَلَّ فَإِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا وَمَآ أَنتَ عَلَيْهِم بِوَكِيلٍ ۝ (الزمر: ۴۱)

ترجمہ: (اے پیغمبر!) ہم نے لوگوں کے فائدے کے لئے تم پر یہ کتاب برحق نازل کی ہے، اب جو شخص راہِ راست پر آ جائے گا، وہ اپنی ہی بھلائی کے لئے آئے گا، اور جو گمراہی اختیار کرے گا، وہ اپنی گمراہی سے اپنا ہی نقصان کرے گا، اور تم اس کے ذمہ دار نہیں ہو۔

اللہ نے دنیا میں دو قسم کا رزق نازل کیا، ایک روحانی رزق " دوسرا مادّی اور جسمانی رزق، روحانی رزق کا تعلق وحی الٰہی جو آسمان سے نازل ہوتی ہے، اُسے قرآن کہیں گے، مادّی رزق زمین سے نکلنے والی چیزوں یا ان کی کمائی سے حاصل ہوتا ہے، اگر مادّی و جسمانی رزق میں وحی الٰہی کے تحت جو چیزیں حرام کی گئی ہیں ان کو ناجائز اور حرام راستوں سے حاصل کر کے زندگی گذاریں گے تو آسمانی رزق یعنی وحی الٰہی اس جسم پر اپنا اثر نہیں دکھاتی، آسمانی رزق وحی الٰہی پاک ہے، نور ہے، وہ پاک اور نورانی قلب ہی میں جگہ پاتی ہے، چنانچہ جو انسان جسمانی اور مادّی رزق حرام راستوں سے حاصل کرتا ہے وہ وحی الٰہی کو اپنے حلق سے نیچے نہیں اتار سکتا اور اس پر عمل کرنے سے گھبراتا ہے، اور نیک اعمال اس کو پسند نہیں ہوتے، وہ شیطان کا ساتھی بن کر زندگی گذارتا ہے، یہ چیز بھی قرآن مجید کی سچائی کو سمجھنے کا ایک راز ہے، حرام رزق سے پلنے والے جسم سے نکلنے والے وعظ و نصیحت بھی دوسرے انسانوں کو متاثر نہیں کر سکتے، ان کو وحی الٰہی سے فیض نہیں ملتا، جس طرح گھر کی ٹانکی میں گندگی ہو تو نلوں سے گندہ پانی ہی نکلتا ہے، اسی طرح حرام رزق والوں کے اعضاء سے گندے اور ناپاک اعمال نکلتے ہیں۔

اس میں شرط یہ ہے کہ وہ حرام مال اور گناہ کے اعمال اختیار نہ کرنے کے لئے خالص سچی پکی توبہ کرے تب ہی اس کے دل کے اطراف گناہ کا غلاف چھٹ جاتا ہے، اور قرآن مجید کا اس پر اثر ہو کر دل میں اُتر جاتا ہے۔

دوسری قوموں کو غزوات کی حقیقت سمجھائی جائے

عام طور پر واعظین و مؤرخین نے رسول اللہ ﷺ کے زمانے کے غزوات کو ابھارا، جس کی وجہ سے لوگوں کے ذہنوں میں غلط تاثر پیدا ہو گیا اور دنیا کی دوسری قوموں نے یہ

الزام بھی لگا دیا کہ اسلام تلوار کی زور پر پھیلا ہے، حالانکہ وہ تمام غزوات زیادہ تر بچاؤ کی خاطر دفاع کیا گیا، سوائے فتح مکہ کے، وہ بھی معاہدہ کی خلاف ورزی پر ہوئی۔

رسول اللہ ﷺ کا اصل کام غزوات نہیں تھا، آپ ﷺ نے کبھی مکہ جا کر چڑھائی نہیں کی، تقریباً سارے غزوات مکہ والوں نے مدینہ پر حملہ کرنے کے لئے کیا تھا، مجبوری کی شکل میں حضور اکرم ﷺ نے مقابلہ کیا، اس لئے ضروری ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے سچے نبی ہونے اور قرآن مجید کی سچائی کو سمجھانے کی بھی تفصیل سمجھائی جائے؛ تاکہ لوگ رسول اللہ ﷺ کے سچے پیغمبر ہونے اور قرآن کو رسول اللہ ﷺ کی نہیں اللہ کی کتاب سمجھ سکیں۔

رسول اللہ ﷺ کی مخالفت اور قرآن کی بے حرمتی نہ کریں، اور مسلمانوں کو دہشت گرد نہ سمجھیں اور مسلمان خود بھی یکطرفہ صبر کا مظاہرہ کریں، ہمارے آقا ﷺ نے ہر قسم کے ظلم کو برداشت کیا ہے۔

رسول ﷺ کی رسالت کی سچائی کو سمجھنے کے لئے آپ ﷺ کی زندگی کو ذہن نشین رکھنا ہوگا

رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ کرامؓ کی زندگی کے حالات اللہ نے چودہ سو سالوں سے محفوظ رکھا ہے، جن کو پڑھنے سے محمد رسول اللہ ﷺ کی نبوت کی سچائی کا کھولا ثبوت عام انسان ہی نہیں بچوں کو بھی آسانی سے سمجھ میں آسکتا ہے، جب تک انسان خاص طور پر ایمان رکھنے والے شعوری طور پر رسول اللہ ﷺ کی نبوت کو دل سے سچا نہیں سمجھیں گے اس وقت تک وہ آپ ﷺ پر صحیح ایمان نہیں لائیں گے اور آپ ﷺ کی مکمل اتباع نہیں کریں گے، یہ سارے نکات دنیا کے دوسری قوموں کے لوگوں کو آپ ﷺ کی نبوت کی سچائی سمجھانے کے لئے بیان کیجئے۔

محمد رسول اللہ ﷺ عرب کے قبیلہ قریش میں پیدا ہونے سے پہلے ہی والد حضرت عبداللہ کا انتقال ہوگیا، پھر آپ کے پیدا ہونے کے چھ سال بعد والدہ کا انتقال ہوگیا، بچپن

ہی سے والدہ کے ہوتے ہوئے آپ ﷺ کو اس زمانے کے رواج کے مطابق پیدا ہونے والے بچوں کو دیہاتوں میں دیکھ بھال کرنے والی عورتوں کے حوالے کر دیا جاتا تھا، رسول اللہ ﷺ دائی حلیمہ کے ساتھ دیہات میں پرورش پائے، دیہات میں کوئی تعلیم دینے والا نہیں تھا، پھر والدہ کے انتقال کے بعد دادا کے پاس واپس کر دئے گئے، دادا کے انتقال کے بعد حضرت ابوطالب چچا کی سرپرستی میں پرورش پائے، ابوطالب کی مالی حالت کمزور تھی، آپ ﷺ شعور آنے تک بکریاں چراتے ہوئے پرورش پائے، اللہ تعالیٰ تقریباً تمام پیغمبروں کو بکریاں چراتے ہوئے صبر پیدا کرنے کی طاقت عطا کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ عرب‘ خاص طور پر مکہ کے اطراف کے علاقوں کو پوری دنیا میں ایک الگ انداز کا علاقہ بنایا، ہر طرف پہاڑیوں کا سلسلہ ہی سلسلہ ہے، کسی طرف راستے اور سفر کی کوئی سہولتیں نہیں، چاروں طرف ریگستان ہی ریگستان ہے، پانی کی بہت بڑی کمی تھی، تالاب‘ ندی‘ نالے بالکل نہیں تھے، ایک مقام سے دوسرے مقام تک سوائے اونٹ‘ گدھے کے کئی دنوں میں سفر کرنا پڑتا تھا، ریگستان ہونے کی وجہ سے زراعت نام کو نہیں ہوتی، سایے کے لئے درخت تک نہیں تھے، صرف اونٹوں کے لئے کانٹی دار جھاڑیاں ہوتی تھیں، سفر کے دوران راستوں میں چوری اور ڈکیتی کا بازار گرم تھا، بڑا قبیلہ چھوٹے قبیلہ پر کبھی بھی حملہ کر کے ان کو لوٹ کر مردوں کو قتل کرتا، یا غلام بنالیتا اور عورتوں اور بچوں پر قبضہ کر کے لونڈی‘ باندی یا غلام بنالیتا، کوئی حکومتی نظام نہیں تھا، قبیلوں کی سرداری کا نظام تھا، لوٹ مار کی وجہ سے معاشی حالت لوگوں کی کمزور تھی، ڈر خوف سے رات کو سکون کی نیند بھی نہیں سو سکتے تھے، راستے نہ ہونے اور چاروں طرف پہاڑوں کی وجہ سے ایک مقام سے دوسرے مقام تک جانے کے لئے مہینوں سفر کرنا پڑتا تھا۔

نہ کوئی لائبریری تھی، نہ کوئی مدرسہ‘ اسکول اور کالج تھا، لکھنے پڑھنے کا رواج بالکل نہیں تھا، لکھنے پڑھنے والے نمک کے برابر تھے، حساب کتاب میں ستر سے زیادہ گنتی نہیں جانتے تھے، ان لوگوں کا عرب سے باہر دوسرے ممالک کے لوگوں سے بھی کوئی رابطہ و تعلق نہیں تھا،

دوسری دنیا کے لوگ بھی وہاں نہیں آتے تھے، نہ وہ دوسری دنیا کے لوگوں کی تہذیب وتمدن سے واقف تھے، عربوں کا زیادہ مشغلہ جوا کھیلنا، اونٹ اور بکریاں پالنا اور چرانا، کھجور کے باغ لگانا، یا چند لوگ تاجر بن کر قوم کا مال لے کر شام' یمن اور قریب کے شہروں میں خاص خاص مہینوں میں تجارت کے لئے جاتے تھے، تعلیم اور تہذیب وتمدن بالکل نہ ہونے کے باوجود عرب لوگ مہمان نواز، بہادر، بے خوف، وعدے کے پابند ہوتے تھے، مگر پورا معاشرہ قتل و خون' غارت گری' لوٹ مار' زنا' شراب' جوا' ظلم وزیادتی' غلاموں اور لونڈیوں کی تجارت' سود' ناچ گانا بجانا کا عادی تھا، اولاد کو غربت کے خوف سے پیدا ہوتے ہی زندہ دفن کر دیتے، کوئی تہذیب وتمدن نہیں تھا، کعبۃ اللہ کا طواف عورتیں رات کے وقت اور مرد دن کے وقت ننگا کر تے تھے، توہم پرستی اور فال وغیرہ پر عقیدے رکھتے تھے، بت پرستی کو اصل دین سمجھتے تھے، اللہ کو برائے نام ماننے اور دین ابراہیمی کو اپنے سے نسبت دیتے ہوئے دین ابراہیمی کو بالکل بھول کر کعبۃ اللہ میں ہر قبیلے کے بت رکھے، حضرت ابراہیمؑ و اسماعیلؑ کے بھی بت اور تصاویر رکھے، اللہ کی پہچان سے بہت دور تھے، مگر کعبۃ اللہ کو بیت اللہ مانتے تھے، اللہ کے بجائے بتوں' دیوی دیوتاؤں کو اصل سمجھ کر اللہ تک جانے کا واسطہ سمجھتے، فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں سمجھ کر ان کے مجسمے دیوی دیوتا کے بنا کر مؤنث مرکز کے نام سے ان کی پوجا پرستش کرتے تھے، ان کو خوش کرنے ان پر چڑھاوے چڑھاتے تھے۔

تقریباً پورا عرب اُمّی تھا، حافظہ بہت طاقتور ہونے کی وجہ سے زیادہ تر شعر و شاعری کا شوق تھا، کعبۃ اللہ میں حج شرکیہ عقائد واعمال کے ساتھ کرتے تھے، باپ کے مرنے کے بعد سوتیلی ماں کو بیوی بنا لیتے تھے، یتیموں کا مال کھا جاتے، بتوں کے نام پر قربانی کر کے جانور کا خون اور گوشت بیت اللہ کی دیواروں پر مارتے، کعبۃ اللہ کے دیکھ بھال اور حاجیوں کی خدمت کے انتظامات آپس میں خاندان قریش تقسیم کر کے اس کو کعبۃ اللہ کی خدمت تصور کرتے تھے۔

ایسے ماحول اور معاشرے میں محمد رسول اللہ ﷺ بغیر کوئی دنیوی انسان سے تعلیم

حاصل کیئے پرورش پا کر جوان ہوئے اور تجارت کا پیشہ اختیار کیا اور لوگوں کا مال دوسرے شہروں میں لے جا کر تجارت کرنے لگے، تجارت کے دوران آپ کا نکاح مکہ کی دولت مند خاتون حضرت خدیجہؓ سے ہوا، تجارت کے سفر میں نہ کسی کے پاس لکھنا پڑھنا سیکھا اور نہ کسی مذہبی پیشوا اور کاہن کے پاس بیٹھے، یہاں تک کہ آپ کو اپنا نام تک لکھنا نہیں آتا تھا، آپ چالیس (۴۰) سال تک جب زندگی گذار چکے، اس دوران آپ کا کوئی انسان استاد و رہبر نہیں تھا، آپ نے کبھی بھی کسی انسان سے کوئی علم حاصل ہی نہیں کیا، نہ کسی مذہبی پیشوا کے ساتھ بیٹھے، نہ اس کی مجالس میں شرکت کی، انتقال تک بھی آپ کو لکھنا پڑھنا نہیں آتا تھا۔

ذیل کی باتوں کو جاننے کے بعد کوئی بھی آپ ﷺ کی باتوں کا انکار نہیں کر سکتا

نبوت ظاہر ہونے سے پہلے کبھی آپ ایمان یعنی اللہ کی معرفت، فرشتوں کی حقیقت، کتاب کی ضرورت دوبارہ زندہ ہو کر آخرت میں حساب دینے پر گفتگو نہیں کیئے، آپ ﷺ نبوت سے ایک دن پہلے تک بھی یہ نہیں جانتے تھے کہ آپ آخری نبی اور رسول بنائے جانے والے ہیں اور آپ کو آسمان سے وحی الٰہی کے ذریعہ سب سے بڑا علم آخری وحی قرآن مجید عطا کی جانے والی ہے، آپ سب کے ساتھ اللہ کو مانتے تھے مگر ایمان وغیرہ نہیں جانتے تھے۔

البتہ اللہ نے بچپن سے آپ ﷺ کو سلیم الفطرت یعنی اچھائی کو پسند کرنے اور برائی سے نفرت کرنے والا ذہن دیا تھا، اور آپ بچپن سے نبوت ملنے تک بت پرستی سے نفرت کرتے تھے، کبھی بت پرستی نہیں کی اور نہ بت کا نام لے کر قسم کھائی، اللہ نے بچپن ہی سے آپ کی فطرت میں بے حیائی، بے شرمی، جھوٹ، چوری، لڑائی جھگڑا، شراب، جوا، دھوکہ فریب، گالی گلوج، قتل وخون، خیانت وغیرہ جیسے اعمال رذیلہ سے نفرت پیدا کر دی تھی، ان اعمال سے ہمیشہ دور رکھا۔

اللہ نے آپ ﷺ کی طبیعت میں غریبوں، یتیموں، بے سہارا لوگوں کی مدد، مسافروں، قرضداروں کی مدد، مہمانوں کی خاطر تواضع، سچ بولنا، امانت داری، دیانت داری، جیسے اعمال صالحہ سے آراستہ کیا تھا، آپ ﷺ دنیا کے اعتبار سے بے پڑھے لکھے ہونے کے باوجود لوگ

آپ کے پاس امانتیں لاکر رکھواتے تھے اور آپ تجارتی لین دین میں پوری سچائی، ایمان داری، حساب و کتاب کے ساتھ معاملات کرتے تھے، جس کی وجہ سے پورا مکہ کا معاشرہ آپ کو کریم ابن کریم اور رحیم ابن رحیم کہتا، اور صادق و امین کے خطاب سے پکارتا، اور اپنے اختلافات میں فیصلہ کرنے والا بناتے تھے، حضرت خدیجہؓ سے نکاح کے بعد کئی کئی دن قوم کی بداعمالیوں کی سدھار اور اللہ کی صحیح طریقے سے عبادت کو جاننے کے لئے آپ غار حرا میں جا کر غور و فکر میں رہتے، نبوت سے پہلے ہی آپ نے معاشرے کی سدھار کے طریقے جاننے کی فکر اور غم میں اپنے دل و دماغ پر بوجھ پیدا کر لیا تھا، ان کی طریقۂ زندگی اور جہالت سے بے زار تھے۔

دنیا کی زندگی سے جانے تک دنیا میں آپ کا کوئی انسان استاذ نہیں تھا، البتہ اللہ تعالیٰ نے اپنی صفت علیم کے ذریعہ آپ کو تمام انبیاء کرامؑ اور تمام انسانوں اور مخلوقات سے زیادہ اپنی صفت الوہاب سے علم نبوت عطا فرمایا، اور آخری وحی قرآن مجید جیسی نایاب کتاب عطا فرمائی، پھر قرآن ہی نے آپ کو اُمی کا لقب دیا، اُمی کے ایک معنیٰ جو آپ ﷺ کے لئے خاص ہے وہ انسان جس کو دنیا کے کسی انسان نے علم نہیں دیا، صرف اللہ نے تمام مخلوقات سے زیادہ علم سے آراستہ کیا، اللہ نے قیامت تک آنے والے انسانوں کو یہ بتلا رہا ہے کہ وہ اپنی صفت علیم سے کسی اُمی اور دنیا کے بے پڑھے لکھے انسان کو ایسا علم عطا کر سکتا ہے جس کی نظیر اور مثال دنیا کا کوئی بڑے سے بڑا دانشور اہل علم ان کے لائے ہوئے علم کا مقابلہ نہیں کر سکتا، قیامت تک اس علم کے آگے بڑے بڑے ماہرین علم عاجز اور مجبور رہیں گے۔

چنانچہ جب آپ ۴۰ رسال کی عمر کو پہنچے تو آپ ﷺ نے اچانک قوم کے سامنے اپنے پیغمبر ہونے کا اعلان کیا، اور انسانوں کو بتلایا کہ آپ ﷺ کے پاس آسمان سے فرشتہ آتا ہے اور اللہ کی وحی قرآن مجید مجھے دی گئی ہے، آپ ﷺ نے اعلان کیا کہ بتوں کی عبادت، گمراہی و جہالت ہے، اللہ کے ساتھ شرک کرنا انسانوں کی جہالت و بیوقوفی ہے، شیطان کا دھوکہ ہے، ایک دن مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہو کر اپنی دنیا کی زندگی کا حساب دینا پڑے گا۔ یہ

بات لوگوں کو نیا دین لگا اور اپنے باپ دادا کی تقلید بیوقوفی نظر آئی، ان کو اپنا آبائی دین چھوڑنا بہت مشکل تھا، باوجود وہ رسول اللہ ﷺ کی دعوت کو ضمیر سے سچ جان رہے تھے، انہوں نے اس دعوت کا انکار کر دیا اور آپ کو پاگل' جادوگر' مجنوں کہنے لگے، دعوت کو جھوٹ کہہ کر انکار کر دیا، اور جو جو لوگ آپ کی دعوت پر ایمان لا رہے تھے' ان پر ظلم و زیادتی شروع کر دی، اور دعوت کو پھیلنے سے روکنے کے طریقے بنانے لگے، کہیں آپ کو اقتدار' دولت' حسین عورت سے نکاح اور دفاعی علاج کا پیشکش کیا اور آخر میں قتل کرنے کا منصوبہ بنایا۔

پھر محمد رسول اللہ ﷺ مدینہ منورہ ہجرت کر گئے، وہاں پہلے یہودیوں سے سابقہ پڑا، بعد میں عیسائیوں سے یہودی اپنی کتابوں میں آخری رسول کی علامتیں اور نشانیاں دیکھ کر مدینہ میں پہلے ہی سے آ کر آباد ہو چکے تھے، آپ ﷺ اُمی قوم بنو اسماعیل میں پیدا ہوئے اور امیوں میں نبی بنائے جانے پر آپ ﷺ کا انکار کر دیا، حالانکہ آپ ﷺ کو اپنی اولاد سے زیادہ پہچانتے تھے، قیامت تک آنے والے انسانوں کو سچائی سمجھانے کے لئے حسب ذیل باتیں محفوظ رکھیں۔

رسول اللہ ﷺ کے سچے نبی ہونے کا زبردست' کھلا ثبوت

چنانچہ اللہ تعالیٰ رسول اللہ ﷺ کی نبوت و رسالت کی سچائی کو سمجھانے اور ثابت کرنے کے لئے یہ بتلا رہا ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ باوجود ۲۳ رسالہ نبوت و رسالت کی مختصر زندگی کی مدت اور ان کے لائے ہوئے علم وحی کی نورانیت اور روشنی کا نور ان کے صحابہ کرامؓ کی زندگیوں کو ایسا بدل دیا کہ وہ قیامت تک آنے والے انسانوں کے لئے مثال اور نمونہ بن گئے، کیا ایک دنیا کے بے پڑھے لکھے، انسان سے جوان پڑھ ہو ایسا انقلاب آ سکتا ہے، دنیا میں دوسرے مذاہب کے بڑے بڑے ماہر علم اور دانشور اپنے مذہب کے لوگوں پر برسوں محنت کرنے کے باوجود اپنے شاگردوں اور چیلوں کی ایسی تربیت ہی نہیں کر سکے، جن کو مثال بنا کر بعد میں آنے والے دوسرے لوگ مثال سے رہبری حاصل

کریں، وہ صرف اللہ ہی کا سچا تربیت یافتہ اُمی نبی ہی کرسکتا ہے اور کیا ہے، بے پڑھے لکھے لوگوں کی اصلاح کرنا انتہائی مشکل کام ہے۔

غور کریں کیا کوئی دنیا کا اُمی انسان' اَن پڑھ انسانوں کو جن کی زندگیوں میں عقائد' عبادات' معاملات' معاشرت اور اخلاقیات کی زبردست گمراہی تھی جو باپ دادا کی اندھی تقلید میں اخلاق رذیلہ ہی کو زندگی گذارنے کا طریقہ سمجھ رہے تھے، جو شرک' منافقت' چوری' ڈکیتی' قتل وخون اور غارت گری کے عادی ہوں' ان کی اصلاح کرکے شرک اور دوسری بری عادتوں کی جگہ توحید' اعمالِ صالحہ اور حلال کمائی کی تعلیم دے سکتا ہے؟ ان کو حرام وحلال' پاک وناپاک سمجھا سکتا ہے؟ جبکہ دنیا کا بے پڑھا لکھا انسان خود بات کرنے' حلال وحرام اور جائز و ناجائز کی تمیز نہیں رکھتا، وہ عقل کا استعمال کم کرتا ہے، بیشک وہ صرف اللہ کا سچا نبی' اللہ کی نازل کردہ ہدایت ہی سے کرسکتا ہے، اور رسول اللہ ﷺ نے اللہ کے تربیت یافتہ ہونے کی وجہ سے ایسے معاشرے پر محنت کرکے ان کو ایمان اور عمدہ اخلاق کی بلندیوں پر پہنچا دیا۔

کیا دنیا کا کوئی بے پڑھا لکھا اُمی انسان غیر علاقہ اور دوسرے شہر اور وطن کے اجنبی لوگوں میں اخوت و بھائی چارگی کا رشتہ بنا کر حقیقی اور سگے بھائی سے زیادہ محبت کے جذبات اُبھار کر بھائی بھائی بنا کر اپنا قیمتی مال و دولت ان کے لئے لوٹانے اور اندھیرا کرکے اپنے کو بھوکا رکھ کر مہمان کو کھلا کر اہل وعیال کے ساتھ بھوکا سونے کا جذبہ پیدا کرسکتا ہے؟ مرتے وقت حالت جنگ میں سخت پانی کی پیاس کے باوجود خود پانی نہ پی کر اپنے ایمان والے بھائی کی آواز پر ایثار وقربانی کرکے خود مرنا پسند کرنے کا جذبہ پیدا کرسکتا ہے؟ کوئی دنیا کا اُمی انسان' انسانوں کی اس طرح تربیت نہیں کرسکتا، اور نہ ان کو انسانیت کی اتنی اونچی معیار پر لے جاسکتا ہے، بیشک وہ صرف اللہ اپنے تربیت یافتہ اُمی نبی محمد رسول اللہ ﷺ سے تربیت کروائی؛ ورنہ اُمی اور بے پڑھا لکھا انسان' انسانیت کی ایسی تربیت نہیں کرسکتا، یہ رسول اللہ ﷺ کے سچے نبی ہونے کا کھلا ثبوت ہے۔

وہ امیوں کا معاشرہ جہاں تہذیب وتمدن بالکل نہ ہو، جہالت عروج پر ہو، اور

عورتیں مرد ننگے ہو کر طواف کرتے ہوں، جہاں بے حیائی ہو اور پردے کا تصور ہی نہ ہو، زنا کے قصے لوگوں کے سامنے بیان کیئے جاتے ہوں، اس معاشرے کو ایک دنیا کا بے پڑھا لکھا اُمی انسان جو خود تہذیب تمدن سے بالکل واقف نہیں ہوتا جو نفس کو خدا مان کر زندگی گذارتا ہو' کیا وہ ایسے معاشرے کو اپنی محنت و کوشش سے شرم وحیاء کا پابند بنا کر بے پردہ عورتوں سے سخت پردہ پیدا کروا سکتا ہے؟ بیشک وہ صرف اللہ کا تربیت یافتہ نبی ہی اللہ کی نازل کردہ وحی کے علم کی روشنی میں انسانوں کے مرد اور عورتوں میں حیاء پیدا کرسکتا ہے، اور رسول اللہ ﷺ اللہ کے تربیت یافتہ اُمی نبی ہونے کی وجہ سے انسانوں کو قیامت تک مثالی انسان بنائے، یہ رسول اللہ ﷺ کے سچے نبی ہونے کی کھلی دلیل ہے۔

جو قوم پراگندہ اختلافات کا شکار ہو، جہاں نہ کوئی باقاعدہ حکومتی نظام ہو، لوگ دہشت اور خوف کی وجہ سے سکون کی نیند نہیں سو سکتے، چھوٹی چھوٹی باتوں پر مہینوں جنگ و جدال کے عادی ہوں' ہر بڑا قبیلہ چھوٹے قبیلے کو راتوں رات لوٹ کر انسانوں کو غلام باندیاں بنالیتا ہو' اور انسانوں کو غلام بنا کر دنیا کے مال تجارت کی طرح تجارت کرتا ہو، لڑکیوں کو پیدا ہوتے ہی دفن کر دیتا ہو، جن کے پاس سوتیلی ماں کو باپ کے مرنے کے بعد بیوی بنانے کا طریقہ ہو، ایسے جاہلانہ گمراہ ماحول کو کیا دنیا کا کوئی اُمی بے پڑھا لکھا انسان اعمالِ صالحہ کی تربیت کرسکتا ہے، جبکہ وہ خود ظلم و ناانصافی کا علم نہ رکھتا ہو، ایسے معاشرے کو صرف اللہ کا تربیت یافتہ اُمی رسول نے وحی الٰہی کے علم سے ایسے انسانوں کی اصلاح کر کے ان کو قیامت تک مثالی انسان بنا دیا، یہ محمد رسول اللہ ﷺ کے سچے نبی و رسول ہونے کی کھلی شہادت ہے، ان کے علاوہ کوئی دوسرا انسان جو دنیا کا بے پڑھا لکھا ہو کر یہ اصلاح نہیں کرسکتا۔

کیا کوئی دنیا کا اُمی انسان دنیا کی مختلف قوموں اور ملکوں کے اجنبی انسانوں کو ایک عقیدہ پر جمع کر کے ایک ہی طرح کی امت بنا کر ایک ہی صحیح عبادت الٰہی کے طریقے سکھا کر ایک قوم ایک امت بنا سکتا ہے؟ کالے گورے امیر و غریب دولت مند اور فقیر کو اونچ نیچ کو مٹا کر مساوات انسانی کی تربیت کرسکتا ہے، ایک دوسرے کو گلے لگانا' سلام کرنا' مصافحہ

کرنا سکھا سکتا ہے؟ آج پوری دنیا میں سوائے رسول اللہ ﷺ کی امت کے کسی دوسری امتوں میں یہ مثال نہیں ملتی، محمد رسول اللہ ﷺ بظاہر دنیا کے پڑھے لکھے نہ ہونے کے باوجود اللہ کی تربیت اور سب سے بڑے علم وحی الٰہی کے ذریعہ محنت کر کے امت مسلمہ کو ایک قبلہ سے جوڑ کر ایک امت واحدہ بنا دیا، اور پوری دنیا کو اُمی ہونے کے باوجود معاملات، معاشرت اور اخلاقیات کی وہ زبردست تعلیم دی جس کی مثال دنیا کے کسی دوسرے مذاہب میں نہیں، دوسرے مذاہب کے لوگ رسول اللہ ﷺ کی لائی ہوئی تعلیمات کو اپنے ضمیر کی آواز پر آپ ﷺ کی اخلاقیات کو اختیار کرنے کے لئے آرزو کرتے ہیں، یہ کیفیت دنیا کے کسی دوسرے مذہب میں نہیں، نہ کسی اُمی انسان کی تعلیمات کا یہ اثر انسانوں پر ہوسکتا ہے، یہ بھی محمد رسول اللہ ﷺ کے سچے نبی ہونے کا ثبوت ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے آخری نبی کو اپنی آخری وحی قرآن مجید سے ہدایت دے کر بظاہر بے پڑھا لکھا اور ایسی قوم جو تقریباً اُمی تھی، اخلاقیات اور عقائد میں سب سے زیادہ گری ہوئی تھی، پوری دنیا میں سب سے زیادہ جاہل، تہذیب و تمدن سے میلوں دور تھی، اللہ نے ان پر محمد رسول اللہ ﷺ کو بظاہر اُمی رکھ کر اُمی انسانوں پر محنت کروا کر دنیا کی سب سے اعلیٰ و عمدہ اخلاق والی قوم بنا کر قیامت تک آنے والے انسانوں کے لئے مثالی نمونہ اور جوہر بنا دیا، کیا یہ رسول اللہ ﷺ کی نبوت کی سچائی کی دلیل نہیں ہے؟ جبکہ دنیا میں ایسا کوئی انسان آج تک پیدا ہی نہیں ہوا اور نہ ہوگا، پھر بھی اگر کوئی انسان عقل رکھ کر آپ ﷺ کی نبوت کی دلیلوں کو سچا جان کر نہ مانے تو یہ اس کی عقل کا قصور ہے۔

کیا کوئی دنیا کا پڑھا لکھا انسان انسانی زندگی گذارنے کا انفرادی طریقۂ زندگی کا فطری ضابطہ و قانون دے سکتا ہے؟ کیا کوئی بے پڑھا لکھا انسان دنیا میں اجتماعی طور پر زندگی اور حکومت کرنے کا ضابطہ اور قانون دے سکتا ہے؟ کیا کوئی بے پڑھا لکھا انسان نفس کے تزکیہ کا فطری اور صحیح طریقہ سکھا سکتا ہے، اور اپنی زندگی کو مختصر عرصہ میں ایک لاکھ چوبیس ہزار انسانوں کی تربیت کر کے حجۃ الوداع میں جمع کر سکتا ہے؟

کیا کسی بے پڑھے لکھے انسان کی تعلیم سے چودہ سو سال سے بڑے بڑے پڑھے لکھے اہل علم، سائنسدان اور دانشور شرک سے توبہ کر کے اللہ کے صحیح عبد اور بندے بنے؟ وہ صرف رسول اللہ ﷺ جو اللہ کے تربیت یافتہ ہیں ان کی تعلیمات سے فیض حاصل کر کے گندگی سے پاکیزگی میں آکر اصلاح حاصل کر کے دنیا سے چلے گئے، غیر مسلم حکومتیں عدالتیں بھی، رسول اللہ ﷺ کے لائے ہوئے ضابطے و قانون کے بعض نکات سے اور دوسرے مذہبی پیشوا اپنے مذہب کی کتابوں میں نقل کر کے ویسے ہی اصول اور ضابطے بنانے سے عاجز و مجبور ہیں، کیا یہ سب باتیں رسول عربی ﷺ کی رسالت کی سچائی کا ثبوت نہیں؟ یہ بھی غور کیجئے کہ کیا دنیا کا کوئی بے پڑھا لکھا انسان مردوں عورتوں ماں باپ بچوں بوڑھوں، پڑوسیوں عام انسانوں، تاجروں، ملازموں، دولتمندوں، شوہروں، استادوں، فوجی کمانڈروں، بادشاہوں، غریبوں، رشتہ داروں، غرض انسانی زندگی کے ہر شعبے کے لئے مثالی اور نمونۂ تقلید بن سکتا ہے؟ کیا لوگ کسی اُمی انسان کی زندگی کے ان شعبوں میں نقل کرنے کو تیار ہو سکتے ہیں؟ وہ صرف محمد رسول اللہ ﷺ جو اللہ کے تربیت یافتہ ہیں، ان تمام شعبوں کے لئے مثالی اور نمونہ بنے، یہ بھی رسول اللہ ﷺ کے سچے نبی ہونے کی مثال ہے، دنیا کا کوئی بے پڑھا لکھا انسان، انسانوں کو جانوروں کی زندگی کے ہر شعبے کے حقوق و آداب کی تعلیم دے سکتا ہے؟ وہ صرف رسولِ اُمی ﷺ نے اللہ کے دئے علم سے زندگی کے ہر شعبے کے حقوق بتلائے اور خود بھی ان حقوق پر عمل کئے اور صحابہؓ سے بھی حقوق ادا کروائے۔

دنیا میں ماہرین قانون اور ماہرین علم اپنی صلاحیتوں اور علم و فہم سے انسانوں کے لئے معاشیات کے، سیاست کے، جنگ کے، انصاف کے، سزاؤں کے، حکومت کرنے کے، حرام و حلال کے قانون بنائے وہ ناکارہ رہے، ان میں ہزاروں خامیاں، خرابیاں رہیں ہر مرتبہ ان میں تبدیلیاں کرنی پڑی، مگر محمد رسول اللہ ﷺ وحی الٰہی کی تعلیم سے آراستہ ہونے کی وجہ سے زندگی کے ہر شعبے کے لئے جو ضابطہ اور قانون دیا، ان میں چودہ سو سال سے نہ کوئی خرابی اور نقص نکال سکے، جبکہ انسانوں کے قانون خود انسانوں کے لئے ظلم کے رہے، یہ

رسول اللہ ﷺ کے سچے نبی ہونے کا کھلا ثبوت ہے۔

فطرت کے خلاف قرآن مجید کی مخالفت کرنے کی ایک وجہ

أَفَغَيْرَ دِيْنِ اللّٰهِ يَبْغُونَ وَلَهُ أَسْلَمَ مَن فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ طَوْعاً وَكَرْهاً وَإِلَيْهِ يُرْجَعُونَ o (ال عمران: ۸۳)

ترجمہ: اب کیا یہ لوگ اللہ کے دین کے علاوہ کسی اور دین کی تلاش میں ہیں؟ حالانکہ آسمانوں اور زمین میں جتنی مخلوقات ہیں ان سب نے اللہ ہی کے آگے گردن جھکا رکھی ہے، (کچھ نے) خوشی اور (کچھ نے) ناچار ہو کر، اور اسی کی طرف وہ سب لوٹ کر جائیں گے۔

فَخَلَفَ مِن بَعْدِهِمْ خَلْفٌ وَرِثُواْ الْكِتَابَ يَأْخُذُونَ عَرَضَ هٰذَا الأَدْنٰى وَيَقُولُونَ سَيُغْفَرُ لَنَا وَإِن يَأْتِهِمْ عَرَضٌ مِّثْلُهُ يَأْخُذُوهُ . (الاعراف: ۱۶۹)

ترجمہ: پھر ان کے بعد ان کی جگہ ایسے جانشین آئے جو کتاب (یعنی تورات) کے وارث بنے، مگر ان کا حال یہ تھا کہ اس ذلیل دنیا کا ساز وسامان (رشوت میں) لیتے، اور یہ کہتے ہیں کہ ہماری بخشش ہو جائے گی، حالانکہ اگر اسی جیسا ساز وسامان دوبارہ ان کے پاس آتا تو وہ اُسے بھی (رشوت میں) لے لیتے۔

☆ پوری دنیا میں انسان سودی نظام کو فطرتاً ظلم جانتے ہوئے تجارت کے بجائے سودی نظام کو ہر ملک میں اختیار کیا ہوا ہے، اور ہر ملک' ہر حکومت' تجارت' بینک میں سرمایہ کاری' سب کچھ سودی نظام سے جڑے ہوئے ہیں، قرآن نے سختی کے ساتھ سودی نظام کو حرام قرار دیا ہے، اگر یہ انسان سودی نظام کو ختم کر دیں گے تو ان کی نظر میں کئی بلین کا نقصان ہو کر ان کے کاروبار ٹھپ ہو جانے کا عقلی اعتبار سے ڈر خوف رکھتے ہیں اور سودی نظام کو چھوڑنا نہیں چاہتے، اس میں ان کو بغیر تجارت کے گھر بیٹھے پیسہ آتا ہے، اسی لئے وہ قرآن کی مخالفت کرتے ہیں، ورنہ ساری دنیا کا بینکنگ سسٹم ٹھپ ہو کر رہ جائے گا۔

☆ پوری دنیا میں اکثر لوگ آزادی اور شہوت رانی پسند کرتے ہیں، یہ مزاج مغربی ملکوں

میں بہت ہے، اکثر ہوٹلیں، کلبس، بار، لاڈ جنگس، ناچانے کے اڈّے، مساج سنٹرس، قمار بازی سنٹرز کے ذریعہ جسم فروشی کا کاروبار چلتا ہے اور کروڑہا روپے کمائے جاتے ہیں، بہت سے مرد اور بہت سی عورتیں صرف ایک ہی مرد اور ایک ہی عورت کے ساتھ قانون کی پابندی میں زندگی گذارنا نہیں چاہتے، اور اپنے شوہر یا بیوی ہی سے جنسی خواہش پورا کرنے پر مطمئن نہیں رہتے، ہر روز نئے مرد اور نئی عورتوں کی تلاش میں رہتے ہیں، ایسے لوگوں کو نکاح والی پابند زندگی، اولاد پیدا کرنے والی زندگی، قانون کے حدود والی زندگی پسند نہیں ہوتی، وہ آوارہ ذہن رکھتے ہیں، ایسی عورتیں اپنا شوق پورا کرنے اور ہزاروں روپے کمانے کے لئے زنا کی طرف مائل رہتے ہیں؛ تا کہ شوہر، بیوی یا اولاد والی اہل وعیال والی زندگی نہ ہو، اولاد کی پرورش سے بچنے کے لئے آوارگی والی گندی زندگی پسند کرتے ہیں، بعض ملکوں میں طلاق کے بعد عورت کو دوسری شادی کی اجازت نہیں، وہ بھی زنا کرنے پر مجبور ہو جاتی ہے، قرآن نے زنا کو حرام قرار دیا اور زنا کرنے پر شادی شدہ کو سنگسار کر کے ختم کرنے، اور غیر شادی شدہ کو سو کوڑے مارنے کی سزا کا حکم دیا ہے، ایسے آوارہ عیاش لوگ زنا کے حکم کو پسند نہیں کرتے، حالانکہ فطرت ان کی ذمہ دار زندگی، محبت اور خلوص والی زندگی چاہتی ہے۔ زنا کو حرام سمجھنے سے دنیا میں حرام کاروبار کرنے والوں پر زبردست مار پڑتی ہے، لاڈ جنگ، بارس اور ہوٹلس اسی سے چلتے ہیں۔

☆ دنیا میں مختلف کمپنیاں ہر روز عورتوں کے بننے سنورنے کے لئے میک اَپ کا سامان بنا کر کروڑہا روپے کماتی ہیں، ہر ملک میں بیوٹی پارلر چلتے ہیں، جہاں ہزاروں روپے دے کر چہرے کو خوبصورت بنایا جاتا ہے، فلمی دنیا میں تو میک اَپ کے بغیر فلم نہیں بنائی جاتی، بے پردہ عورتیں بغیر میک اَپ کے گھر سے باہر نہیں نکلنا چاہتیں، محض مردوں کو اپنی طرف راغب کرنے اور ان کے ساتھ کشش پیدا کرنے کے لئے بے پردگی و بے شرمی کے ساتھ اپنے حسن کا مظاہرہ کرتی ہیں، اسلام نے عورتوں پر پردہ لازم کیا، اور گھر سے باہر نکلنے پر چادر اوڑھنے اور پلّو سے منہ ڈھانکنے اور سر پر ڈوپٹہ ڈالنے کی تعلیم دی ہے۔

اگر معاشرے میں عورتوں کے لئے پردہ لازم کردیا جائے تو جو عورتیں چہرے کی نمائش کرنا چاہتی ہیں اور آزاد ماحول میں رہنا چاہتی ہیں وہ قرآن کے حکم کے خلاف چہرے کا پردہ پسند نہیں کرتیں، چادر بھی استعمال نہیں کرتیں، بے پردگی کو پسند کرتی ہیں، اور گھروں میں رہ کر صرف اپنے شوہر کے لئے بناؤ سنگار کرنا ان کو پسند نہیں ہوتا، اور گھروں کو قید خانہ سمجھتی ہیں، پردہ فلمی دنیا کے لئے کروڑہا روپیوں کا نقصان کا ذریعہ بن جاتا ہے، اور چہرے کے پردے سے میک اَپ کی کمپنیوں کو بلین ڈالرس کا نقصان ہوجائے گا، اسی لئے اکثر لوگ مسلمان ہوکر بھی پردے کو پسند نہیں کرتے اور تنقید کرتے ہیں۔

پردے کی وجہ سے کھیل کود کے اسٹیڈیم' ہوٹلوں' کلبوں' ناچ گانے کے باروں، تقاریب اور دُکانوں پر نوجوان لڑکیوں کا سیل گرل بننا، ہوائی جہاز میں ایرہوسٹس بننا، دواخانوں' دفتروں' کمپنیوں' شورومس اور مالوں میں عورت کا مردوں کے ساتھ بے حجاب' بے حیاء و بے شرم بن کر مذاق دل لگی کرنا، ننگی عورتوں کی تصاویر بنانا، فلمیں بنانا، مخلوط تعلیمی ادارے' پردے کی وجہ سے سب ختم کرنا پڑے گا، اسی لئے ماڈرن ذہن کے لوگ پردے کے فائدے جاننے کے باوجود فطرت کے خلاف پردہ کے خلاف بات کرتے ہیں، حالانکہ وہ خود اپنی ماں' بہن' بیوی اور بیٹی کی کسی غیر مرد کے ساتھ ہنسی مذاق اور دل لگی کو برداشت نہیں کرسکتے، پردے میں ان کو نقصان نظر آتا ہے، اپنی فطرت کے خلاف حکم کی مخالفت کرتے ہیں۔

☆ ہر انسان یہ جانتا ہے کہ شراب ایک خراب چیز ہے، اس سے انسان کی عقل و ہوش ختم ہوجاتے ہیں، رفتار اور گفتار میں فرق آجاتا ہے، ہوش گم ہوکر ماں' بیوی' بہن' بیٹی میں فرق باقی نہیں رکھتے، شراب' جسم میں جاکر معدہ کو جلا دیتی ہے، اس کے باوجود پوری دنیا کی مغربی عوام، اس کی تقریباً عادی ہے، آمدنی کی خاطر حکومتیں شراب کے نقصانات کو جانتے ہوئے شراب کی کمپنیوں' فیاکٹریوں اور دُکانوں کو پرمٹ دیتی ہیں اور ہر روز کئی بلین ڈالر کی شراب پوری دنیا میں بنتی اور فروخت ہوتی ہے، لوگوں کی کثیر تعداد جسم میں گرمی اور

شہوت کی مستی پیدا کرنے کے تصور سے ہر روز شراب پیتے ہیں، اور اپنی عیش و مستی کی زندگی، باوجود جسمانی نقصان اور پیسہ کے بربادی کے شراب چھوڑنا نہیں چاہتے، اس لئے قرآن کے شراب کو حرام کرنے کے باوجود ساری دنیا میں انسانوں کی کثیر تعداد شراب پینا ممنوع نہیں سمجھتے، اور حکومتیں شراب بنانے پر روک نہیں لگاتیں، اس شراب سے بنانے والی کمپنیوں کو ہر روز بلین بلین ڈالر کا اور ان کی حکومتوں کو نقصان نظر آتا ہے، اس لئے قرآن کی فطری حکم کی مخالفت کرتے ہیں۔

☆ اسلام ناپ تول میں کمی یعنی تول مول میں بے ایمانی، تجارت، ملازمت اور لین دین میں گڑبڑ کرنے کو حرام قرار دیا، خاص طور پر ملازمت اور تجارت میں دھوکہ بازی اور رشوت بہت چلتی ہے، کام معاہدے کے تحت نہیں کیا جاتا، اور صحیح مال نہیں دیا جاتا، مگر اجرت اور معاوضہ پورا پورا لیا جاتا ہے، اس حکم پر عمل کرنے سے اکثر لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ایمانداری سے کام کرنے یا وقت پر کام پورا کر دینے یا اصلی مال کی جگہ کچھ نقلی مال ملانے سے آمدنی زیادہ ہوگی اور نہ ملایا تو محدود آمدنی ہوگی اور ایسے میں گذارہ مشکل ہوگا، اور ملازمین پیشہ، تاجر، رشوت اور دھوکہ بازوں کو کروڑہا روپیوں کا نقصان ہوجائے گا، اس کی وجہ سے ان کی عیش و آرام اور خواہشات والی زندگی نہیں گذر سکے گی، اس لئے وہ اس عمل کو غلط جاننے کے باوجود محض ذاتی فائدے کی خاطر، فطرت کے خلاف چلتے ہیں اور اس حکم پر عمل کرنا نہیں چاہتے۔

☆ پوری دنیا میں ریس، جوا، سٹہ اور لاٹری کے ذریعہ کروڑہا روپیوں کا کاروبار ہر روز ہر ملک میں ہوتا ہے، لوگ ان کے ذریعہ قسمت آزمانے کے لئے دن رات، وقت خراب کرتے ہیں، رات رات بھر پتے کھیل کر فقیر ہوجاتے ہیں، ریس میں ہزاروں روپے ہار جاتے ہیں، اسلام نے جوا، ریس اور سٹہ بازی کو حرام قرار دیا ہے، لوگ جان بوجھ کر فطرت کے خلاف بغیر محنت کی لالچ میں کروڑ پتی بننے کے لئے اس کے عادی بنے رہتے ہیں، ایسی بری عادتوں کو چھوڑنا نہیں چاہتے، اس لئے قرآن کے اس حکم پر چلنے کے لئے تیار نہیں ہوتے۔

☆ اسلام قومِ لوط جیسی بدفعلی سے سخت منع کیا اور اُسے حرام قرار دیا، انسان اس غیر

فطری عمل میں لذت نہ ہونے کے باوجود مرد مرد کے ساتھ اور عورت عورت کے ساتھ مصنوعی چیزیں استعمال کر کے اور کتوں سے جسم کو چٹا کر سیکس کے جذبات ابھارتے ہیں، مرد جنسی خواہش عورت یا ہیجڑے کے پچھلے راستے سے پوری کرتے ہیں، بازاری عورتیں بھی محض حمل سے بچنے کے لئے اسی طرح کا عمل کرتی ہیں، چنانچہ ہر ملک میں قومِ لوط والا فعل کرنے والے **LGBT** کے نام پر اپنی سوسائٹی بنا کر مرد مرد کے ساتھ اور عورت عورت کے ساتھ یا چھوٹے بچوں پر زیادتی کر کے یہ بدفعلی کرتے ہیں، ایسے تمام لوگ قرآن مجید کے اس منع کردہ غیر فطری عمل سے باز نہیں آتے، نہ اس حکم کی پابندی کرتے ہیں، الٹا قرآن کے احکام پر تنقید کرتے ہیں۔

☆ پوری دنیا میں انسانوں کی کثیر تعداد شرکیہ عقائد و اعمال میں گرفتار ہے، جبکہ وہ فطرتاً جانتے ہیں کہ شرک ایک کمزور عقیدہ ہے، ان کے پاس اس کی کوئی دلیل اور سند نہیں ہے، محض اندھی تقلید یا گمراہ پیشواؤں کے وہ غیر اللہ کو خدا جیسا سمجھتے ہیں، خدا کے برابر بنا دیتے ہیں، ان کو سجدہ و رکوع کرتے ہیں، ان سے دعائیں، منتیں و مرادیں مانگتے ہیں، ان کا طواف کرتے ہیں، ان پر چڑھاوے چڑھاتے ہیں، ان کی بڑائی بیان کرتے ہیں، ان پر سونا چاندی اور دولت و جائیداد نچھاور کرتے ہیں۔ انسان اگر شرک سے توبہ کر لے تو ان کے پیشواؤں، راہبوں، پادریوں، پنڈتوں اور مجاوروں وغیرہ کی دکانیں بند ہو جاتیں، شرک کے اڈّے سنسان پڑ جاتے، مگر ان کے پیشوا اپنی فطرت کے خلاف ان سے دولت وصول کرنے کے لئے توحید اور، ایک اللہ کی مخالفت کرتے ہیں، پوری دنیا میں شرک کے مراکز پر کئی بلین ڈالرس وصول ہوتے ہیں۔

قرآن جیسی عظیم کتاب کو شروع ہی میں نازل کیوں نہیں کیا گیا؟

وَإِنَّ هَٰذِهِۦٓ أُمَّتُكُمْ أُمَّةً وَٰحِدَةً وَأَنَا۠ رَبُّكُمْ فَٱتَّقُونِ ٥ فَتَقَطَّعُوٓا۟ أَمْرَهُم بَيْنَهُمْ زُبُرًا كُلُّ حِزْبٍۭ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُونَ ٥ فَذَرْهُمْ فِى غَمْرَتِهِمْ حَتَّىٰ حِينٍ ٥ (المؤمنون: ۵۲ تا ۵۴)

ترجمہ: اور حقیقت یہ ہے کہ یہی تمہارا دین ہے، (سب کے لئے) ایک ہی دین! اور میں تمہارا رب ہوں، اس لئے دل میں (صرف) میرا رُعب رکھو۔ پھر ہوا یہ کہ لوگوں نے اپنے دین میں باہم پھوٹ ڈال کر فرقے بنا لئے، ہر گروہ نے اپنے خیال میں جو طریقہ اختیار کرلیا ہے اُسی پر مگن ہے۔ لہٰذا (اے پیغمبر!) ان کو ایک خاص وقت تک اپنی جہالت میں ڈوبا رہنے دو۔

اس سوال کے جواب میں اکثر دانشور جو جواب دیتے ہیں وہ ہماری سمجھ سے باہر ہے، کوئی کہتا ہے کہ انسانیت شروع میں بچپن' جوانی سے گذری ہے، بلوغ کو نہیں پہنچی تھی، بچپن اور ٹین ایج میں جوانی کے کپڑوں کا ناپ الگ الگ ہوتا ہے، جب انسان ۲۵/سال کا ہوجاتا ہے تو اس کا جسم جوان ہوکر کپڑوں کا ناپ فٹ ہوجاتا ہے، یہی حال انسانوں کا ہے، جب انسانیت بلوغ کو پہنچی تو اللہ نے قرآن مجید جیسی عظیم کتاب آخری وحی کی شکل میں امت مسلمہ کو عطا فرمائی۔

☆ بعض دانشور کہتے ہیں کہ انسان جس طرح دنیا کی تعلیم میں پرائمری' پھر میڈل' پھر ہائی اسکول' پھر کالج کی تعلیم حاصل کرتا ہے، اُسی طرح انسانیت کو بھی آہستہ آہستہ تعلیم دے کر آخری وحی قرآن مجید عطا کیا گیا۔

☆ بعض دانشور کہتے ہیں کہ بچہ بچپن میں سخت غذاء نہیں کھا سکتا، اُسے پتلا دودھ جو ہضم ہونے کے قابل ہو پلایا جاتا ہے، پھر چاول کو نرم کر کے گولتی بنا کر، پھر دانت نکلنے کے بعد سخت غذائیں' روٹی اور گوشت وغیرہ کھلایا جاتا ہے، اسی طرح انسانیت بلوغ کو پہنچنے کے بعد آخری وحی الٰہی قرآن کی شکل میں قیامت تک کے لئے دے دی گئی۔

یہ جوابات صحیح نہیں ہیں، یہ سب حالتیں دنیا میں انسان کے پیدا ہونے کے بعد آہستہ آہستہ پیش آتی ہیں، مگر حضرت آدمؑ و حواؑ جنت سے مکمل شعور کے ساتھ دنیا میں آئے اور اپنی اولاد کو صحیح شعور سے آراستہ کیا، اکثر غیر مسلم تاریخِ انسانی اور حالات سے واقف نہ ہونے کی وجہ سے یہ سوال کرتے ہیں کہ جب قرآن مجید تمام آسمانی کتابوں کا

نچوڑ اور عطر و خلاصہ ہے تو اسے شروع ہی میں کیوں نازل نہیں کیا؟ چودہ سو سال پہلے کیوں نازل کیا گیا؟

شروع کے انسان پورے اُجالے اور روشنی میں پیدا کئے گئے تھے

سورۂ بقرہ' آیت:۲۱۳ میں ہے: (شروع میں) سارے انسان ایک ہی دین کے پیرو تھے، پھر (جب ان میں اختلاف ہوا تو) اللہ نے نبی بھیجے جو (حق والوں کو) خوشخبری سناتے اور (باطل والوں کو) ڈراتے تھے، اور ان کے ساتھ حق پر مشتمل کتاب نازل کی؛ تا کہ وہ لوگوں کے درمیان ان باتوں کا فیصلہ کرے جن میں ان کا اختلاف تھا۔

قرآن مجید کہتا ہے کہ شروع کے انسان پوری اجالے اور روشنی میں پیدا کئے گئے تھے، سورۂ یونس' آیت:۱۹ میں بھی ہے کہ ابتداء میں سارے انسان ایک ہی امت تھے، بعد میں انہوں نے مختلف عقیدے اور مسلک بنا لئے، علم آجانے کے بعد انسانوں نے اختلافات پیدا کر کے گمراہ ہوئے، اور الگ الگ گروپ میں بٹ گئے، ورنہ اللہ نے انسانوں کو شروع ہی سے شر اور خیر' نیکی اور بدی کی آزادی واختیار دے کر دنیا میں بھیجا تھا، جس کی مثال حضرت آدمؑ کے دو بیٹوں ہابیل اور قابیل کے واقعہ میں دی گئی کہ انہیں شریعت ہی کی پابندی کرنے کی سختی سے حکم دیا گیا تھا، نفس اور جی کی اطاعت سے منع کیا گیا اور ناحق کسی کا قتل کرنے سے منع کیا گیا تھا، اور مجرم پر قتل کے ایجاد کرنے پر قیامت تک ناحق قتل کا گناہ عائد کر دیا گیا۔

قرآن مجید کے بہت سارے احکام شروع دنیا ہی سے آرہے ہیں

لَوْ أَنزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَأَيْتَهٗ خَاشِعاً مُّتَصَدِّعاً مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ وَتِلْكَ الْأَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ۝ (الحشر: ۲۱)

ترجمہ: اگر ہم یہ قرآن کسی پہاڑ پر بھی اتارتے تو تم دیکھتے کہ وہ اللہ کے خوف سے دبا جا رہا ہے، اور پھٹا پڑتا ہے، یہ مثالیں ہم لوگوں کے سامنے اس لئے بیان کرتے ہیں کہ وہ اپنی حالت پر غور کریں۔

یہ مثال ہے اگر قرآن پہاڑوں جیسی سخت چیز پر اتارا جاتا ہے اور جس طرح انسان کو عقل وفہم دیا گیا ان کو بھی دیا جاتا تو پہاڑ بھی اس قرآن کی عظمت کے سامنے جھک جاتے، ریزہ ریزہ ہو جاتے، مگر انسان اپنی نفس پرستی اور خودغرضی میں مبتلا ہو کر اپنے فطری شعور کو کھو بیٹھا اور قرآن سے متاثر نہیں ہوتا۔

اگر کوئی پچھلی آسمانی کتابوں کو پڑھنا اور جاننا چاہے تو وہ قرآن مجید میں ان کے سارے مرکزی مضامین کو جان سکتا' پڑھ سکتا اور سمجھ سکتا ہے، اس لئے کہ پچھلی آسمانی کتابوں میں قرآن مجید و احادیث کے بہت سارے احکام حضرت آدمؑ سے آنا شروع ہو گئے تھے، اور وہ مشترکہ احکام اللہ نے شروع ہی سے انسانوں کے لئے نازل کرنا شروع کر دیا تھا۔

مثلاً دنیا کا سب سے پہلا گھر کعبۃ اللہ حضرت آدمؑ کے زمانے میں تیار کیا گیا، پھر حضرت نوحؑ کے زمانے میں گر جانے کے بعد حضرت ابراہیمؑ نے کعبۃ اللہ کی تعمیر کی اور نماز و حج کا اس گھر کو مرکز و قبلہ بنا دیا گیا، حضرت آدمؑ نے کئی حج کئے اور حضرت ابراہیمؑ نے قیامت تک آنے والوں کے لئے حج کی صدا لگائی اور اُسے توحید' نماز اور حج کا مرکز بنا دیا، کعبۃ اللہ کی تعمیر کے ۴۰ رسال بعد حضرت آدمؑ کے ایک بیٹے نے مسجد اقصیٰ تعمیر کی جو دوبارہ حضرت سلیمانؑ کے زمانے میں بنائی گئی، حضرت ابراہیمؑ ہی کے زمانے سے حج اور قربانی کے پورے مراسم ادا کرنے کا طریقہ بنایا گیا، جہاں پچھلے انبیاء نے بھی حج ادا کیا۔

حضرت آدمؑ و حواؑ کو جنت میں رکھ کر بے حیائی و بے شرمی سے بچانے کے لئے لباس کے ذریعہ شرم و حیاء کا احساس دلایا گیا اور جسم پر سے لباس اترنے کے بعد جسم کے قابلِ شرم حصوں کو چھپانے کا طریقہ وہیں سے دیا گیا، خطا ہو جانے پر توبہ کرنے کا طریقہ حضرت آدمؑ کو سکھایا گیا اور توبہ کی تلقین کی گئی، جو تمام اولادِ آدم کی تربیت کے لئے تھا، حضرت نوحؑ اور حضرت ابراہیمؑ ہی کے زمانے سے شرک' کفر' دہریت کو گناہ کبیرہ بتلا کر بت پرستی سے سختی سے منع کیا گیا، حضرت ابراہیمؑ کے واقعات کو بیان کر کے اللہ سے شدید محبت پیدا کرنے کی تعلیم دی گئی اور ان ہی کی طرح عبدیت و بندگی کا درس دیا گیا، بت

پرستی کے علاوہ ستاروں' سیاروں' سورج' چاند کی پرستش کو شرک بتلایا گیا، دین کی دعوت دینے حق پر جمے رہنے کے لئے جان و مال کی قربانی دینے کا درس شروع ہی سے دیا گیا، ہابیل اور قابیل کے قصے میں شریعت پر جمے رہنے پر جان کی قربانی کا درس دیا گیا اور ان دونوں بھائیوں میں نفس پرستی سے روک کر شریعت الٰہی کی پابندی کی تعلیم دی گئی، قتل کے بدلے قتل نہ کرنے کی تعلیم دی گئی، مردے کو دفن کرنے کا طریقہ بتلایا گیا، حضرت اسماعیلؑ کی پہلی بیوی کے ناشکری الفاظ پر حضرت ابراہیمؑ نے طلاق دینے کی ترغیب دی، گویا شروع سے ہی طلاق کا حکم دیا گیا، اور اللہ کی ناشکری کرنے سے منع کیا گیا۔

حضرت شعیبؑ کی قوم کی بدکاریوں' شرک' ناپ تول میں کمی' چوری' دھوکہ اور فریب' بے ایمانی وغیرہ نہ کرنے کی تعلیم شروع ہی سے دی گئی، نماز، اور نفس کی خواہش پر مال خرچ کرنے (فضول خرچی) سے منع کیا گیا، ان ہی کے زمانے سے دیا گیا۔ (سوۂ ہود: ۸۷)

حضرت لوطؑ کی قوم کی بدفعلی اور شرک، پیغمبر کی نافرمانی، مرد مرد کے شہوت اور بیوی کی شوہر کے ساتھ خیانت کرنے کو شروع ہی سے منع کر دیا گیا۔

یہ قومیں کوئی بچہ نہیں تھیں، اگر انسانیت بالغ نہ ہوتی تو بچوں اور کم عقل وفہم والوں کو یہ سب احکام کیوں دیئے گئے؟ اور بغاوت و نافرمانی پر زلزلے' طوفان' آندھی' پتھروں کا عذاب' قحط' ظالم انسانوں کو مسلط کر کے ذلت میں مبتلا کر کے عذابات کیوں دیئے گئے؟ قومِ عاد و قومِ ثمود کو ہواؤں سے پٹخ کر ختم کر دیا گیا۔

اگر انسانیت بچہ ہوتی تو بنی اسرائیل کے ہفتہ کے دن بے حرمتی پر سور اور بندر کیوں بنا دیئے گئے؟ اور ان میں تینوں جماعتوں میں سے معروف ومنکر کا حکم کرنے والوں کو عذاب سے بچانے کا درس شروع ہی سے دیا گیا، امت محمدیہ کو جمعہ کے دن اذان سے نماز تک ہی اللہ کے ذکر و عبادت میں رہنے' پھر نماز کے بعد تجارت' اور کام دھندوں کے لئے پھیل جانے کا حکم دیا گیا، جبکہ بنی اسرائیل کو ہفتہ کو دن بھر عبادت کرنے کی پابندی تھی، اس دن وہ نہ پکوان کر سکتے' نہ جانوروں اور خادموں سے خدمت لے سکتے اور نہ تجارت

کر سکتے، اگر کوئی خلاف ورزی کرے تو قتل کرنے کا حکم تھا، اتنا سخت حکم کم فہم اور نابالغ لوگوں کو کیسے دیا جاسکتا ہے؟ اہل کتاب میں روزے چوبیس گھنٹوں کے ہوتے تھے، افطار کرنے کے بعد جو کچھ کھالیں اس کے ساتھ ہی دوسرا روزہ شروع ہوجاتا تھا، پھر دوسرے دن تک کچھ نہیں کھا سکتے تھے، امت محمدیہ کے لئے سورج طلوع ہونے سے غروب ہونے تک ہی روزہ کا وقت رکھا گیا، پھر سحری کے ساتھ دوسرا روزہ رکھتے ہیں، اہل کتاب کے لئے روزہ کی راتوں میں بیوی سے ہمبستری کرنے کی اجازت نہیں تھی، امت مسلمہ کو چھوٹ دی گئی کہ وہ افطار اور سحر کے درمیانی وقت میں بیوی سے صحبت کر سکتے ہیں، اگر پچھلی قومیں بلوغ کو نہیں پہنچی تھیں تو یہ سخت احکام ان کو کیوں دئے گئے؟ گناہ ہوتے ہی گناہ کرنے والوں کے گھروں پر اظہار ہوجاتا تھا، جبکہ امت مسلمہ کو بار بار توبہ کی مہلت پر مہلت ملتی رہتی ہے، پچھلی قوموں کو عمریں زیادہ دی گئی تھیں، انہوں نے خوب عبادت کی۔

حضرت یوسفؑ کے قصہ میں حسد، جلن، بغض و عداوت اور جھوٹ کو سمجھایا گیا، سوتیلے بھائی سے تعصب اور باپ کی قدر نہ کرنا، بھائی کو غلام بنا کر بیچ دینا، پھر دولت مند کے گھر میں مال کی خیانت نہ کرنا اور مالک کی عزت واحترام کر کے اپنے کو زنا سے دور رکھنا، عورتوں کو زنا کے حالات پیدا کر کے جھوٹا الزام لگا کر بے عزتی اور ذلیل کرنے اور اپنی بدنامی سے بچنے کے لئے بے قصور انسان کو جیل میں ڈالنا، جیسے جرائم کو سمجھایا گیا، رشتہ داری ہوتے ہوئے انصاف کی بات کرنا، جیل میں رہتے ہوئے دعوتِ دین سے کس طرح عزت، مقام و مرتبہ ملتا ہے اور پھر حکومت میں بڑے مقام پر ذمہ داری اور امانت داری کرنا، ظلم کرنے والوں کے ساتھ حضرت یوسفؑ کا صلہ رحمی کر کے معاف کرنے کی تعلیم شروع زمانے ہی سے دے کر امت محمدیہ کی بھی تربیت کی گئی، شروع زمانے سے ہی انسانوں میں زکوٰۃ، صدقہ اور خیرات کا طریقہ رکھا گیا، البتہ بنی اسرائیل میں زکوٰۃ اونچے پہاڑ پر رکھ دی جاتی، آسمان سے آگ آ کر قبول ہونے پر اُسے جلا دیتی تھی، جبکہ امت محمدیہ کی زکوٰۃ ان کے امتی، غریب رشتہ دار کھا سکتے ہیں۔

اگر انسانیت بچہ ہو تو بلوغ کو نہیں پہنچی تھی تو فرعون کو زمین پر اللہ کے احکام نافذ کر کے حکومت کرنے کا حکم کیوں دیا جاتا؟ جبکہ حضرت داؤدؑ اور حضرت سلیمانؑ کو پوری دنیا پر حکومت عطا کی گئی، انہوں نے اللہ کے قانون کے مطابق حکومت چلائی۔

ذوالقرنین کو طاقتور بادشاہ بنا کر دنیا کے ممالک فتح کروایا، یاجوج ماجوج کو قید کرنے کی ٹکنالوجی عطا فرمائی، نمرود کو خدائی کا دعویٰ کرنے پر اس کے دماغ میں مچھر داخل کر کے جوتے سے پٹائی کروائی گئی، قارون کو دولت پر گھمنڈ اور فخر تھا، غرور و تکبر اور مال کا حق ادا نہ کرنے پر اُسے زمین میں دھنسا دیا گیا، شداد نے جنت بنائی، اس کو اسی جنت کے ساتھ زمین میں اتار دیا گیا، قیصر و کسریٰ دو بڑی حکومتیں دنیا میں گذری ہیں، حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی نبوت کے ظاہر ہونے کے کچھ وقت بعد ان کی حکومتیں ختم ہو گئیں

قرآن نے شروع ہی سے غریب اور نادار لوگوں کے ساتھ مساوات انسانی اور عزت و احترام کا حکم دیا، اسی طرح حضرت نوحؑ اور دیگر پیغمبروں کے ماننے والوں کو بھی مفلس و غریب انسانوں سے حسن سلوک کی تعلیم پہلے ہی سے دی گئی۔

ہاروت و ماروت دو فرشتوں کے زمانے میں انسان جادو' تعویذ گنڈوں میں مبتلا ہو گئے تھے، بنی اسرائیل کو غریب' نیک و صالح انسان حضرت طالوت کی سرداری اور بادشاہت کو ماننے کی تعلیم دی گئی، اصحابِ اُخدود کو ایمان قبول کرنے پر زندہ آگ میں جلا دیا گیا، ہر زمانے میں ایمان قبول کرنے والوں' پیغمبروں کا ساتھ دینے والوں کو ستایا گیا، لوٹا گیا، مارا گیا، گھر سے بے گھر اور وطن سے بے وطن کیا گیا، لوہے کی کنگیوں سے زندہ حالت میں جسم کو چھیلا گیا، فرعون نے بنی اسرائیل کے پیدا ہونے والے بچوں کا دو مرتبہ قتل عام کیا، اگر انسانیت جوان نہیں تھی' عقل و فہم میں کم تھی تو بے شعور انسانوں سے اتنے بڑے بڑے امتحان کیوں لئے جاتے؟ اصحاب کہف کے واقعہ سے ایمان کی حفاظت کا طریقہ سمجھایا گیا، دوبارہ زندہ ہونے کی تعلیم دی گئی۔

پچھلی شریعتوں کے تقریباً احکامٔ قرآن مجید و احادیثِ رسول ﷺ سے تقریباً ملتے

جلتے ہیں، ان میں کوئی زیادہ فرق نہیں ہے، ان تمام احکام پر غور کرنے سے ہم سمجھ سکتے ہیں کہ جب پچھلی قوموں نے حق اور سچائی کی تعلیمات کو گم کر دیا تو قرآن و حدیث میں وہی دین صحیح صورت میں تمام قوموں کے لئے پیش کیا گیا۔

قرآن مجید تمام آسمانی کتابوں کا نچوڑ اور عطر ہے

☆ حضرت موسیٰؑ نے کوہِ طور سے واپس آ کر اللہ کی طرف سے جو تعلیم اپنی قوم تک پہنچائی اس میں دس باتیں تھیں، جو دنیا میں ٹین کمانڈمینٹس کے نام سے مشہور ہیں۔

(۱) میرے حضور تُو غیر معبودوں کو نہ ماننا۔ (۲) تو خداوند کا نام بے قاعدہ نہ لینا (جھوٹی قسم نہ کھانا)۔ (۳) ہفتہ کے دن کا احترام کرنا۔ (۴) ماں باپ کی عزت کرنا۔ (۵) ناحق خون نہ کرنا۔ (۶) زنا نہ کرنا۔ (۷) چوری نہ کرنا۔ (۸) پڑوسی کے خلاف جھوٹی گواہی نہ دینا۔ (۹) پڑوسی کے مال کی لالچ نہ کرنا۔ (۱۰) پروسی کی بیوی پر بُری نظر نہ ڈالنا۔ (خروج باب: ۲۰، ۱۷۔۲۰۔ اَتشنا باب: ۵، ۱۷۔۲۱)

☆ وہی بہترین رزق دینے والا ہے، وہ وہاں سے رزق دیتا ہے جہاں انسان کا گمان بھی نہیں جاتا۔ (اَتشنا: ۳۳: ۱۴) ☆ خدا کی گرفت بڑی شدید ہے، وہ زندہ جاوید ہے۔ (اَتشنا: ۳۳: ۴۰) ☆ اے اسرائیل! تو خداوند کا خوف کھا، اس سے محبت رکھ، اپنے دل وجان سے خدا کی بندگی کر، خدا کے احکام وقانون پر عمل کر۔ ☆ آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے سب خداوند کا ہے، اپنے دلوں کا تزکیہ کرو۔ وہ بزرگوار اور قادر خدا ہے، وہ رشوت نہیں لیتا، وہ یتیموں اور بیواؤں سے انصاف کرتا ہے۔ (اَتشنا باب: ۱۰، ۱۲۰، 19.) کسی بیوہ اور یتیم کو دکھ نہ دینا۔ ☆ محتاج کو قرض دے تو اس سے نرم سلوک کرنا۔ ☆ سود نہ لینا۔ ☆ بلا تحقیق جھوٹ بات نہ پھیلانا۔ ☆ مقدمہ میں کسی کی طرفداری نہ کرنا۔ (خروج باب: ۱۹، ۲۴۶) ☆ جب تم اپنی زمین کی پیداوار کی فصل کاٹو تو اپنے کھیت کے کونے کونے تک پورا پورا نہ کاٹنا، کٹائی کی گری پڑی بالوں کو نہ چن لینا، انگور کا دانہ دانہ نہ توڑ لینا، نہ

گرے دانوں کو جمع کرنا، ان کو غریبوں‘ مسافروں کے لئے چھوڑ دینا، چوری نہ کرنا، اور نہ دغا دینا، نہ جھوٹ بولنا، مزدور کی مزدوری تیرے پاس صبح تک نہ رہنے پائے، بُرے کو نہ کوسنا، نہ اندھے کے آگے ٹھوکر والی چیز ڈالنا، اپنی قوم میں ادھر ادھر لُترا پن (چغلی‘ غیبت) نہ کرتے پھرنا، اپنے دل میں بھائی سے بغض نہ رکھنا، اپنے ہمسایہ کو اچھائی کا حکم کرنا‘ برائی سے روکنا۔ تو نہ انتقام لینا اور نہ کسی سے کینہ رکھنا۔ بلکہ اپنے پڑوسی سے اپنی مانند محبت کرنا۔ جادو منتر نہ کرنا۔ نہ فال نکالنا۔ تم اپنے جسموں کو زخمی نہ کرنا (ماتم نہ کرنا)۔ تو اپنی بیٹی کو زانی بنا کر ناپاک نہ ہونے دینا، ایسا نہ ہو کہ زنا پھیل جائے۔ ☆ جو جنات کے دوست ہیں‘ جو جادوگر ہیں‘ تم ان کے پاس نہ جانا۔ ☆ بڑے بوڑھوں کا ادب کرنا۔ ☆ مسافر کو تکلیف نہ دینا، ناپ تول میں کمی نہ کرنا۔

حضرت عیسیٰؑ کے ارشادات جو انجیل میں ہیں‘ انہیں جانئے

میں تم سے کہتا ہوں کہ جس کسی نے بری خواہش سے عورت پر نگاہ ڈالی وہ اپنے دل میں اس کے ساتھ زنا کر چکا ہے۔ خبردار! دوسروں کو دکھانے کے لئے کام نہ کرو! کیونکہ ایسے کاموں کا خدا کے پاس کچھ اجر نہیں ہے۔ دکھاوا کر کے خیرات نہ کرو؛ بلکہ جب تو خیرات کرے تو جو تیرا داہنا ہاتھ کرتا ہے اسے تیرا بایاں ہاتھ نہ جانے؛ تاکہ تیری خیرات پوشیدہ رہے۔ خداوند ہر پوشیدہ کا جاننے والا ہے، وہ تجھے بدلہ دے گا۔ اگر تم دوسروں کے قصور معاف کرو گے تو تمہارا آسمانی باپ (خدا) بھی تم کو معاف کرے گا۔ تم روزہ رکھو تو ریاکاروں کی طرح اپنی صحت اداس نہ بناؤ۔ کیونکہ وہ اپنا منہ بگاڑتے ہیں؛ تاکہ لوگ ان کو روزہ دار جانیں۔ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ وہ اپنا اجر پا چکے ہیں۔ میں تم سے کہتا ہوں کہ اپنی جان کی فکر نہ کرنا کہ ہم کیا کھائیں گے؟ کیا پئیں گے؟ اور کیا پہنیں گے؟ ہوا کے پرندوں کو دیکھو کہ نہ بوتے ہیں‘ نہ کاٹتے ہیں‘ نہ کوٹھوں میں جمع کرتے ہیں، تو بھی تمہارا باپ (خدا) ان کو کھلاتا ہے، کیا تم ان سے زیادہ قدرت نہیں رکھتے؟ عیب جوئی نہ کرو۔ تمہاری

بھی عیب جوئی نہ کی جائے، کیونکہ جس طرح تم عیب جوئی کرتے ہو اسی طرح تمہاری بھی عیب جوئی کی جائے گی۔ جس پیمانے سے تم دوسروں کو ناپتے ہو اسی سے تم کو بھی ناپا جائے گا۔ تو خداوند اپنے خدا کو سجدہ کر اور اسی کی عبادت کر۔ (لوقا:۴:۸) اگر کسی کے پاس سو (۱۰۰) بھیڑیں ہیں، ان میں ایک کھوگئی ہو اور چرواہا اس کو ڈھونڈتا ہوا پالیتا ہے تو اس کو بڑی خوشی ہوتی ہے، اسی طرح خدا بھی اس بندے سے خوش ہوتا ہے جو گناہوں سے توبہ کر کے اس کی طرف رجوع ہوتا ہے۔ (لوقا:۱۵:۱۱۔۷) ایک انسان ادھر ادھر بیج بکھیرتا ہے، لیکن وہی بیج اگتے ہیں جو زمین پر گرتے ہیں، اسی طرح خدا کا کلام سب کے لئے ہوتا ہے، لیکن اس سے وہی فائدہ اٹھاتے ہیں جو اس کو سنتے اور عمل کرتے ہیں۔ (لوقا:۸۔۵۔۷) خدا سے مانگنے میں عاجزی و نرمی ہونا چاہئے، اس سے مایوس نہیں ہونا چاہئے، جیسے کسی شخص سے بار بار مانگو تو دے دیتا ہے۔ (لوقا:۵:۸) اپنے نوکر کو ستّر (۷۰) بار معاف کردیا کرو۔ (متی:۱۸:۲۱۔۳۰۵) اے ریاکار فقیہو و ربّیو! تم پر افسوس کہ تم سفیدی‘ چونا کی ہوئی قبروں کی مانند ہو جو اوپر سے تو خوبصورت دکھائی دیتی ہیں، مگر اندر سے مُردوں کی ہڈیوں اور ہر طرح کی نجاست سے بھری ہوتی ہیں، اسی طرح تم بھی ظاہر میں تو لوگوں کو راستباز دکھائی دیتے ہو، مگر باطن میں ریاکاری اور بے دینی سے بھرے ہوئے ہو، فقیہوں اور ربیوں کو یوں فرماتے اپنے سب کام لوگوں کو دکھانے کے لئے کرتے ہیں، کیونکہ وہ اپنے تعویذ بڑے بتاتے ہیں اور اپنی پوشاک کے کنارے جوڑے رکھتے ہیں اور ضیافتوں میں صدر نشینی اور عبادت خانوں میں اعلیٰ درجہ کی کرسیاں اور بازاروں میں سلام اور آدمیوں سے ربّی کہلانا پسند کرتے ہیں، جو کوئی اپنے کو بڑا بنائے گا، چھوٹا کیا جائے گا، جو اپنے آپ کو چھوٹا بنائے گا وہ بڑا کیا جائے گا۔ اے ریاکار فقیہو ربّیو! تم پر افسوس کہ مرید کرنے کے لئے تری اور خشکی کا دورہ کرتے ہو، اور جب وہ مرید ہو جاتا ہے تو اُسے اپنے سے دوگنا جہنم کا فرزند بنادیتے ہو۔ جس جانور کی قربانی دی جائے وہ بے عیب ہو، جس کے خصیے کچلے ہوئے‘ یا ٹوٹے یا کٹے ہوئے ہوں‘ اُسے تم خدا کے حضور نہ چڑھانا۔ (احبار، باب:۱تا۱۰)

مردار جانور کی لاش ناپاک ہے، جو اس کو چھوئے وہ دن بھر ناپاک رہتا ہے۔(احبار، باب:١١) تم چربی، خون مطلق نہ کھاؤ۔(احبار:٣؛٧:١) گوشت کے ساتھ جان (خون) کو ہرگز نہ کھانا۔ (آشنا:١٢:٢٢) حیض و نفاس والی عورت ناپاک ہے، ان ایام میں وہ نہ مقدس کتاب کو چھوئے اور نہ عبادت گاہ میں داخل ہو، حیض میں مباشرت نہ کریں۔ بچہ کی پیدائش کے آٹھویں دن ختنہ کی جائے۔ ماں، سگی سوتیلی بہن، پوتی، نواسی، خالہ، چچی، بہو، بھاوج، ماں کے ساتھ بیٹی، سالی سے شادی کرنا حرام ٹھہرایا گیا۔ مرد مرد کے ساتھ مباشرت نہ کرے، اور کرے تو مار ڈالا جائے۔(احبار، باب:٢٠) زانی اور زانیہ ضرور جان سے مار ڈالے جائیں۔(احبار، باب: ٢٠) کسی دوسرے کی بیوی سے مباشرت نہ کرے، عورت عورت سے مباشرت نہ کرے۔ کوئی مرد یا عورت کسی جانور کے ساتھ مباشرت نہ کرے۔ اگر کوئی سورج، چاند، اجرامِ فلکی میں سے کسی کی پوجا اور پرستش کی ہو تو تحقیق کے بعد اس کو سنگسار کیا جائے، وہ واجب القتل ٹھہرے۔ (آشنا، باب:١٧-٢-٦) جو اپنی اولاد میں سے کسی کو غیر خدا کی نذر کرے وہ ضرور جان سے مار ڈالا جائے، اہل ملک اُسے سنگسار کریں۔(احبار، باب:٢) جو ماں باپ پر لعنت کرے وہ جان سے مار ڈالا جائے۔(احبار، باب:٢٠) اگر کوئی مرد اپنی شادی کے بعد بیوی پر شرمناک الزام لگائے اور وہ ثابت نہ ہو تو اُسے سنگسار کر دیا جائے۔(آشنا:٢٢-٢٥-٢٦) اگر کوئی کنواری لڑکی سے زنا کرے تو اس کی شادی اسی سے کرائی جائے، وہ کبھی طلاق نہ دے۔(آشنا:٢٢-٢٨-٢٩) قصاص میں جان کے بدلے جان، آنکھ کے بدلے آنکھ، دانت کے بدلے دانت، ہاتھ کے بدلے ہاتھ، پاؤں کے بدلے پاؤں، جلانے کے بدلے جلانا، زخم کے بدلے زخم۔ (خروج:٢١، ٢٣:٢٥) دشمن کو پہلے صلح کا پیغام بھیجنا، اگر وہ قبول کر لے یا خادم رہنا پسند کرے تو ٹھیک ہے، اگر وہ صلح نہ کرے تو ان کا محاصرہ کیا جائے، جب وہ قید ہو جائیں تو مردوں کو قتل کیا جائے، عورتوں اور بچوں کو غلام بنا لیا جائے، ان کے کھیتوں، باغوں کو تباہ نہ کیا جائے، اس لئے کہ وہ تمہارے کام آئیں گے۔ مال، عیب چھپا کر دھوکہ سے نہ تجارت کرنا۔(احبار:٢٤-٣) سود پر قرض نہ دینا۔(آشنا:٢٣-١٩-٢٠)

ابراہیمؑ کی ملت پر اللہ نے تمہارا نام مسلم رکھا، اس قرآن میں بھی تمہارا نام مسلم ہی ہے۔ (سورۃ الحج: ۷۸)

خلیفۂ زمین کا انتخاب تمام اولادِ آدم کے لئے کیا گیا؛ نہ کہ صرف امت محمدیہ کے لئے

خلیفۂ زمین کا انتخاب تمام اولادِ آدم جو قیامت تک آنے والی تھی ان سب کے لئے کیا گیا، صرف امت محمدیہ جو چودہ سو سال بعد آنے والی تھی ان کے لئے نہیں کیا گیا، اس لئے اللہ نے سورۂ بقرہ آیت: ۳۹ میں حضرت آدمؑ کو زمین پر اترنے کے وقت ہی فرمادیا تھا کہ ''پھر جو میری طرف سے کوئی ہدایت تمہارے پاس پہنچے تو جو میری ہدایت کی پیروی کریں گے ان کے لئے کسی خوف اور رنج کا موقع نہ رہے گا۔

ساری مخلوقات کے سامنے امانت کو پیش کیا گیا

إِنَّا عَرَضْنَا الْأَمَانَةَ عَلَى السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَالْجِبَالِ فَأَبَيْنَ أَن يَحْمِلْنَهَا وَأَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْإِنسَانُ إِنَّهُ كَانَ ظَلُوماً جَهُولاً ٥ (الاحزاب: ۷۲)

ترجمہ: ہم نے یہ امانت آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں پر پیش کی، تو انہوں نے اس کے اُٹھانے سے انکار کیا، اور اس سے ڈر گئے، اور انسان نے اس کا بوجھ اُٹھالیا، حقیقت یہ ہے کہ وہ بڑا ظالم بڑا نادان ہے۔

اللہ اور رسول کی اطاعت یعنی دین اسلام کی تعمیل ہی کو امانت سے تعبیر کیا گیا، جمہور مفسرین کے نزدیک دین کے تمام احکام و اعمال اس میں داخل ہیں۔ (قرطبی)

تفسیر مظہری میں شریعت کی تمام تعلیمات کا مجموعہ امانت ہے، بعض مفسرین نے امانت سے مراد احکامِ الٰہیہ کا بار اٹھانے کی صلاحیت و استعداد کہا، جن کو پورا ادا کرنے پر ہمیشہ ہمیشہ کی دائمی نعمتیں جنت کی شکل میں ملیں گی، اور نافرمانی کی صورت میں جہنم کی

سخت سزائیں بھگتنا پڑے گا، یہ ضابطہ اور قانون صرف امت محمدیہ جو چودہ سو سال پہلے آئی، صرف اسی کے لئے نہیں ہے بلکہ شروع سے قیامت تک آنے والی تمام اولادِ آدم کے لئے ہے، حضرت آدمؑ کے زمانے سے قیامت تک آنے والے انسانوں کے لئے اور ساری کائنات کی تمام مخلوقات کے لئے اللہ کی عبدیت و بندگی کو عربی میں دین اسلام کہا گیا، اِنَّ الدِّیۡنَ عِنۡدَ اللّٰہِ الۡاِسۡلَامُ۔ اس لئے کہ وہ اللہ ہی کی عبدیت و بندگی کرتے ہیں، قوموں کی زبانوں کے لحاظ سے ہی نام ان کی زبانوں میں آیا، جس کا مطلب اور معنیٰ اللہ ہی کی عبدیت و بندگی تھا۔

تفسیر قرطبی میں ہے کہ اللہ نے عہد الست سے پہلے تمام مخلوقات کے سامنے آسمان و زمین اور حضرت آدمؑ کے سامنے یہ بات رکھی کہ وہ اپنی مخلوقات میں سے کسی کا امتحان لے گا، مگر وہ اس امتحان میں کسی کو نظر نہیں آئے گا، اس کے نظر نہ آنے پر اس کو پہچان کر اس کے دئے ہوئے احکام و قوانین جو امانت ہوں گے' ان کو اپنی مرضی اور اختیار سے پورا کر کے میری اطاعت کرنا ہوگا، اس امانت اور ذمہ داریاں ادا کرنے کے لئے اس کو بے انتہاء نعمتیں اور مخلوقات پر تصرف دیا جائے گا، پھر ایک دن اس امانت کا حساب لیا جائے گا، اور جو اس امانت کی حفاظت کرے گا، اس کو نعمتوں کی شکل میں جنت کا داخلہ اور درجات دئے جائیں گے، اور جو اس امانت کو ضائع و برباد کرے گا، اُسے ناکام قرار دے کر جہنم میں سخت سزائیں دی جائیں گی، اور سب سے زیادہ ذلیل کیا جائے گا۔

اللہ نے اس امانت کا بوجھ اٹھانے کی آزادی و اختیار تمام مخلوقات کو دی تھی، مگر سوائے انسان کے باقی تمام مخلوقات اس کا بوجھ اٹھانے سے ڈر کر تیار نہ ہوئے، سب نے تابع و فرمانبردار ہی رہ کر اللہ کی اطاعت کرنے کا اظہار کیا، اور اپنی عاجزی و کمزوری ظاہر کی، نہ ثواب چاہا اور نہ ترقی اور نہ عذاب برداشت کرنے کی طاقت کا اظہار کیا، لیکن انسان ترقی اور بلند و مرتبہ کے شوق میں اللہ کا قرب حاصل کرنے کے لئے اس امانت کا بوجھ اٹھالیا، پھر اللہ نے عہد الست میں اسی بارِ امانت کی یاددہانی اور اقرار کروایا، یہ اسی بارِ امانت

کی پہلی کڑی اور مقام کا حلف تھا۔(قرطبی)

پھر اللہ تعالیٰ نے امتحان کی خاطر انسانوں کو زمین پر بسایا اور ہر ملک وقوم کی زبانیں الگ الگ رکھیں، اگر وہ چاہتا تو ساری دنیا کے انسانوں کی زبان عربی ہی رکھ سکتا تھا، مگر امتحان کے لئے الگ الگ زبانیں اور الگ الگ تہذیب وکلچر رکھا، سب کی تہذیب وتمدن الگ الگ تھا، ان میں ایک دوسرے کا تعلق آسان نہیں تھا، شہر اور گاؤں دور دور تھے، سفر مشکل تھا، اس لئے ہر علاقے' ہر شہر اور ہر قوم میں الگ الگ پیغمبروں کو بھیج کر صحیح ہدایت دینے کا انتظام کیا گیا؛ تاکہ انسان اپنے عہد الست کو یاد کر سکے اور عہد کے مطابق زندگی گذار سکے، مختلف قومیں اپنے اپنے علاقوں کے پیغمبر کے ساتھ غلو کر کے نئے آنے والے پیغمبروں کو نہیں مانا، یا پھر پیغمبر کی تعلیمات کے خلاف زندگی گذارنی شروع کر دی، یا ان تعلیمات میں تحریف کر دی۔ چنانچہ کم وبیش ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام بھیجے گئے، ہر قوم نے پیغمبر کے جانے کے بعد کتاب کے احکام اور ان کی تعلیمات کو یا تو بدل دیا یا بھلا دیا۔

سورۂ آل عمران' آیت:۱۹ میں ہے کہ اللہ کے نزدیک دین صرف اسلام ہے، اس سے ہٹ کر جو مختلف طریقے ان لوگوں نے اختیار کئے، جنہیں کتاب دی گئی تھی ان کے اس طرز عمل کی کوئی وجہ اس کے سوا نہ تھی کہ انہوں نے علم آ جانے کے بعد آپس میں ایک دوسرے پر زیادتی کرنے کے لئے ایسا کیا، اور جو کوئی اللہ کے احکام وہدایات کی اطاعت سے انکار کر دیا، اللہ کو اس سے حساب لینے میں کچھ دیر نہیں لگتی۔

سورۃ الحجر' آیت:۹۱ تا ۹۳ میں ہے: جنھوں نے اپنی پڑھی جانے والی کتاب کے حصے بخرے کر دئے تھے۔ چنانچہ تمہارے رب کی قسم! ہم ایک ایک کر کے ان سب سے پوچھیں گے۔ کہ وہ کیا کچھ کیا کرتے تھے۔

سورہ حم السجدہ' آیت ۴۳،۴۴ میں ہے:(اے نبی!) تم سے جو باتیں کہی جا رہی ہیں وہ وہی ہیں جو تم سے پہلے پیغمبروں سے کہی گئی تھیں، یقین رکھو تمہارا رب مغفرت

کرنے والا بھی اور دردناک سزا دینے والا بھی ہے۔ اور اگر ہم اس (قرآن) کو عجمی قرآن بناتے تو یہ لوگ کہتے کہ اس کی آیتیں کھول کھول کر کیوں نہیں بیان کی گئیں؟ یہ کیا بات ہے کہ قرآن عجمی ہے اور پیغمبر عربی؟

سورۂ ال عمران، آیت: ۳،۴ میں ہے: اس نے تم پر یہ کتاب نازل کی جو حق لے کر آئی ہے، جو اپنے سے پہلی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے، اور اسی نے تورات و انجیل اتاری۔ جو اس سے پہلے لوگوں کے لئے مجسم ہدایت بن کر آئی تھیں، اور اسی نے حق و باطل کو پرکھنے کی کسوٹی اتاری ہے۔

شروع زمانے ہی سے انسان شعور کے اعتبار سے مکمل تھا

وَمَا كَانَ النَّاسُ إِلَّآ أُمَّةً وَّاحِدَةً فَاخْتَلَفُوْا وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِن رَّبِّكَ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ فِيْمَا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ٥ (یونس: ۱۹)

ترجمہ: اور (شروع میں) تمام انسان کسی اور دین کے نہیں، صرف ایک دین کے قائل تھے، پھر بعد میں وہ آپس میں اختلاف کر کے الگ الگ ہو گئے، اور اگر تمہارے پروردگار کی طرف سے ایک بات پہلے سے طے نہ ہو چکی ہوتی تو جس معاملہ میں یہ لوگ اختلاف کر رہے ہیں اس کا فیصلہ (دنیا ہی میں) کر دیا جاتا۔

سورہ المؤمنون، آیت: ۵۲،۵۳: ”اور یہ تمہاری امت ایک ہی امت ہے، اور میں تمہارا رب ہوں، پس مجھ ہی سے ڈرو، مگر بعد میں لوگوں نے اپنے دین کو آپس میں ٹکڑے ٹکڑے کر لیا اور ہر گروہ کے پاس جو کچھ ہے اسی میں وہ مگن ہے۔“

اللہ تعالیٰ عہد الست میں ساری انسانیت کو اپنے مالک ہونے کی تعلیم صفت رب سے دے دی اور وہیں پر سمجھا دیا کہ ان کی زندگی کا مقصد مجھے پہچان کر میری عبادت و بندگی ہوگی، اور آخرت میں حساب لینے کے بعد ان کو حساب میں کامیاب ہونا ہوگا، مگر بعض ناواقف لوگ یہ گمان کرتے ہیں کہ انسان اپنی زندگی کی ابتداء شرک کی تاریکیوں

سے کی، پھر تدریجی ارتقاء کے ساتھ ساتھ روشنی میں آئے، یہاں تک کہ انسان مکمل توحید اختیار کیا، اس کے برعکس قرآن کہتا ہے کہ دنیا میں انسان کی زندگی کا آغاز پوری روشنی میں ہوا، اولین انسان جہالت وتاریکی میں پیدا نہیں ہوئے بلکہ وہ پوری حقیقت سے واقف تھے، ابتداء کے انسان ایک ہی امت تھے، بعد میں انہوں نے الگ الگ عقیدے اور مسلک بنا لئے۔

اللہ تعالیٰ تقدیر کے ذریعہ اولاد آدم کو امتحان کی خاطر زمین کی خلافت عطا فرمائی اور اطاعت ونافرمانی کا اختیار وآزادی دی، یہ امانت کے طور پر صرف امت محمدیہ ہی کو نہیں ساری اولاد آدم کو دی گئی، اور سب کو آخرت کی جوابدہی کا ذمہ دار بنایا گیا، ایسی صورت میں انسان خلافت کی ذمہ داری جان بوجھ کرادا نہ کرے اور باغی بنے تو وہ تمام باغی اور نافرمان انسان چاہے کسی زمانے اور کسی قوم کے ہوں وہ ظالم اور نافرمان کہلائیں گے اور آخرت میں صرف امت محمدیہ ہی کا حساب نہیں سارے پیغمبروں کی امتوں کا حساب لیا جائے گا، جو اپنی مرضی سے خود اپنی تباہی کے ذمہ دار بنیں گے، اس لئے یہ امانت کے ذمہ دار سارے پیغمبروں کی امتیں رہیں گی، اگر شروع کے انسان مکمل شعور نہیں رکھتے تھے تو بے شعور انسانوں پر اتنی بڑی ذمہ داری اور امتحان کیوں رکھا گیا؟ کیوں ذمہ دار بنایا گیا؟

اس جگہ امانت سے مراد زمین کی خلافت ہے، اور زمین پر انسان کو اتارنے کے بعد شروع ہی سے وحی الٰہی نازل کر کے تاکید کی گئی کہ جو بھی علم عطا کیا جائے گا، اس کی اطاعت کرنا لازمی ہے تاکہ خلافت کی ذمہ داری کامیابی سے ادا کر کے کامیاب خلیفہ بنے، اللہ نے انسانوں کو شعور مند بنا کر صرف عرب علاقوں ہی میں پیدا نہیں کیا؛ بلکہ ہر زمانے میں ساری دنیا کے مختلف ملکوں میں آدمؑ کی اولاد پھیل گئی، ان سب پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔

مختلف علاقوں میں ان کے پیشوا اور لیڈر اپنے وہم وگمان سے انسانوں کو حق سے

گمراہ کیئے، اس پر اللہ نے ان کی اصلاح کے لئے ہر زمانے میں پیغمبر اور ہدایت بھیجتا رہا، تمام پیغمبروں نے اسی امانت پر عمل کرنے اللہ کی عبدیت و بندگی کی دعوت **قولوا لا الٰہ الا اللہ تفلحوا** کہو اور مان لو اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے کامیاب ہو جاؤ گے، اور ساتھ ساتھ یہ بھی کہتے کہ یَا قَوۡمِ اعۡبُدُوا اللّٰہَ مَا لَکُمۡ مِّنۡ اِلٰہٍ غَیۡرُہٗ. اللہ کے علاوہ کسی غیر کی عبادت و بندگی مت کرو، مگر پیغمبروں کے دنیا سے چلے جانے کے بعد لوگوں میں اختلاف پیدا کر کے ان کو حق سے منحرف کر دیا اور اللہ کی عبدیت و بندگی جس کا نام عربی میں ''دین اسلام'' ہے اس سے ہٹ کر الگ الگ عقیدہ' فرقہ و مسلک بنا کر مختلف مذاہب کو ایجاد کیا۔

دنیا چونکہ امتحان' آزادی واختیار کی جگہ بنائی گئی ہے، ایسی صورت میں اللہ اپنی تخلیقی مداخلت اور جبر سے کسی کو زبردستی راہِ حق پر لانا نہیں چاہتا، ورنہ انسان کی آزادی کا امتحان نہیں لیا جاسکتا، اس لئے بار بار انسانوں کی سدھار اور ہدایت کے لئے پیغمبروں کو بھیج کر ان کی زبانوں کے لحاظ سے وحی نازل کرتا رہا، اُس وحی کی تعلیم وہی تعلیم تھی جو دین اسلام کے نام پر قرآن میں دی گئی ہے، مگر کتاب کے نام الگ الگ رکھے، تمام انبیاء کرامؑ اس لئے نہیں بھیجے گئے تھے کہ ہر ایک اپنے اپنے نام سے ایک نئے مذہب کی بنیاد ڈالیں اور اپنی ایک نئی امت بنائیں؛ بلکہ ان کے بھیجنے کا مقصد تھا کہ اس کھوئی ہوئی راہِ حق کو واضح کر کے پھر سے امت واحدہ بنائیں۔

چنانچہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی یہی پیغام اور دعوت عربی زبان میں لے کر آئے، اور سارے پیغمبروں کی مشترکہ اور مرکزی تعلیم توحید' رسالت اور آخرت تھی، اسی کا نام عربی میں ''دین اسلام'' ہے، گویا سب کا دین ایک ہی رہا، پچھلی آسمانی کتابوں کی بنیادی تعلیم اور قرآن مجید کی بنیادی تعلیم ایک ہی ہے، صرف تھوڑا تھوڑا فرق پچھلی قوموں کی شریعتوں میں رکھا گیا، اور یہ فرق ان کے ماحول' حالات' ضرورت' قوت اور عمر کے لحاظ سے رکھا گیا۔

اسلامی شریعت اور پچھلی شریعتوں کا فرق

حضرت آدم علیہ السلام کی شریعت میں دو بہن بھائی مخالف وقت میں پیدا ہوں تو نکاح کر سکتے تھے، حضرت یعقوب علیہ السلام کے زمانے میں دو بہنوں سے نکاح جائز تھا، بعد میں مخصوص رشتوں سے نکاح کا حکم دیا گیا، اور ایک ہی وقت میں دو بہنوں کو نکاح میں رکھنے کو منسوخ کر دیا گیا، حضرت یوسفؑ کے لئے سجدۂ تعظیم کیا گیا، بعد عورت کو بھی شوہر کے لئے سجدہ کرنے سے منع کر دیا گیا، حضرت موسیٰؑ کی شریعت میں شرک کرنے پر قتل کا حکم تھا، ہفتہ کا پورا دن صرف عبادت کا حکم تھا، دوسرے کام تجارت' غذاء وغیرہ خادموں سے خدمت لینے سے تک منع تھا، زکوٰۃ کو پہاڑ پر رکھنے کا حکم تھا، فرعون نے جب عبادت گاہیں تباہ کر دیں تو گھروں کو قبلہ نما بنانے کا حکم دیا گیا، روزے پہلے پہلے ۲۴ر گھنٹے کے ہوتے، سحری نہیں کی جاتی، بیویوں سے ہمبستری نہیں کر سکتے تھے، مگر اس کے باوجود دین یعنی ایمانیات میں کوئی فرق نہیں ہوا، ہر زمانے میں ہر قوم کے لحاظ سے دین اور شریعت کامل اور مکمل تھی، جس طرح قرآن مجید میں ۷۰ر فیصد ایمانیات ہے، اسی طرح پچھلی قوموں کو مکمل ایمانیات ہی کی تعلیم دی گئی، کوئی طفل مکتب کی طرح ہلکی اور آسان مختصر تعلیم نہیں دی گئی، ایسا نہیں کہ انسانیت شعور کو نہیں پہنچی تھی، ایمانیات کی مختصر تعلیم جس طرح چھوٹے چھوٹے بچوں کو طفل مکتب میں ہلکی اور مختصر دی جاتی ہے، پھر آہستہ آہستہ اس میں اضافہ کیا جاتا ہے، بلکہ شروع زمانے ہی سے قرآن کہتا ہے کہ انسان شروع میں اللہ کی بھرپور معرفت اور روشنی کے ساتھ دنیا میں آیا اور ایک امت تھا۔

چونکہ ہر قوم و ملک کی زبانیں الگ الگ تھیں اور ان میں الگ الگ پیغمبر آئے، ان پیغمبروں کی تعلیمات بدل دی گئیں، پھر اللہ نے تمام پیغمبروں کے ذریعہ ان کی تمام امتوں سے عہد لیا تھا کہ وہ اپنے اپنے پیغمبروں کو سچا مان کر ان سے محبت کریں، ان پر ایمان لا کر وحی الٰہی پر عمل کریں اور ان کے بعد حق جہاں بھی نظر آئے اس کی تائید کریں، مگر قومیں؛

پیغمبروں کے غلو میں، نئے پیغمبروں کو ماننے سے انکار کرتی رہیں، اور صرف اپنی کتاب کے تحریف شدہ علم کے علاوہ، دوسری قوموں پر نازل ہونے والی وحی الٰہی جو اُن کی کتابوں کی تصدیق و تائید کرتی تھی اور حق کی صحیح تعلیم دیتی تھی تو ہر قوم نے تعصب، غصہ، ہٹ دھرمی، باپ دادا کی اندھی تقلید اور پیغمبر کی محبت میں اپنے گمراہ پیشواؤں کی پھیلائی ہوئی گمراہی پر قائم رہ کر دوسری زبانوں اور دوسری قوموں میں نازل ہونے والی وحی الٰہی کو ماننے سے انکار کردیا، حضرت آدمؑ کے زمانے میں دس پارے صحفِ آدمؑ اترے۔ (خطبات مولانا طیب قاسمی) صحفِ ابراہیمؑ اسی طرح زبور، توارت، انجیل اور قرآن مجید۔

قرآن عربی زبان میں نازل ہوا، یہود نے حضرت عیسیٰؑ اور انجیل، قرآن کی مخالفت کر کے اور عیسائی قرآن اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کر کے الگ الگ مذہب بنالئے، اس کے علاوہ دوسرے مذاہب کی اصل کتابوں میں خالص خدا کا تعارف اور پیغمبر کے تذکرے ہیں، مگر اس کے باوجود بہت سے مذاہب وجود میں آگے، ہر قوم اللہ کی وحدانیت کو شرک سے ملادیا، حق کے مقابلے باطل کو پھیلایا، حرام کو حلال کردیا، آخر میں اللہ نے تمام پچھلی کتابوں کے نچوڑ اور مرکزی مضامین مغز اور خلاصہ کو قرآن مجید میں لیٹسٹ ایڈیشن دین اسلام کے نام سے عربی زبان میں نازل کیا، اور انسانوں کو اس میں تحریف کرنے سے باز رکھا، خود اس کی حفاظت فرمارہا ہے، اور قرآن کے ذریعہ تمام مذاہب اور کتابوں کی تحریف شدہ باتوں کی اصلاح کردی گئی۔

معارف القرآن میں مفتی محمد شفیعؒ لکھتے ہیں کہ پچھلے نبیوں اور پیغمبروں کے زمانے میں جو دین اور تعلیمات تھیں وہ دین و شریعت اپنے اپنے وقت اور ان کے حالات کے لحاظ سے مکمل اور کامل تھی، اس میں کوئی نقص اور نامکمل تعلیم نہیں تھی، شریعت محمدی میں قیامت تک آنے والے انسانوں ک لئے ہر قوم اور ہر ملک کے لحاظ سے اعتدال اور سہولت کے لئے احکام دئے گئے اور ایمان و اعمال کے باریک سے باریک راستوں کو بھی کمال تک پہنچادیا گیا۔

دوسرے مذاہب کے لوگ اگر قرآن اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں مانتے یا دین اسلام کو سچا نہیں سمجھتے تو ان کی مثال اس پھول کی طرح ہے جیسے گلاب کا ایک پودا کسی باغ میں لال پھول دے اور دوسرے باغوں میں سفید' کالا' پیلا' گلاب لگے تو کوئی کہے کہ میں صرف لال گلاب کے پھول ہی کو گلاب کہوں گا، دوسروں کو گلاب نہیں مانوں گا؛ جبکہ سب ایک ہی خاندان کے ہیں، سب کی خوشبو' شکل وصورت ایک جیسی ہے، یہی حال دین اسلام کو نہ ماننے والوں کا ہے کہ وہ قرآن کے مقابلے صرف اپنی کتاب ہی کو دین مان رہے ہیں، جبکہ قرآن اور دوسری کتابوں کی تعلیم تقریباً ایک ہے۔

شریعت کے مسائل میں فرق سے ایمان تبدیل نہیں ہوتا

اس تشریح سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ ہر زمانے میں قرآن مجید اور دوسری آسمانی کتابوں میں مشترکہ چیز عقیدۂ ایمان تھا، صرف عبدیت وبندگی میں تھوڑا سا فرق تھا، یہ فرق شریعت محمدیؐ میں آج بھی ملکوں اور قوموں کے حالات کے اعتبار سے ہے جس کو قرآن وحدیث کی روشنی میں رہبری کی جاتی ہے۔

تقریباً نئے نئے مسائل میں ملکی حالات اور لوگوں کی مجبوریوں کی وجہ سے شریعت پر ہو بہو من وعن بعض مسائل میں عمل کرنا مشکل ہوجاتا ہے۔ جیسے دنیا میں سورج کہیں ۲۴ر گھنٹے، کہیں چھ مہینے کا دن اور چھ مہینے کی راتیں ہوتی ہیں، کہیں دن بڑا اور کہیں چھوٹا نظر آتا ہے، ہوائی جہاز میں سفر کرنے والوں کو ایک ملک سے دوسرے ملک کے سفر میں عشاء کا ایک ملک میں وقت ہوتا ہے، تو کسی دوسرے ملک میں فجر کا وقت شروع ہوتا ہے، کہیں سورج طلوع ہوتا ہے، کہیں غروب ہوتا ہے، ایسی صورت میں نماز کے اوقات ائمہ کرام کو اجتہاد کے ذریعہ قرآن وحدیث کی روشنی میں مسائل نکالنا پڑتا ہے۔

کہیں چاند ایک دن پہلے' کہیں دوسرے دن نظر آتا ہے، کہیں فقہ نے کسی ملک کو دار الحرب' کس ملک کو دار الامن' کسی کو دار الاسلام اور کسی کو دار الکفر کہا ہے، وہاں سود کی

شکلیں بدل جاتی ہیں، کہیں مال کی حفاظت گھروں میں نہیں ہوتی، مجبوراً پیسہ بینک میں رکھنے پر سود آتا ہے، کہیں پر لوگوں کی آبادی زیادہ ہونے، مسجدیں کم ہونے یا چھوٹی ہونے پر یا کسی ملک میں نکاح رجسٹرڈ میریج کرنا لازمی رکھا، کہیں دفن کرنے کی اجازت نہیں ہے، طلاق کے نئے نئے مسائل میں قرآن وحدیث ہی کو سامنے رکھ کر شریعت کی روشنی میں رہنمائی کرنا پڑتا ہے، غرض شریعت کے مسائل میں کچھ فرق آنے سے دین کی اصلی حالت میں کوئی فرق نہیں آتا، ہاں فرق وہاں آتا ہے جہاں ایمانیات کے کسی چیز میں تبدیلی کی جائے تو انسان ایمان سے خارج اور اسلام پر نہیں رہتا۔

قرآن مجید لوحِ محفوظ سے شب قدر کی رات دنیا میں نازل ہوا

وَإِنَّهُ فِي أُمِّ الْكِتَابِ لَدَيْنَا لَعَلِيٌّ حَكِيمٌ ○ (الزخرف:۴)

ترجمہ: یہ ام الکتاب یعنی لوحِ محفوظ ہے، ہمارے ہاں بڑی بلند مرتبہ اور حکمتوں سے لبریز کتاب ہے۔

اسی میں سے یہ تمہاری ہدایت کے لئے نازل کیا گیا ہے، مطلب یہ ہے کہ اس کو انسانی یا جنات یا کسی مخلوق کا کلام نہ سمجھو، اس کا مذاق اڑانے کی کوشش نہ کرو، یہ روشنی اس منبعِ نور سے نازل ہوئی ہے، جس کے نور ہی سے آسمان وزمین میں روشنی ہے جو تمام علم کا حقیقی سرچشمہ ہے، جس طرح اللہ تعالیٰ علیّ وحکیم ہے اسی طرح یہ کلام بھی علی وحکیم ہے، یہ آسمانوں اور زمین کے خالق کا اتارا ہوا کلام ہے، جو لوگ اس کی قدر نہیں کریں گے تو وہ اپنے آپ ہی کو محروم کریں گے، اللہ یا اس کے کلام کا کچھ نہیں بگاڑو گے۔

ام الکتاب سے مراد وہ کتاب جس سے تمام انبیاء پر نازل ہونے والی کتابیں ماخوذ ہیں، اسی کو سورۂ واقعہ میں کتابٌ مکنونٌ (پوشیدہ اور محفوظ کتاب) کہا گیا، جس کو لوحِ محفوظ کے الفاظ سے بھی بیان کیا گیا، یعنی ایسی لوح جس پر لکھا ہوا مٹ نہیں سکتا، لوحِ محفوظ وہ تختی جس میں شروع سے آخر تک کے تمام واقعات لکھے ہوئے ہیں، اس

میں کوئی تبدیلی ممکن نہیں۔ (علم الٰہی) اور جو ہر قسم کی دراندازی سے محفوظ ہے، قرآن کے متعلق یہ فرمایا گیا کہ یہ اُم الکتاب میں ہے، اسی میں سے اللہ تعالیٰ مختلف زمانوں اور مختلف ملکوں اور قوموں کی ہدایت کے لئے مختلف انبیاء پر مختلف زبانوں میں کتابیں نازل کرتا گیا، مگر ان سب میں دعوت ایک ہی عقیدے کی طرف دی گئی ہے، حق ایک ہی رہا، خیر و شر کا ایک ہی معیار رہا، اخلاق اور تہذیب کے یکساں اصول بیان کئے گئے، ہر قوم کے لئے ایک ہی دین دیا گیا، جسے یہ سب کتابیں الگ الگ قوموں میں الگ الگ زمانوں اور الگ الگ زبانوں میں لے کر آئی ہیں، قرآن بھی وہی دعوت لے کر آیا ہے، فرق صرف یہ ہے کہ ہر کتاب کی زبانیں الگ الگ عبارتیں الگ' مگر ایک ہی معنٰی ہیں، جو اللہ کے پاس ایک بنیادی کتاب میں ثبت ہیں، اور جب کبھی ضرورت پیش آئی اللہ نے جب کسی نبی کو مبعوث فرمایا وہ موقع کی مناسبت سے ایک خاص عبارت اور خاص زبان میں نازل فرما دیا، اگر حضور اکرم ﷺ کسی اور قوم میں مبعوث کئے جاتے تو یہ قرآن بھی اسی قوم کی زبان میں نازل ہوتا، اسی قوم اور ملک کے حالات کے لحاظ سے عبادتیں کچھ اور ہوتیں، لیکن دعوت اور بنیادی طور پر تعلیم و ہدایت وہی ہوتی، وہی قرآن ہوتا، اسی مضمون کو سورۂ شعراء آیت ۱۹۲ تا ۱۹۶ میں یوں بیان کیا گیا ہے۔

وَإِنَّهُ لَتَنزِيلُ رَبِّ الْعَالَمِينَ ٥ نَزَلَ بِهِ الرُّوحُ الْأَمِينُ ٥ عَلٰى قَلْبِكَ لِتَكُونَ مِنَ الْمُنذِرِينَ ٥ بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِينٍ ٥ وَإِنَّهُ لَفِي زُبُرِ الْأَوَّلِينَ ٥

ترجمہ: بیشک یہ قرآن رب العالمین کا نازل کیا ہوا ہے۔ امانت دار فرشتہ اُسے لے کر اُترا ہے۔ (اے پیغمبر!) تمہارے قلب پر اُترا ہے تا کہ تم اُن (پیغمبروں) میں شامل ہو جاؤ جو لوگوں کو خبردار کرتے ہیں۔ ایسی عربی زبان میں اُترا ہے جو پیغام کو واضح کر دینے والی ہے۔ اور اس (قرآن) کا تذکرہ پچھلی (آسمانی) کتابوں میں بھی موجود ہے۔

یہ رب العالمین کی نازل کردہ کتاب ہے، صاف صاف عربی زبان میں اور وہ اگلے لوگوں کی کتابوں میں بھی موجود ہے، اس فقرے کا تعلق کتاب مبین سے بھی ہے،

یعنی ام الکتاب یعنی یہ تعریف قرآن کی بھی ہے اور اس اصل کتاب کی بھی جس سے قرآن منقول یا ماخوذ ہے، کوئی اپنی نادانی سے اس کتاب کی تعلیم سے فائدہ نہ اٹھائے تو یہ اس کی اپنی بدقسمتی ہے۔

إِنَّهُ لَقُرْاٰنٌ كَرِيمٌ ٥ فِي كِتَابٍ مَّكْنُونٍ ٥ (سورۃ الواقعہ:۷۷،۷۸)

ترجمہ: بیشک یہ بڑا باوقار قرآن ہے۔ جو ایک محفوظ کتاب میں (پہلے سے) درج ہے۔

یہ ایک بلند پایہ قرآن ہے، ایک محفوظ کتاب میں ثبت، یعنی یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہونے سے پہلے اللہ کے ہاں اس نوشتۂ تقدیر میں ثبت ہو چکا ہے جس میں کسی ردّوبدل کا امکان نہیں۔

پچھلی آسمانی کتابوں پر اب عمل کیوں نہیں کیا جا سکتا؟

كَمَآ أَنزَلْنَا عَلَى الْمُقْتَسِمِينَ ٥ الَّذِينَ جَعَلُوا الْقُرْاٰنَ عِضِينَ ٥

(الحجر: ۹۰،۹۱)

ترجمہ: (یہ تنبیہ قرآن عظیم کے ذریعہ اسی طرح نازل کی گئی ہے) جیسے ہم نے ان تفرقہ کرنے والوں پر نازل کی تھی۔ جنہوں نے اپنی پڑھی جانے والی کتاب کے حصے بخرے کر لئے تھے۔

اس میں شک نہیں کہ پچھلی آسمانی کتابوں میں دین یعنی ایمان کی تعلیم ایک ہی تھی اور بہت سارے احکام مشترک تھے اور ہیں، مگر ان قوموں نے پیغمبروں کے دنیا سے چلے جانے کے بعد ایمان اور احکام شریعت میں تبدیلیاں کر کے اصل تعلیمات ہی گم کر دیا، اور ان کے پاس پیغمبروں کی لائی ہوئی کتاب الٰہی کی خاص تعلیم نہ رہی، پیغمبروں کی زندگیوں کو جھوٹے قصے کہانیوں کی طرح پیش کیا، بعض کو پیغمبر ہی نہیں مانا، بعض پر زنا اور گناہوں کا الزام بھی لگایا، حضرت نوحؑ کے بعد ان کے بزرگوں کے بت بنا کر بت پرستی شروع کر دی، حضرت ابراہیمؑ جنہوں نے خالص توحید کی دعوت دی، سورج، چاند،

ستاروں کی پرستش سے روکا، ان کے بعد خود بنو اسماعیل اور بنو اسرائیل بت پرستی' سورج' چاند کی پرستش اور پیغمبروں کو خدا کا اہل و عیال بنا ڈالا، حضرت عیسیٰؑ اور حضرت مریمؑ کا مجسمہ بنا کر پرستش کے لئے عبادت گاہوں میں کھڑا کیا، حضرت ابراہیمؑ کے بنائے گھر کو بتوں سے بھر دیا، تو پورے عرب میں بت خانہ قائم کر دیا، اللہ سے بڑھ کر ان بتوں کو اٹھتے بیٹھتے پکارنے لگے، عبادت گاہ میں گوشت کے ٹکڑے کھلا کر اس گوشت کو حضرت عیسیٰؑ کے جسم کا گوشت کہا جاتا ہے، یہودیوں نے دولت مندوں کے لئے سنگسار اور ہاتھ کاٹنے کی سزاؤں کو ختم کر دیا، ناجائز طریقے سے غیر یہودی کا مال ہڑپ کرنا گناہ نہیں کہا، اپنے آدمی کو بچانے کے لئے ناانصافی کرنا' غلط فیصلہ دینا یا اسلامی احکام سے فائدہ ملے تو چھڑا لینا، شراب اور سود کو حلال کر لیا، یہاں تک کہ نکاح کے دن دولہا دولہن کو شراب پینا لازم رکھا، سجدہ کے بغیر نماز ادا کرنے کا طریقہ رکھا۔

عیسائیوں نے حضرت عیسیٰؑ کی طرح زمین پر سجدہ ختم کر کے نماز کی شکل ہی بدل ڈالی، اور بغیر سجدہ کے گھٹنوں کے بل ٹھہر کر دعاء کرنے کو عبادت بنا لیا، اور ہر مرتبہ حضرت عیسیٰؑ اور حضرت مریمؑ کے مجسموں پر پھول چڑھانا اور یہود بھی بغیر سجدہ کے عبادت کرتے ہیں، دونوں گروپ اپنی عبادت گاہوں میں جوتے پہن کر عبادت کرتے ہیں، عورت کو حیض میں منحوس اور گندی سمجھتے ہیں، اپنے بستر پر آنے نہیں دیتے اور پکوان کے برتن کو ہاتھ لگانے نہیں دیتے، اور گھر سے علاحدہ حصہ میں پاک ہونے تک رکھتے ہیں اور یہ تصور کرتے ہیں کہ جنت میں آدمؑ کو گنا میں مبتلا کرنے سے دنیا میں حیض' حمل اور شوہر کی غلامی کی سزائیں لگائی گئی ہیں۔

ان کے پاس جوا عام ہے، شراب پانی کی طرح پی جاتی ہیں، نن سسٹر بن کر نکاح نہ کر کے حضرت عیسیٰؑ کی دولہن بننے کا تصور رکھتی ہیں، عورتیں تقریباً جسم کی نمائش میں نیم برہنہ رہتی ہیں، نکاح سے پہلے حاملہ ہونا ان کے نزدیک گناہ ہونے کا تصور نہیں ہے، شادی سے پہلے اولاد پیدا کر لینے کے بعد مناسب سمجھنے پر نکاح کر لیتے ہیں، طلاق کے بعد

عورت کو دوبارہ نکاح کرنے کو جائز نہیں سمجھتے۔

غرض یہ کہ تمام پیغمبروں کے عقائد وعبادات کے طریقے وہ نہیں رہے جو آج ان لوگوں میں عام ہو گئے ہیں، ان کے پاس پیغمبروں کی زندگیوں کے حالات' ارشادات اور اعمال محفوظ نہیں ہیں، تمام آسمانی کتابیں رمضان میں ہی نازل ہوئیں اور قرآن مجید کو اللہ نے تمام آسمانی کتابوں کا نچوڑ اور عطر بنا کر قیامت تک کے لئے نازل کیا ہے، اور ختم نبوت کر کے قرآن مجید کو اور رسول اللہ ﷺ کی زندگی کو محفوظ کر دیا اور قرآن مجید میں تمام آسمانی کتابوں کی صحیح اور مرکزی تعلیم پیش کر کے خالص عقائد وعبادات اور مکمل شریعت کو پوری باریکیوں اور کمال کے ساتھ بیان کر دیا تا کہ قیامت تک لوگوں کو ہدایت ملتی رہے، پچھلی کتابیں نہ ہمیشہ کے لئے آئی تھیں اور نہ پوری دنیا کے لئے آئی تھیں، اس لئے ان کی حفاظت کا طریقہ بھی نہیں رکھا، اور وہ علاحدہ علاحدہ زبانوں میں تھیں، ان کو تحریف کر کے ان کی اصل تعلیمات کو مٹا دیا گیا۔

ہر امت کو شروع سے ہی اللہ کی مکمل اطاعت کی تعلیم دی گئی

وَلَوْ أَنَّ قُرْاٰناً سُيِّرَتْ بِهِ الْجِبَالُ أَوْ قُطِّعَتْ بِهِ الْأَرْضُ أَوْ كُلِّمَ بِهِ الْمَوْتٰى بَلْ لِّلّٰهِ الْأَمْرُ جَمِيْعاً. (الرعد: ۳۱)

ترجمہ: اور کیا ہو جاتا اگر کوئی قرآن ایسا بھی اُترتا جس کے ذریعہ پہاڑ اپنی جگہ سے ہٹا دئے جاتے، یا اس کی بدولت زمین شق کر دی جاتی (اور اس سے دریا نکل پڑتے) یا اس کے نتیجے میں مردوں سے بات کر لی جاتی، (تب بھی یہ لوگ ایمان نہ لاتے)، حقیقت تو یہ ہے کہ تمام تر اختیار اللہ کا ہے۔

سورۂ یونس، آیت: ۱۰۱ میں ارشاد ہے: ”زمین و آسمان میں جو کچھ ہے آنکھیں کھول کر دیکھو، اور جو لوگ ایمان لانا ہی نہیں چاہتے، ان کے لئے نشانیاں اور تنبیہیں آخر کیا مفید ہو سکتی ہیں۔“

یہاں غیر مسلموں کی طرف سے قرآن مجید کی دعوت کا انکار کر کے معجزات اور نشانیاں مانگنے پر انسانوں کو یہ سمجھایا جا رہا ہے کہ ان کے اطراف بڑے بڑے معجزے موجوں ہیں، اور رات دن یہ قرآن کے نور سے انسانوں کی جہالت اور اخلاقِ رذیلہ اخلاقِ حسنہ میں تبدیل ہونے کا یعنی انسانی حیات میں انقلاب نور اور کائنات کی ہر مخلوق میں اللہ کی ہدایات کا نظارہ دیکھنے کے باوجود رسول اللہ ﷺ کے ارشادات کو سننے سمجھنے کے باوجود انسان چمتکار اور معمولی معجزے دیکھنے پر حق کو ماننا چاہتا ہے، اور معمولی چیزوں کی معجزات دیکھانے کا مطالبہ کرتے ہیں، اگر ایسا کوئی قرآن اتارا جاتا جس کے زور سے پہاڑ چلنے لگتے، زمین شوق ہو جاتی، یا مردے قبروں سے نکل کر بولنے لگتے، یاد رکھو! یہ اس کے باوجود قرآن کا اور رسول اللہ ﷺ کی دعوت کا انکار ہی کرتے۔

اللہ تعالیٰ اپنی حکمت و دانائی سے قرآن مجید کے بہت سارے مضامین اور احکام کو اصل کتاب کے نازل ہونے سے پہلے ہی پچھلی آسمانی کتابوں میں انسانوں کی عبدیت و بندگی کی تربیت اور سدھار کے لئے نازل کیا ہے؛ تا کہ انسان شروع سے اس حق اور سچائی کو سمجھ کر اب قرآن مجید کو حق جان کر اس پر ایمان لا لے، اس کی وجہ سے خود قرآن پر ایمان لانے والوں کو بھی یہ یقین کامل مل رہا ہے کہ یہ سچائی اور حق شروع سے آ رہا ہے اور اس قرآن میں بھی اسی کی دعوت ہے، وہ بغیر معجزے مانگے اب بھی اس حق کو قبول کر رہے ہیں اور رسول اللہ ﷺ کی دعوت پر پختہ ایمان لا رہے ہیں۔

ہوسکتا ہے کہ واللہ اعلم کہ اللہ نے یہ حق اور اس طرح کے احکام دوسری آسمانی کتابوں کو امتحان کی خاطر دوسرے ناموں تورات' انجیل' زبور' صُحف ابراہیمؑ و موسیٰؑ کے ناموں سے نازل کیا ہو؛ تا کہ اس میں بعد میں آنے والوں کا امتحان ہو؛ کہ انسان آسمانی کتاب کے حق اور سچائی کی تعلیمات کا نام تبدیل ہو کر قرآن سے وہی حق اور سچائی کی تعلیم اور دعوت حضرت محمد ﷺ کے ذریعہ دلا رہا ہے، قرآن ان تمام آسمانی کتابوں کے منتشر اجزاء کو زبور' تورات' انجیل اور صحیفے کہتا ہے، ان کی تصدیق کرتا ہے، ان اجزاء کو جمع

کیا جائے تو سوائے بعض بعض مقامات پر جزوی احکام میں اختلاف کے اصولی تعلیمات سب کتابوں کے درمیان فرق نہیں پایا جاتا، مگر جو لوگ تعصب، حسد اور جلن میں مبتلا ہو گئے وہ ان ساری باتوں کو جاننے، سمجھنے اور حق کی نشانیاں دیکھنے اور اپنے ضمیر کی آواز کے خلاف اولاد سے زیادہ رسول اللہ ﷺ کو پہچاننے کے باوجود، اس حق قرآن کا انکار کیا، جبکہ سچائی اور حق صرف ایک ہی ہے، قرآن بھی اُسی عبدیت الٰہی کی تعلیم دے رہا ہے جو ان کے پیغمبروں نے دی ہے، یہ بات بھی سمجھ میں آتی ہے۔ واللہ اعلم۔ اگر ہر پچھلی آسمانی کتاب کا نام بھی قرآن رکھا جاتا تو بعد کی قوموں کو قرآن کو ماننا مشکل اور امتحان نہ ہوتا، وہ بغیر کسی غلو، انکار اور شک کے مان لیتے۔

قرآن مجید جو اصل کتاب، ام الکتاب لوحِ محفوظ میں ہے، جس کے معنٰی مفسرین نے لکھا ہے کہ ''لوحِ محفوظ جس میں پہلے ہی سے سب محفوظ ہے، یعنی وہ منبع و سرچشمہ جس سے تمام آسمانی کتب نکلی ہیں، وَعِنْدَهٗ اُمُّ الْكِتَابُ. (الرعد:۳۹) ساری آسمانی کتابوں کا نزول بھی اسی میں سے اپنے اپنے وقتوں پر ہوا، ان کے بگاڑ اور تحریفوں کو درست کر کے آخر میں ام الکتاب لوحِ محفوظ ہی سے تفصیلی اور مجموعی طور پر قرآن مجید نازل کیا گیا۔

سورۂ یونس، آیت: ۳۷ میں ارشاد ہے: یہ قرآن وہ چیز نہیں ہے جو اللہ کی وحی و تعلیم کے بغیر تصنیف کر لیا جائے؛ بلکہ یہ تو جو کچھ پہلے آچکا تھا اس کی تصدیق اور الکتاب کی تفصیل ہے، اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ فرمانروائے کائنات کی طرف سے ہے۔

سورۃ الاحقاف، آیت: ۱۲ میں ارشاد ہے: یہ کتاب عربی زبان میں بھیجی گئی ہے، تمام آسمانی کتابوں کا سچا پہلو سامنے لاتی ہے۔

جب ساری دنیا کے لوگوں کی زبانیں الگ الگ ہیں تو قرآن کو تمام قوموں کی زبانوں میں کیوں نازل نہیں کیا گیا؟

اللہ تعالیٰ ساری دنیا کی قوموں میں ان کی اپنی اپنی زبانوں میں کتابیں نازل کر

کے ان کو دین یعنی ایمانیات تو ایک ہی رکھا؛ البتہ شریعت زندگی گذارنے کے طریقوں میں کچھ کچھ فرق رکھا، اگر ہم دوسری قوموں کی شریعت کے احکام پڑھیں گے تو معلوم ہوگا کہ قرآن کی شریعت اور دوسری قوموں کی شریعتوں میں زیادہ فرق نہیں ہے، جب مختلف علاقوں اور قوموں میں دین کی دعوت یعنی اللہ کو ایک اور اکیلا ماننے کی تعلیم دی گئی تو ہر قوم ایمانیات کے تمام حصوں سے واقف تھی، یعنی حق صرف شروع سے ایک تھا، ایک ہی ہے اور ایک ہی رہے گا، ان کے پیغمبر چلے جانے کے بعد ہر قوم عقائد وعبادات اور شریعتوں میں خرابیاں اور تبدیلیاں کر لیتی تھی، قرآن مجید اور دوسری آسمانی کتابوں کی مشترک تعلیم ایمانیات ہے، جس میں ہر قوم کے جاننے والے بہر حال اصل تعلیم سے واقف تھے، ان کی قوموں کے پاس چونکہ ایمان کا عقیدہ بگڑی ہوئی حالت میں موجود تھا، اور اللہ نے بنی اسرائیل یہود و نصاریٰ کو یا اہل کتاب کہا ہے، مشرکین نہیں کہا، حضرت نوحؑ اور حضرت ابراہیمؑ کے دین پر آنے کی تعلیم دی، اس لئے قرآن مجید کو تمام آسمانی کتابوں کا نچوڑ اور عطر بنا کر ان کے مرکزی مضامین کو اس میں بیان کر کے ساری دنیا اور قیامت تک آنے والے انسانوں کے لئے نازل کر دیا گیا۔

چونکہ رسول اللہ ﷺ عرب میں پیدا ہوئے تھے، اس لئے قرآن عربی زبان میں نازل کر دیا گیا، جو تمام آسمانی کتابوں کا فائنل اور لیٹسٹ ایڈیشن ہے، جو پچھلی تمام آسمانی کتابوں اور صحیفوں کی تصدیق کرتی ہے، دنیا کی ہر قوم جن کی کتابیں منسوخ کر دی گئیں، ایسی صورت میں دوسری قومیں قرآن مجید کو اپنی اپنی زبانوں میں ترجمہ کر کے اپنے بگڑے ہوئے ایمانی عقیدہ کو درست کر سکتی ہیں، اور چودہ سو سالوں سے ایسا ہونا سب کے لئے آسان ہو گیا، اس لئے کہ اب قرآن مجید کے سوا کسی دوسری کتاب میں صحیح اور حق کی تعلیم نہیں ہے، دوسری مذاہب کے لوگ اپنی بگڑی ہوئی کتاب سے تقابل کر کے قرآن مجید کی حقانیت کو سمجھ رہے ہیں، پھر ان کے پاس ان کے پیغمبروں کی زندگی کے حالات بھی محفوظ نہیں ہیں۔

قرآن کو عربی زبان میں نازل کرنے کی حکمت

قرآن کو عربی میں نازل کرنے کی یہ حکمت سمجھ میں آتی ہے کہ اگر قرآن مجید کو شروع میں یا بعد ہر ملک اور ہر شہر کے لوگوں کی زبانوں میں نازل کیا جاتا تو پھر ہر شہر میں نازل ہونے والی کتاب الٰہی قرآن کی وہاں کی زبان میں حفاظت لازمی ہوتی، اس لئے کہ وہ لوگ جو کتابیں نازل ہوئیں تھیں ان کی حفاظت ہی نہیں کئے، پیغمبر کے چلے جانے کے بعد تبدیلیاں کرتے چلے گئے، قرآن کو ہر علاقے کی زبان میں نازل کیا جاتا تو اس میں بھی تبدیلیاں کرتے جاتے، اور پوری دنیا میں قرآن پر ایمان رکھنے والوں میں اختلافات پیدا ہوجاتے، پھر ہر علاقے کے لوگ نماز اور خطبوں اور دروس میں اپنی اپنی زبانوں میں تلاوت کا مطالبہ کرتے اور اپنی ہی زبان میں وعظ ونصیحت' تقاریر اور دروس سننا چاہتے تھے، ہر زبان میں قرآن نازل ہوتا تو دنیا کے دوسرے انسانوں کی جانچ بھی نہیں ہوسکتی تھی، اس کی وجہ سے ایک ہی ملک کے ہر شہر میں لوگ قرآن کو مختلف زبانوں میں تلاوت کرتے تو ایک شہر والا دوسرے شہر والے کے پیچھے نہ نماز ادا کرتا، نہ اس سے وعظ ونصیحت حاصل کرتا؛ بلکہ ہر شہر والا شک میں مبتلا رہتا کہ یہ حقیقت میں اللہ کا کلام سمجھا رہا ہے، سنا رہا ہے یا دھوکہ دے رہا ہے، صحیح سمجھا رہا ہے یا غلط بیان کر رہا ہے۔

قرآن کو عرب میں نازل کر کے ساری دنیا اور قیامت تک کے لئے عربی زبان میں ہی رکھا گیا، جس سے ہر ملک کا ہر قوم کا انسان عربی زبان سیکھ کر یا آیات کا اپنی زبان میں ترجمہ پڑھ کر یا زبانی یاد کر کے جان لیتا ہے کہ آیات صحیح تلاوت کی گئیں یا نہیں، ترجمہ صحیح کیا جارہا ہے یا نہیں، ساری دنیا میں نماز عربی اور قرآنی زبان میں پڑھنے سے ہر ایک کو نماز ادا کرنا، ذکر الٰہی کرنا آسان ہوگیا، ساری دنیا کی ہر قوم ہر علاقے میں وحی الٰہی الگ الگ زبانوں میں نازل کر کے ایمانیات کی بنیادی اور نجات کی اہم تعلیم پہلے ہی دے دی گئی، پھر قرآن کو عربی میں نازل کر کے ان کے بگاڑ کو درست کیا گیا ہے، دوسری قوموں میں زندگی

گذارنے کے احکام اور قانون میں بھی جو خرابیاں پیدا کر لی گئی تھیں، ان احکام کو بھی قرآن ہی کے ذریعہ درست کیا جارہا ہے اور اللہ نے قیامت تک قرآن کی حفاظت کا وعدہ کیا ہے۔

سورۂ یونس، آیت: ۳۷ میں ارشاد ہے: ''جو کچھ پہلے آچکا تھا اس کی تصدیق اور الکتاب کی تفصیل ہے۔''

سورۂ قصص، آیت: ۵۳ میں ارشاد ہے: ''جن لوگوں کو اس سے پہلے ہم نے کتاب دی تھی وہ اس قرآن پر ایمان لاتے اور ان کو سنایا جاتا ہے، تو کہتے ہیں کہ ہم اس پر ایمان لائے، یہ واقعی حق ہے، ہمارے رب کی طرف سے ہے، ہم تو پہلے ہی سے مسلم ہیں۔

سورہ اٰل عمران، آیت: ۵۲ میں ارشاد ہے: ''حواریوں نے کہا ہم اللہ پر ایمان لائے، گواہ رہو کہ ہم مسلم ہیں۔''

سورۃ المؤمنون، آیت: ۶۹ میں ارشاد ہے: ''تو کیا ان لوگوں نے کبھی اس کلام پر غور نہیں کیا یا وہ کوئی ایسی بات لایا ہے جو کبھی ان کے اسلاف کے پاس نہ آئی تھی، یا یہ اپنے رسول سے کبھی واقف نہ تھے۔''

چودہ صدی پہلے کے احکام کو اب تبدیل کیوں نہیں کیا جا سکتا؟

بعض غیر مسلم یہ کہتے ہیں کہ دنیا سائنس وٹکنالوجی میں ترقی کی اور لوگوں کی تہذیب وتمدن میں تبدیلیاں آگئیں، اس طرح ۱۴ر سو سال پہلے جو احکام قرآن میں دئے گئے وہ زمانے اور حالات کے اعتبار سے ان میں تبدیلیاں کیوں نہیں کی جاسکتیں؟

انسان کو اللہ نے سائنسی علم کے ذریعہ دنیا کی زندگی گذارنے بہت سارا علم عطا کیا اور کر رہا ہے، انسان ترقی ضرور کیا، مگر وہ ترقی مادّی اور سامانِ زندگی کی چیزوں میں ہوئی ہے، تیز رفتار سواریاں' ٹیلیفون' وائرلیس سسٹم' انٹرنیٹ' زراعت کے طریقے' بیماریوں کے علاج کے طریقے' صنعتی ترقی' بینکنگ سسٹم میں' وغیرہ، ان چیزوں میں وحی الٰہی انسانوں کو رہبری نہیں کرتی، نہ کپڑا' لوہا' مشینیں بنانا' ڈیم' تالاب بنانے کی صنعت یا زندگی کے

دوسرے سامان بنانا نہیں سکھاتی، شروع زمانے سے انسان گمراہ ہوکر شرک، کفر اور منافقت کرتا تھا، بت پرستی کرتا تھا، آج بھی پڑھا لکھا ہوکر ویسا ہی شرک کرتا ہے، پچھلے زمانے میں قتل، خون، غارت گری، زنا، شراب، جوا، ناچ گانا بجانا، سود، رشوت، ظلم وزیادتی، ناانصافی، رشوت، ناپاکی، حقوق ادا نہ کرنا، چوری، ڈاکہ، جھوٹ، خیانت، قرض لے کر ڈبو دیتا، اللہ کی زمین پر انسانی قانون بنا کر حکومت کرتا، انسانوں پر خدائی چلاتا، حق پر چلنے والوں پر ظلم کرتا، حرام چیزوں کو حلال کر لیتا، نفس اور شیطان کی اطاعت کرتا، وغیرہ، یہ سب روحانی اور اخلاقی بیماریوں میں انسان تعلیم یافتہ ہوکر اور سائنس ترقی کرنے کے باوجود آج بھی ملوث ہے، سائنس ان تمام اخلاق رذیلہ پر محنت نہیں کرتی، نہ ان کا صحیح علم دے سکتی ہے۔

قرآن مجید قیامت تک آنے والے انسانوں کی روحانی، اخلاقی، معاشرتی، معاملات، عقائد وعبادات، آخرت کی مکمل اور صحیح رہنمائی کرنے کے لئے نازل کیا گیا ہے اور یہ بیماریاں ہر زمانے میں تھیں، سوائے آسمانی وحی کے کوئی دوسرے علم سے اس کی اصلاح نہیں کی جاسکتی۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کو آخری وحی بنا کر تمام قوموں کی اصلاح کے لئے اتارا ہے اور اسی علم سے انسان میں اخلاق رذیلہ دور ہوکر اعمالِ صالحہ پیدا ہوسکتے ہیں، اسی لئے قیامت تک انسان اس علم کا محتاج ہے، قرآن مجید یہ کوئی انسان کا انسانوں کے لئے بنایا ہوا قانون اور ضابطۂ زندگی نہیں، اللہ بہتر جانتا ہے کہ انسان کس علم سے سدھر سکتا ہے، اس لئے اس میں تبدیلی کا ذرہ برابر بھی خیال انسان اپنے دل میں نہ لائے۔

کیا حضرت عیسیٰؑ کے دنیا میں دوبارہ واپس آنے سے ختم نبوت پر کوئی اثر نہیں ہوگا؟

مَّا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَآ أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَٰكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ. (الاحزاب: ۴۰)

ترجمہ: (مسلمانو!) محمد (ﷺ) تم مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں، لیکن وہ اللہ کے رسول ہیں اور تمام نبیوں میں سب سے آخری نبی ہیں۔

اللہ تعالیٰ حضرت آدمؑ سے حضرت محمد ﷺ تک پیغمبروں کو انسانوں کی ہدایت و رہنمائی کے لئے بھیجتا رہا، اور پھر حضرت محمد ﷺ پر رسالت کا سلسلہ قیامت تک بند کر دیا، حضرت محمد ﷺ کو خاتم النبیین فرما دیا، ختم نبوت کے ذریعہ جتنی قسمیں نبوت و رسالت کی تھیں سب ختم فرما دیں، اب کوئی نیا نبی یا رسول قیامت تک نہیں آئے گا، محمد رسول اللہ ﷺ ہی کی نبوت قیامت تک جاری رہے گی، اس درمیان اگر کوئی نبوت کا دعویٰ کرے تو وہ جھوٹا اور کذاب ہوگا، اس کے ماننے والے کافر ہوں گے۔

حضرت عیسیٰؑ جو بنی اسرائیل کے آخری نبی ہیں اور وہ حضرت محمد ﷺ سے تقریباً 600 سال پہلے ہی اسرائیل کی سدھار کے لئے آئے تھے، یہودیوں کی نافرمانیوں کی وجہ سے زندہ آسمان پر اٹھا لئے گئے، حضرت محمد ﷺ کے دنیا میں مبعوث ہونے کے بعد ان کی نبوت کی مدت دنیا سے ختم ہو چکی، اور ان کی لائی ہوئی کتاب انجیل کو قرآن کے نازل ہونے کے بعد منسوخ کر دیا گیا، وہ دوبارہ دنیا میں قیامت کے قریب آسمان سے زمین پر فتنۂ دجال کا خاتمہ کرنے کے لئے اور اپنے آپ کو اللہ کا بیٹا نہیں' بندہ ثابت کرنے کے لئے آئیں گے اور نافرمان و باغی یہودیوں کا صفایا کریں گے، صلیب کو توڑ دیں گے، حضرت عیسیٰؑ کے آنے سے حضرت محمد ﷺ کی ختم نبوت میں کوئی فرق پیدا نہیں ہوگا، اس لئے کہ وہ محمد رسول اللہ ﷺ سے پہلے کے نبی ہیں۔

ختم کے معنیٰ لغت میں مہر لگا دینا، بند کر دینا، آخر تک پہنچ جانا، حضرت عیسیٰؑ اللہ کے پیغمبر ہی ہیں، چونکہ ان کی ابھی موت واقع نہیں ہوئی، وہ زندہ آسمان پر اٹھا لئے گئے ہیں، ان کی پیغمبری کا انکار نہیں کیا جا سکتا، ان کی نبوت کی مدت چونکہ مکمل ہو چکی ہے اور ان کی لائی ہوئی کتاب بھی منسوخ ہو چکی ہے، وہ دوبارہ جب دنیا میں آئیں گے تو ان کے مقام و مرتبہ کے لحاظ سے وہ سابقہ پیغمبر ہی رہیں گے اور محمد رسول اللہ ﷺ کے نائب اور خلیفہ کی

حیثیت سے شریعت محمدی کے تابع رہیں گے، وہ اپنی منسوخ شدہ شریعت پر عمل نہیں کریں گے، اور قرآن مجید کو اللہ کی آخری وحی مان کر ایمان رکھیں گے، اور قرآن مجید ہی کے احکام کی دعوت اور تعلیم دیں گے، ان کے دنیا میں دوبارہ آنے کے بعد نہ کوئی نئی وحی نازل ہوگی نہ کوئی نیا پیغام اور نہ کوئی نیا حکم آئے گا، اور نہ نیا دین، نہ نئی گروہ بندی کریں گے، نہ شریعت محمدی میں کوئی کمی یا اضافہ کریں گے، نہ اپنی کوئی الگ ایک امت بنائیں گے، وہ خود بھی حضرت محمد ﷺ کو اللہ کا آخری پیغمبر مان کر لا الہٰ الا اللہ محمد رسول اللہ کا اقرار کر کے آپ ہی کی اتباع کریں گے، امت مسلمہ کے امام کے پیچھے مقتدی بن کر نماز بھی ادا کریں گے۔

اُس وقت بھی ہر کوئی جس طرح آج پچھلے انبیاء پر ایمان رکھتا ہے ویسا ہی کلمہ لا الہٰ الا اللہ محمد رسول اللہ کا اقرار کر کے حضرت عیسیٰؑ پر پچھلے نبی کی حیثیت سے ایمان رکھے گا، ادب واحترام اور تعظیم کرے گا، محبت کرے گا، ان کے مقام ومرتبہ میں کوئی کمی واقع نہیں ہوگی، فرق صرف یہ ہوگا کہ ان کی امت خود ان کی دعوت پر محمد رسول اللہ ﷺ کو اپنا آخری رسول اور نبی مان کر امت محمدیہ میں شامل ہو کر کلمہ طیبہ کا اقرار کرے گی اور شریعت محمدیہ کی اتباع ہی میں کامیابی کا عقیدہ رکھے گی۔

اس طرح قیامت قائم ہونے تک دنیا کی کسی قوم' کسی ملک' کسی علاقے کا انسان کیوں نہ ہو اُسے محمد رسول اللہ ﷺ کو آخری نبی ماننے اور آپؐ کی اتباع ہی میں اللہ کی عبدیت وبندگی کرنا ہوگا' تبھی نجات ہے، رسول اللہ ﷺ نے خود فرمایا: ''اگر اس وقت موسیٰؑ بھی زندہ ہوتے تو انہیں میری ہی اتباع کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا۔'' اس لئے کہ تمام آسمانی کتابیں منسوخ ہو جانے کے بعد اللہ کا آخری پیغام اور وحی قرآن مجید ہی ہے جو تمام آسمانی کتابوں کا نچوڑ' عطر اور خلاصہ ہے، جس میں ساری آسمانی کتابوں کے مرکزی مضامین ظاہر کر دئے گئے ہیں، حضرت محمد ﷺ خاتم النبیین ہونے کے بعد اب کوئی حضرت موسیٰؑ کی یا حضرت عیسیٰؑ کی امت نہیں رہے گی، سب کو امت محمدیہ میں شریک ہونا لازم اور ضروری ہے، نبیوں کا سلسلہ بند کر دینے سے اللہ نے قرآن مجید کی حفاظت کی ذمہ داری خود لے لی

ہے، اس لئے کوئی اس کتاب میں تحریف بھی نہیں کرسکتا، جو دین وحی کے ذریعہ محمد رسول اللہ ﷺ پر غار حراء میں نازل ہونا شروع ہوا تھا دین اسلام کے وحی کے احکام مکمل ہونے پر حجۃ الوداع کے دن اس کو الیوم اکملتُ لکم دینکم فرما کر مکمل کردیا گیا۔

قرآن مجید کی حفاظت کا اللہ کی طرف سے انتظام فرمانا وہ بھی قرآن مجید کی سچائی کا ثبوت ہے، اس لئے کہ اب کوئی نبی یا رسول آنے والا نہیں، یہ ختم نبوت کا لازمی تقاضا بھی ہے، اس لئے وحی کا سلسلہ بند کردیا گیا، قرآن مجید کی تلاوت اور سمجھنے سے ساری آسمانی کتابوں کی دعوت اور تعلیمات سمجھ میں آسکتی ہیں، اس لئے اس سے ہدایت حاصل کرنے کے لئے یہ بھی سچائی کی دلیل ہے کہ حضرت محمد ﷺ کی زندگی کے تمام حالات' ارشادات اور اعمال کو بھی اس کے ساتھ محفوظ کردئے گئے، تاکہ قیامت تک آنے والوں کی رہبری اور ضرورتوں کی کتاب کے مطابق پوری ہدایت ملتی رہے، کوئی کمی باقی نہ رہے، اور انسان پیغمبر کے دنیا میں نہ رہنے کے باوجود ان کی زندگی کے حالات اور ارشادات و اعمال سے قرآن مجید کو سمجھتا رہے، اس لئے محمد رسول اللہ ﷺ کو قیامت تک کے لئے پیغمبر بنا کر مبعوث کیا گیا، جس کی وجہ سے قیامت تک ساری دنیا میں محمد رسول اللہ ﷺ کی ایک ہی امت باقی رہے گی۔

اس کی وجہ سے سارے عالم میں ہر ملک' ہر علاقہ میں چودہ سو سالوں سے مختلف مذاہب کے ماننے والے رسول اللہ ﷺ کو اپنا پیغمبر مان کر ایمان لا رہے ہیں اور ایک عالمگیر برادری بن کر اتحاد و اتفاق اور مساواتِ انسانی پیدا ہوگئی، اور کالے گورے کا فرق مٹ کر پوری امت ایک جسم اور روح بن گئی، ان کا کلمہ ایک ان کا قبلہ ایک ان کی مسجدیں ایک جیسی ، ان کی اذان ایک' ان کی کتاب ایک' اور اللہ کی اطاعت و بندگی کے طریقے ایک ہوگئے، جس کی مثال دنیا کی کوئی دوسری قوم پیش نہیں کرسکتی۔

جو لوگ رسول اللہ ﷺ کو نہیں مانتے' وہ گمراہی کا شکار تھے، اور ہیں، نہ وہ پچھلے پیغمبروں کی صحیح اتباع کرسکتے، نہ ان کے پاس ان کے نبیوں کی زندگی کے حالات اور

واقعات محفوظ ہیں، نہ اصلی کتاب الٰہی محفوظ ہے، ان کے ہر ملک' ہر قوم میں طور طریقے الگ الگ ہیں، ان کے پاس زندگی کا ضابطہ اور قانون ہی نہیں کہ وہ اپنے اعمال سے پیغمبر کی روشنی کو ظاہر کرسکیں۔

وما توفیقی الا باللّٰہ العلی العظیم ۔

(جو کچھ بیان کیا گیا وہ) اللہ تعالیٰ جل شانہ کی توفیق سے ہے جو بلند عظمت والا ہے۔

و ما علینا الا البلاغ المبین ۔

اور ہمارے ذمہ (حق بات) صاف صاف پہنچا دینا ہے۔

☆☆☆☆☆

اس کتاب کے علاوہ دوسرے اسماءِ الٰہی میں غور وفکر کے لئے ہماری کتاب تعلیم الایمان کے تمام حصے پڑھئے اور ایمان بالکتب، ایمان بالرسالۃ، ایمان بالآخرۃ، ایمان بالقدر (تقدیر) پر شعوری اور عقلی اعتبار سے ایمان پیدا کرنے کے لئے ''ایمانِ مفصل کو سمجھانے کا طریقہ'' پڑھئے، اس کے علاوہ اولاد کو مسلمان بنانے اور لڑکیوں کو شادی سے پہلے باشعور بنانے والی دونوں کتابیں ضرور پڑھئے اور اپنے خاندان میں تحفہ دے کر دعوتِ دین کا حق ادا کیجئے۔

عظیم بکڈپو دیوبند یوپی سے نصف قیمت پر کتابیں حاصل کرسکتے ہیں۔